ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق

Monthly JEHD-E-HAQ - January 2017 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 24...... شمارہ نمبر 01 ...... جنوری 2017..... قیمت 5روپے

اقتصادی راہداریوں سے غریب کیا امید رکھے؟

ایچ آر سی پی نے " کیا انسانی حقوق کی تعلیم نصاب کا حصہ ہونی چاہیے؟"

کے موضوع پر یونیورسٹی سطح کے تقریری مقابلوں کا انعقاد کیا

19 دسمبر 2016: محمد علی جناح یونیورسٹی کراچی

29 نومبر 2016: سندھ ایگریکلچر یونیورسٹی ٹنڈو جام

ایچ آر سی پی نے ''انسانیت دوست اقدار کے فروغ اور انتہا پسندی کے خاتمے'' کے لیے پنجاب کے بعض مقامات پر دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا

8،9 دسمبر 2016: عارف والا

13، 14 دسمبر 2016: چیچہ وطنی

15، 16 دسمبر 2016: پاکپتن

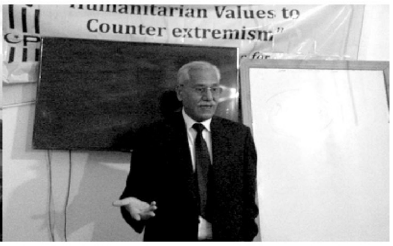

10 دسمبر ...... انسانی حقوق کا عالمی دن

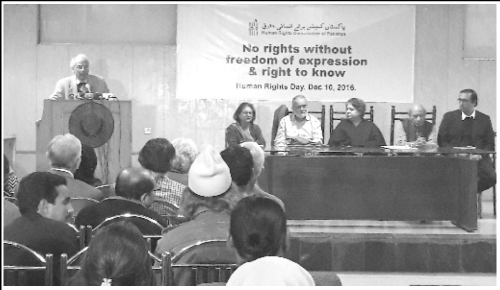

انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ایچ آر سی پی کے کارکنوں
نے ملک بھر میں پُرامن احتجاجی مظاہروں اور سیمینارز کا اہتمام کیا

13-12 دسمبر، لاہور: ''مقامی حکومتوں میں اقلیتی نمائندگی'' کے عنوان پر دوروزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی

16 دسمبر 2016، مظفر گڑھ: ''خواتین پر تشدد'' کے موضوع پر تربیتی نشست کا اہتمام کیا گیا

7 دسمبر 2016: ''مکران کی موجودہ صورت حال'' پر تبادلہ خیال کے لیے ایک تربیتی نشست منعقد کی گئی

فہرست

ایچ آر سی پی کی جاری کردہ پریس ریلیزیں 5

انسانی حقوق خطرات کی زد میں 8

انسانی حقوق کا عالمی دن 9

سچائی اور شفافیت کا خوف 13

کرسمن ٹرین، نیا سال اور خیر کے دوسرے اشارے 14

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس 15

سائنس کی درسی کتابوں میں سائنس پڑھائی جارہی ہے کہ دینیات؟ 25

عدالتی سدھار میں حائل مسائل 26

خودکشی کے واقعات 31

اقدام خودکشی 35

جنسی تشدد کے واقعات 37

میکارتھی ازم کے سائے 40

عورتیں 42

بچے 47

تعلیم 49

قانون نافذ کرنے والے ادارے 51

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط 52

حقِ معلومات کے بغیر اظہار کی آزادی کا حق بے معنی ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر پریس کلب لاہور میں ''حق معلومات کے بغیر اظہار کا حق بے معنی ہے'' کے عنوان پر ایک کانفرنس منعقد کی جس کے مقررین میں محترمہ عاصمہ جہانگیر، ڈاکٹر مہدی حسن، مسٹر احمد رشید، مسٹر سروپ اعجاز اور مسٹر آئی اے رحمان شامل تھے۔ کانفرنس کے بعد پریس کلب کے باہر ایک احتجاجی مظاہرہ بھی کیا گیا۔

مسٹر سروپ اعجاز نے موجودہ قانونی نظام پر روشنی ڈالی جو کہ آئینی لحاظ سے اظہار رائے کی آزادی فراہم کرنے کے باوجود آٹھ استثنائی دفعات کی بدولت مذکورہ حق کی افادیت پر شدید اثر انداز ہوتا ہے۔ انہوں نے آزادی اظہار کے حق پر اثر انداز ہونیوالے دیگر قانونی نقائص اور توہین عدالت پر پائے جانیوالے عدالتی ابہام کا بھی ذکر کیا۔

مسٹر احمد رشید نے میڈیا اور ریاست کے درمیان ابلاغ کے روایتی ذرائع کے خاتمے کے معاملے کی نشاندہی کی۔ سوشل میڈیا کے آلات مثال کے طور پر ٹویٹر پر الفاظ کی حد 140 الفاظ تک محدود ہے جو کہ خبروں کی ترسیل کے لیے زیادہ تر حکومت پر انحصار کا شکار ہیں۔ ان میں شفافیت نہیں پائی جاتی اور معلومات کو جانچنے یا ان پر سوال اٹھانے کی گنجائش موجود نہیں۔ ان ذرائع ابلاغ میں شفافیت کا فقدان شہریوں کے معلومات کے حق کو شدید متاثر کرتا ہے۔ مسٹر احمد رشید نے وزیراعظم کے اس عہد کا ذکر کیا جو انہوں نے صحافیوں کی آزادی کی کمیٹی سے کیا تھا کہ صحافیوں پر تشدد کے تمام واقعات کی تحقیقات کی جائے گی تاہم کسی قسم کی کاروائی نہ کی گئی۔ الٹا، ذرائع ابلاغ کے لیے حالات اور زیادہ بگڑ گئے۔ وزیراعظم نے کوئی پریس کانفرنس بھی نہیں کی تھی۔ مسٹر آئی اے رحمان نے موجودہ گھٹن زدہ ماحول کا ذکر کیا جو کہ کھلے عام اختلاف رائے یا تنقیدی سوچ کے اظہار کے لیے ناسازگار ہے۔ درحقیقت، ریاست معلومات پر پابندیاں عائد کرنے میں اتنی کامیاب ثابت ہوئی ہے کہ زیادہ تر ذرائع ابلاغ اور افراد بڑی تیزی کے ساتھ خودساختہ سنسرشپ کا شکار ہوتے جارہے ہیں یہاں تک کہ اس وقت بھی جب وہ اپنی رائے کا اظہار کھلے عام نہیں بھی کررہے ہوتے۔ ایک جمہوری نظم و نسق کے اندر اس تشویشناک پیش رفت کا ہونا زیادہ باعث تعجب بات ہے۔

مسٹر مہدی حسن نے ذرائع ابلاغ اور اس کے ارتقاء پر روشنی ڈالی۔ نشرواشاعت کے حوالے سے میڈیا میں ادارتی کنٹرول کے فقدان اور خبروں کی گیٹ کیپنگ پر ریاست کا بڑھتا ہوا کنٹرول کوریج کے معیار کو بری طرح متاثر کررہا ہے۔ ذرائع ابلاغ اور اس کی کوریج میں بہت زیادہ پھیلاؤ کے باوجود اس کے مواد کا غیر معیاری ہونا حیران کن امر ہے۔

محترمہ عاصمہ جہانگیر نے ان بنیادی حقوق کی جدوجہد میں تمام شہریوں اور سول سوسائٹی کے کردار پر زور دیتے ہوئے کانفرنس کا اختتام کیا: ایک ایسی جدوجہد جو کہ ایک حقیقی و شفاف جمہوری نظام کے لیے ناگزیر ہے۔ انہوں نے صحافیوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی مزاحمت کی روایت کو بحال کریں اور ایچ آر سی پی سے مطالبہ کیا کہ وہ سال بھر میں صحافیوں پر ہونیوالے حملوں کی مانیٹرنگ کرے اور صحافیوں کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دے۔

صحافیوں میں تقسیم کی گئی ایک تحریر میں ایچ آر سی پی نے کہا: پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی کی موجودہ صورتحال پر شہریوں کو صرف انسانی حقوق کے عالمی دن ہی نہیں بلکہ پورا سال فکر کرنی چاہیئے کیونکہ اظہار رائے کی آزادی پر پابندیوں سے نہ صرف میڈیا یا سول سوسائٹی بلکہ مہذب معاشرے کے ہر فرد کے انسانی حقوق متاثر ہوتے ہیں۔

آج پاکستان میں میڈیا اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کے خلاف دھمکیاں اور ان پر پابندیوں کے باعث ایک جمہوری معاشرہ ان فوائد سے محروم ہوسکتا ہے جو ان کے اقدامات کی بدولت شفافیت، احتساب اور بدعنوانی کے خاتمے کی شکل میں حاصل ہوسکتے ہیں۔ یہ دھمکیاں صرف غیر ریاستی عناصر کی جانب سے ہی نہیں دی جاتی بلکہ کئی دفعہ ریاست کے کارندوں کی جانب سے بھی دھمکیاں موصول ہوتی ہیں۔

صحافیوں، میڈیا کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے محافظین کے خلاف تشدد کے مجرموں کو بدستور سزا سے استثنیٰ حاصل ہے۔ صحافیوں اور حقوق کے محافظین کے خلاف تشدد، جس کا مقصد لوگوں کو خوفزدہ کرکے انہیں خاموش رکھنا اور میڈیا کو خودساختہ سنسرشپ عائد کرنے پر مجبور کرنا ہے، کی مناسب طور پر تحقیقات نہیں کی جارہیں۔ حکام کو چاہیئے کہ وہ صحافیوں اور انسانی حقوق کے محافظین کو تشدد اور ان کے کام سے متعلق خطرات سے تحفظ فراہم کرنے کی ریاستی ذمہ داری کو پورا کریں، تشدد کے متاثرین کو معقول معاوضہ فراہم کریں اور ہدف شدہ حملوں، جبری گمشدگیوں، ماورائے عدالت ہلاکتوں جیسی کاروائیوں کے مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لائیں۔

غیر سرکاری تنظیموں کو بدنام کرنے اور ان کی سرگرمیوں اور اجلاسوں پر من مانی اور انتہائی غیر ضروری پابندیاں انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔ ایسی کارروائیوں کا مقصد ان کی آواز بند کرنا اور انہیں لوگوں کو ان کے حقوق سے آگاہ کرنے اور سرکاری کارروائیوں کے مبہم پہلوؤں کی نشاندہی کرنے سے روکنا ہے۔

یہ بات افسوس ناک اور قابل ملامت ہے کہ پاکستان کے بہت سے حصوں میں شہریوں کو انسانی حقوق اور دیگر متعلقہ معاملات پر بحث کی غرض سے اپنے پرامن اجتماع کے حق کو استعمال کرنے کے لیے حکام سے این او سی حاصل کرنا پڑتا ہے۔ یہ آزادی اظہار کی بھی سنگین خلاف ورزی ہے۔ اگرچہ ایسے رویے شاید ایک آمریت پسند حکومت میں غیر مناسب نہ سمجھے جاتے ہوں تاہم جمہوری معاشرے اس طرح سے کام نہیں کرتے۔

سائبر کرائم جیسے قوانین، جو خلوت میں مداخلت کو جائز قرار دیتے ہیں، اور صحافیوں کا پاکستان کے متعدد علاقوں میں آزادانہ کام یا رپورٹنگ نہ کر پانا آزادی اظہار، جاننے کے حق، اور معلومات تک رسائی اور تشہیر کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔

پیمرا جیسے نگران اداروں کی جانب سے بے قاعدہ اور بے ربط اقدامات اور عدلیہ کی جانب سے توہین عدالت سے متعلق کارروائیاں آزادی اظہار سے متعلق بین الاقوامی معیارات کے مطابق ہونی چاہئیں۔ ایچ آر سی پی اس بات سے آگاہ ہے کہ تناؤ اور غیر مددگار ماحول میں میڈیا بھی اپنے راستے سے بھٹک سکتا ہے اور سنسر شپ اور ایذارسانی کا فریق بن سکتا ہے۔ اگر میڈیا یا اتحاد، ایمانداری اور معقولیت کے اعلیٰ معیار برقرار نہیں رکھتا تو یہ اپنا مقدمہ ہار جائے گا۔ انسانی حقوق کے دن کے موقع پر ایچ آر سی پی معلومات کے حق سے متعلق قوانین کی اہمیت کو بھی اجاگر کرنا چاہتا ہے۔ کمیشن سول سوسائٹی پر زور دیتا ہے کہ وہ اس عہد کے ساتھ اس دن کو منائیں کہ وہ اس حق کے حصول کو یقینی بنائیں گے اور ان قوانین کے موثر استعمال کے ذریعے ان قوانین کی آزمائش اور ان کی فراہم کردہ بنیاد کا دائرہ وسیع کریں گے۔

اقتدار میں موجود لوگوں میں ان نظریات کے حوالے سے عدم رواداری پائی جاتی ہے جن سے وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ آج پاکستان کو، پہلے سے کہیں زیادہ، میکارتھی ازم سے تحفظ فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 10 دسمبر 2016]

حکومت سے پاکستان کے انسانی حقوق کے ریکارڈ سے متعلق اقوام متحدہ کی کمیٹی کے سوالات کا جواب دینے کا مطالبہ

اقوام متحدہ کی انسانی حقوق سے متعلق کمیٹی کی جانب سے حال ہی میں ایک دستاویز کی منظوری کے بعد، جس میں اس نے پاکستان کے انسانی حقوق کے ریکارڈ کے بارے میں متعدد تحفظات کا اظہار کیا ہے، ماہرین قانون کے بین الاقوامی کمیشن (آئی سی جے) اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے آج پاکستانی حکام پر زور دیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق سے متعلق کمیٹی کے سوالوں کا جامع طور پر جواب دیتے ہوئے اس کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔

آئی سی جے ایشیا کے ڈائریکٹر سام ظریفی نے کہا کہ ''پاکستان نے حالیہ سالوں میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق سے متعلق طریق ہائے کار کے حوالے سے بہتر کارکردگی دکھائی ہے جو ایک حوصلہ افزا بات ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ حکومت محض اسی پر اکتفا نہ کرے بلکہ وہ مزید تعمیری اقدام کرتے ہوئے کمیٹی کے سوالوں کا سچائی اور ایمانداری سے جواب دے۔''

انسانی حقوق سے متعلق کمیٹی نے نومبر 2016ء میں اپنے 118ویں اجلاس میں ''معاملات کی فہرست'' نامی دستاویز کی منظوری دی تھی جو پاکستان کی جانب سے شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق (آئی سی سی پی آر) پر عملدرآمد سے متعلق تھی۔ اس دستاویز میں کمیٹی نے ملک کے انسانی حقوق کے ریکارڈ کے بارے میں متعدد سوالات پوچھے تھے جو درج ذیل ہیں:

- ☆ اکیسویں آئینی ترمیم کی منظوری کے بعد فوجی عدالتوں کے توسیعی دائرہ اختیار کے نتیجے میں شفاف قانونی کارروائی سے متعلق پائے جانے والے تحفظات، بشمول فوجی عدالتوں میں چلنے والے مقدمات کے انتخاب کا معیار اور طریقہ، ان عدالتوں اور ان کی کارروائیوں کی سربراہی کرنے والے ججوں کی اہلیت کا معیار؛
- ☆ سزائے موت کا دوبارہ آغاز اور اس کے اطلاق کے دائرہ کار میں اضافہ، بشمول ''توہین مذہب'' کے لیے سزائے موت کو لازمی قرار دینا؛
- ☆ ''توہین مذہب'' سے متعلق جرائم کی وسیع اور مبہم تعریف، مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے خلاف ان کا غیر متناسب استعمال؛ غلط الزامات کی بنیاد پر ''توہین مذہب'' کے بڑی تعداد میں درج کیے گئے مقدمات؛ اور ''توہین مذہب'' کے مقدمات کی سماعت کرنے والے ججوں اور توہین مذہب کے ملزمان کو دھمکیوں اور خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے طریق ہائے کار کا فقدان؛
- ☆ احمدیوں کے حقوق، بشمول ان کا کسی مداخلت کے بغیر اپنے مذہب پر یقین رکھنے، عمل کرنے اور اسے مشتہر کرنے کا حق؛
- ☆ افغان مہاجرین کی وطن واپسی، بشمول مہاجرین سے متعلق مجوزہ قانون کی منظوری سے متعلق معلومات اور افغان شہریوں کی رضاکارانہ وطن واپسی اور انصرام سے متعلق جامع پالیسی؛
- ☆ خواتین کے حقوق، بشمول خواتین کے خلاف متواتر تشدد (جنسی اور دیگر) اور نام نہاد غیرت کے نام پر ہونے والی ہلاکتوں کی روک تھام اور مجرموں کو سزائیں دینے کے لیے حکومت کی جانب سے کیے گئے اقدامات؛
- ☆ ایذارسانی اور دیگر ناروا سلوک، ماورائے عدالت ہلاکتیں، اور جبری گمشدگیاں، بشمول محبت شاہ کیس، جس میں سپریم کورٹ نے فوجی حکام کو ملاکنڈ کے ایک حراستی مرکز سے کم از کم 28 افراد کی جبری گمشدگی کا ذمہ دار قرار دیا تھا، اس بارے میں سپریم کورٹ کی جانب سے دیے گئے فیصلے پر عملدرآمد کے لیے حکومت کی جانب سے کیے گئے اقدامات۔

2010ء میں پاکستان نے میثاق توثیق کی تھی اور اس کے بعد سے اب تک ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے پاکستان کے انسانی حقوق کے ریکارڈ پر نظرثانی کی ہے۔ کمیٹی برائے انسانی حقوق اس امر کا جائزہ لیتی ہے کہ آیا عالمی میثاق برائے شہری و سیاسی حقوق کی فریق ریاستیں اس میثاق پر عملدرآمد کر رہی ہیں یا نہیں۔

نظرثانی کے عمل کا اگلا مرحلہ یہ ہوگا کہ پاکستان کو معاملات کی فہرست میں درج سوالات کے جوابات دینا ہوں گے۔ کمیٹی برائے انسانی حقوق جولائی 2017ء میں پاکستان کی طرف سے آئی سی سی پی آر پر عملدرآمد کا جامع جائزہ لے گی اور نتیجہ خیز مشاہدات تشکیل دے گی۔

ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل، آئی اے رحمٰن نے کہا ''پاکستان کے لیے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ وہ کمیٹی کے تحفظات دور کرنے کی سنجیدہ کوششیں کر کے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے نظام کا حصہ بنے اور اس سے مستفید ہو۔

رابطہ
آئی۔اے۔رحمٰن، ایچ آر سی پی (لاہور)؛ ای میل
iar@hrcp-web.org
سام ظریفی، آئی سی جے ایشیا پیسفک ریجنل ڈائریکٹر (بنکاک)،
ٹیلی فون: +66807819002
ای میل: sam.zarif@icj.org

پس منظر

پاکستان نے جون 2010ء میں میثاق برائے شہری

وسیاسی حقوق (آئی سی سی پی آر) کی توثیق کی تھی۔توثیق کے بعد، ہرفریق ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ابتدائی رپورٹ پیش کرے جسے ''ریاستی رپورٹ'' کہا جاتا ہے۔اس میں میثاق کی ہرشق کی پاسداری کے حوالے سے معلومات موجود ہوتی ہے۔ پاکستان نے اکتوبر 2015ء میں کمیٹی برائے انسانی حقوق کواپنی ابتدائی رپورٹ پیش کی تھی۔

کمیٹی برائے انسانی حقوق ریاستی رپورٹ میں درج معلومات، نیز سول سوسائٹی کی طرف سے فراہم کردہ رپورٹ کی روشنی میں معاملات کی فہرست مرتب کرتی ہے جس میں کمیٹی کی نظر میں اہم معاملات شامل ہوتے ہیں۔

کمیٹی ان اہم معاملات کے حوالے سے ریاست سے سوالات بھی کرتی ہے۔فریق ریاست کی طرف سے ان سوالات کے جوابات، نیز سول سوسائٹی اور دیگر اطراف سے حاصل ہونے والے معلومات ریاست کی طرف سے معاہدے کی پاسداری کی ''نظرثانی'' کی بنیاد ہوتے ہیں۔

ریاست نظرثانی کے عمل سے قبل معاملات کی فہرست کا جواب دینے کی پابند نہیں ہے لیکن زیادہ تر ریاستیں عملی طور پر ایسا کرتی ہیں۔ریاست کے جوابات نظرثانی کے آغاز میں پیش کیے جاتے ہیں اور یہ کمیٹی اور زیرجائزہ ریاست کے درمیان باہمی گفت وشنید کا نقطہ آغاز ہوتے ہیں۔

نظرثانی کے دوران کمیٹی ان ریاستی نمائندوں سے ملاقات کرتی ہے جو معاملات کی فہرست کے جوابات جمع کراتے ہیں اور جو کمیٹی کے سوالات کا جواب دیتے ہیں۔اجلاس کے اختتام پر کمیٹی اختتامی مشاہدات مرتب کرتی ہے جن میں کمیٹی کے تحفظات کی نشاندہی کی جاتی ہے اور آئی سی سی پی آر پر عملدرآمد میں بہتری سے متعلق ریاست کوسفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

پاکستان کی جانب سے آئی سی سی پی آر پرعملدرآمد کی نظرثانی جولائی 2017ء میں کی جائے گی۔

''معاملات کی فہرست'' کی پی ڈی ایف کاپی منسلک ہے اور یہ

http://tbinternet.ohchr.org/_layouts/treatybodyexternal/Download.aspx?symbolno=CCPR%2fC%2fPAK%2fQ%2f1&Lang=en

پردستیاب ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔13دسمبر2016]

ربوہ میں پولیس کے چھاپے، احمدیوں کی عبادت گاہ پر حملے کی تحقیقات کی جائیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے سکیورٹی اہلکاروں اور پرتشدد مذہبی عناصر دونوں کی جانب سے احمدیوں شہریوں کے ساتھ کیے جانے والے ناروا سلوک پرسخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔کمیشن نے ربوہ میں پولیس کے چھاپے اور چکوال میں احمدیوں کی عبادت گاہ پر حملے کی مکمل تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔بدھ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا:''ایچ آرسی پی کو چکوال میں ایک ہجوم کی جانب سے احمدیوں کی ایک عبادت گاہ پر حملے اور 5دسمبر کو پنجاب شعبہ انسداد دہشت گردی (سی ٹی ڈی) کی جانب سے ربوہ میں احمدی برادری کے اشاعتی دفاتر پر بظاہر غیر قانونی چھاپوں پرسخت تشویش ہے۔

''ربوہ میں احمدیوں کے اشاعتی دفاتر پر سی ٹی ڈی کا چھاپہ لاہور ہائی کورٹ (ایل ایچ سی) کے اس حکم کی خلاف ورزی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ ''درخواست گزار کے خلاف کوئی بھی جابرانہ کارروائی نہیں کی جائے گی''۔ ایچ آرسی پی کی معلومات کے مطابق یہ معاملہ زیرسماعت ہے اورکوئی نیا حکم جاری نہیں کیا گیا۔

''ایچ آرسی پی کوموصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق بظاہر سی ٹی ڈی کے پاس اس چھاپے کا کوئی وارنٹ نہیں تھا متواتر درخواستوں کے باوجود وارنٹ پیش نہیں کیا گیا۔سی ٹی ڈی کے اہلکار لیپ ٹاپ اور ڈیسک ٹاپ کمپیوٹر، موبائل فون، دفتر کی دستاویزات اور کتابیں اٹھا کرلے گئے جن کی انہوں نے رسید بھی نہیں دی۔گرفتار کیے گئے چار افراد کو زدوکوب کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔سی ٹی ڈی کو اس بات کی وضاحت کرنا ہوگی کہ پرامن اور غیرمسلح شہریوں کے ساتھ سختی برتنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور گرفتار کیے گئے افراد سے بدسلوکی کیوں کی گئی؟

''بدقسمتی سے چکوال میں احمدیوں کی عبادت گاہ پرحملہ کوئی نئی بات نہیں۔ایک بڑے ہجوم نے عبادت گاہ، جس میں متعدد عبادت گزار موجود تھے، کو گھیرے میں لے لیا۔عبادت گزار عمارت میں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے جس کے بعد ہجوم نے عمارت کو آگ لگادی اور فرنیچر کو نقصان پہنچایا۔ایک عبادت گزار ہارٹ اٹیک کے باعث جاں بحق ہوگیا۔

''پولیس نے جائے وقوعہ پرپہنچ کرعمارت کوسیل کردیا۔ ایسی کارروائی ماضی میں بھی دیکھنے میں آئی ہے۔مختصراً، احمدی برادری اپنی عبادت گاہ سے محروم ہوگئی ہے۔

''یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے کہ پولیس عبادت گاہ کا تحفظ نہ کرسکی۔یہ بات ناقابل قبول ہے کہ پولیس کا کردار انتشار پسندوں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ہجوم کومنتشر کرنے تک ہی محدود رہتا ہے۔

''یہ دونوں واقعات آئین اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے تحت شہریوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے میں حکام کی ناکامی کو ظاہر کرتے ہیں۔اس سے بھی زیادہ مایوس کن بات یہ ہے کہ ایسی عدم تعلق کا مظاہرہ ریاست کے کارندے کرتے ہیں۔ایچ آرسی پی مطالبہ کرتا ہے کہ ربوہ پر چھاپے اور اس بات کی تحقیقات کی جائیں کہ آیا احمدیوں کے خلاف اپنائے گئے سخت گیر حربے اعلیٰ افسران کی ہدایات کا حصہ تھے یا پھر چھاپہ مارٹیم نے اپنے طور پر یہ کارروائی کی۔

''چکوال میں عبادت گاہ پر ہجوم کے حملے کی الگ تحقیقات کی جائیں اور یہ پتا لگایا جائے کہ حملے کے پیچھے کون سے محرکات تھے اور ایسے کون سے اقدامات کیے جاسکتے تھے جن سے احمدی اپنی ایک اورعبادت گاہ سے محروم نہ ہوتے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔14دسمبر2016]

پنجاب کی مقامی حکومت کے اقلیتی نمائندوں کا بلاواسطہ انتخابات کا مطالبہ

پنجاب کے مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے مقامی حکومت کے منتخب نمائندوں نے حکومت کی ہرسطح پر اقلیتی نمائندوں کے بلاواسطہ انتخابات کا مطالبہ کیا ہے۔اس بنیادی مطالبے کا اظہار انہوں نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) کی جانب سے ''مقامی حکومتوں میں اقلیتوں کی شرکت'' کے موضوع پر منعقد کردہ ایک دوروزہ ورکشاپ کے اختتام پر کیا۔

ورکشاپ میں بہاولپور، رحیم یارخان، لاہور اور سرگودھا سے حال ہی میں منتخب ہونے والے اقلیتی کونسلروں نے شرکت کی۔انہوں یہ تجویز بھی دی کہ تمام اختیارات جو اس وقت ضلعی کوآرڈینیشن افسر کے پاس ہیں فوری طور پر ضلعی چیئرمین کو منتقل کیے جائیں تاکہ مقامی حکومت موثر طور پر کام کرسکے۔

انہوں نے سفارش کی کہ مقامی حکومت کے موثر کردار اور حکومت کے مختلف شعبوں کے مابین بہتر تعاون کے لیے سیاسی جماعتوں کو اپنے صوبائی اور قومی ارکان اسمبلی کو اس بات کا پابند کرنا چاہئے کہ وہ ضلعی سطح پر پارٹیوں کے سیکریٹریٹ میں مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے مقامی حکومت کے نمائندوں کے ساتھ باقاعدگی سے مشاورت کریں اور ان کی تمام سفارشات پرعمل کریں۔

قبرستانوں اور عبادت گاہوں کی کمی کے باعث اقلیتوں کو درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے سفارش کی کہ مقامی حکومت کو ضلعی سطح پر عبادت گاہوں اور قبرستانوں کے لیے زمین مختص کرنے کا اختیار ہو۔اس کے علاوہ انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ اقلیتوں کی وہ عبادت گاہیں جو غیر قانونی قبضے میں ہیں انہیں بلاتاخیر بازیاب کرایا جائے۔

اقلیتوں کوفلاحی فنڈز کے حصول میں درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے سفارش کی کہ بیت المال ایسے ضلعی فلاحی اداروں کو اقلیتی نمائندوں کی مشاورت سے فنڈز جاری کیے جائیں تاکہ ان برادریوں کو بھی فلاحی فنڈز تک رسائی ہو۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔16دسمبر2016]

انسانی حقوق خطرات کی زد میں

آئی۔ اے۔ رحمن

10 دسمبر کو پاکستان کے عوام دنیا بھر کے لوگوں کے ساتھ انسانی حقوق کا دن منائیں گے۔ حکومت بھی اس حوالے سے بیان بازی کر کے اس میں اپنا حصہ ڈالے گی۔ ایمانداری کا تقاضا تو یہ ہے کہ حکومت اپنے اندر جھانک کر دیکھے کیونکہ انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان کو انتہائی سنجیدہ خطرات کا سامنا ہے۔

کچھ عرصے سے ہمارے ہاں سب سے بنیادی انسانی حق یعنی زندہ رہنے کے حق، آزادی اور زندگی کی ضمانت کے حق کو انتہائی خطرے کا سامنا ہے۔ اور اس خطرے کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بہت سے واقعات نے ثابت کیا ہے کہ سزائے موت کے خاتمے کے لیے شعوری سطح پر بحث مباحثہ کیے بغیر سزائے موت پر عملدرآمد کو نہ روکنے کا حکومتی اقدام ہٹ دھرمی کے مترادف تھا۔ چند روز قبل عدالت عظمٰی نے ایک ایسے شخص کو رہا کیا جو جیل میں گیارہ برس گزار چکا تھا۔ اس کو سیشن کورٹ نے ایک دیہاتی کو قتل کرنے کے الزام میں دسمبر 2005ء میں سزائے موت سنائی تھی۔ ہائی کورٹ نے اس کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا تھا۔ سپریم کورٹ نے ٹرائل کورٹ میں پیش کی گئی شہادت کو مسترد کر دیا اور اس کو رہا کر دیا۔ اس سے چند روز قبل اسی عدالت نے ایک ایسے شخص کو رہا کیا جس نے 1992ء میں ہونے والے ایک قتل کے سلسلے میں بیس برس جیل میں گزار دیے تھے۔

ان دونوں واقعات سے زیادہ تکلیف دہ کہانی ان دو بھائیوں کی ہے جنہیں 2002ء میں ہونے والے قتل کے ایک مقدمے میں اکتوبر 2015ء میں پھانسی دے دی گئی تھی لیکن سپریم کورٹ نے ان کو 2016ء کے آخری مہینوں میں بے گناہ قرار دے دیا تھا۔ پھانسی کے اس آخری واقعہ سے اس استدلال کو تقویت ملتی ہے کہ چونکہ پھانسی کی سزا غیر متبدل عمل ہوتا ہے، اس عمل کو واپس نہیں لیا جا سکتا اس لیے سزائے موت کا خاتمہ ضروری ہے۔ ان واقعات نے پھانسی پر عملدرآمد کرانے والی انتظامیہ کی کارکردگی پر بھی سوالیہ نشان لگا دیئے ہیں جس نے دو افراد کو اس وقت پھانسی پر لٹکا دیا جب ابھی ان کی اپیل زیر سماعت تھی۔ اس اقدام کو اگر قانون کے نام پر قتل نہ بھی کہا جائے تو اسے غفلت یا لاپروائی کی بنا پر قتل ضرور قرار دیا جائے گا اور کیا اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کا محاسبہ کیا گیا؟ اور کیا ہمارے ارباب اختیار نے اس حوالے سے کوئی اقدامات کئے ہیں تاکہ ایسے واقعات کا اعادہ نہ ہو سکے۔ یہ واقعات انتہائی مناسب اقدام کا تقاضا کرتے ہیں۔

یہ تینوں واقعات قانون کی تاخیر جیسے دائمی موضوع یا معاملے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اگرچہ قتل کے مقدمات کی سماعت تیزی سے کی جا رہی ہے، اس مقصد کے لیے انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتیں بھی قائم کر دی گئی ہیں لیکن ایسے لگتا ہے جیسے اپیل کی سطح پر قتل کے مقدمات کے بلاتاخیر تصفیے کو یقینی بنانے کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔ اس معاملے پر توجہ دینے کی ضرورت واضح ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ قتل کے کچھ مقدمات میں انصاف کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ مذہب کی توہین یا دہشت گردی کے حوالے سے جن لوگوں پر مقدمات چلائے جا رہے ہیں، شفاف طریقے سے ان مقدمات کی سماعت مشکل ہوتی چلی جا رہی ہے، عدالتیں اور وکلاء دونوں ہی بے خوف وخطر طریقے سے اپنے فرائض سرانجام دینے سے خوفزدہ ہیں۔ مزید برآں، دہشت گردی کے مقدمات کی سماعت کے لئے دو سال کے لئے جو فوجی عدالتیں قائم کی گئی تھیں، ان کی میعاد اگلے ماہ کی ابتدا میں ختم ہو جائے گی اور امید ہی کی جا سکتی ہے کہ عدلیہ کی آزادی اور وقار سے انحراف جو کہ غیر صحت مندانہ اور غیر ضروری رجحان ہے، کی مزید توسیع نہیں کی جائے گی۔

> کچھ عرصے سے ہمارے ہاں سب سے بنیادی انسانی حق یعنی زندہ رہنے کے حق، آزادی اور زندگی کی ضمانت کے حق کو انتہائی خطرے کا سامنا ہے۔ اور اس خطرے کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ایک اور بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ صرف قانون کی کمزور تشریح ہی زندہ رہنے کے حق کے لئے خطرہ نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بڑا خطرہ ماورائے قانون مار دینے کا تسلسل ہے۔ شہریوں کو نام نہاد پولیس مقابلوں میں مار دیا جاتا ہے اور حکومت عدالتی سطح پر ایسے واقعات کی تحقیقات کرانے کا اپنا فرض پورا نہیں کرتی اور اگر کبھی کوئی تحقیقات کرا بھی دی جائیں تو یہ رسمی کارروائی سے زیادہ نہیں ہوتی اور اس کے نتائج عام طور پر لوگوں تک نہیں پہنچائے جاتے۔

جبری گمشدہ افراد کی لاشوں کی بازیابی کی تحقیقات کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جبری گمشدگیوں کے تحقیقاتی کمیشن کی حالیہ ماہانہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ کراچی کے علاقے لیاری سے تعلق رکھنے والا نصیر جو مئی 2015ء سے گمشدہ تھے، کو ایک مقابلے میں مار دیا گیا تھا۔ کورنگی کراچی کے پرویز (جو دسمبر 2014ء میں گم ہوا) کی لاش ملی تھی۔ رپورٹ کے مطابق پشاور کے خان واحد (مئی 2015ء میں غائب ہوئے تھے) کو بھی پولیس مقابلے میں مار دیا گیا تھا۔ راولپنڈی کے حارث کا مقدر بھی ایسی ہی موت تھی، وہ اپریل 2016ء سے غائب تھے۔

کیا ریاست یہ بتانے کی ذمہ داری اور فرض سے ماورا ہو چکی ہے کہ ان لوگوں کو کیوں اور کیسے ان کے زندہ رہنے کے حق سے محروم کر دیا گیا؟ جہاں تک سوچنے اور بولنے کے اختیار اور حق کا تعلق ہے، تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ جبری طور پر گمشدہ افراد کے مقدمات ایک عزم کے ساتھ نمٹائے۔ وقت آ چکا ہے کہ غیر قانونی اور استبدادی حراست اور بندش کو روکا جائے اور بغیر سماعت کے نظر بندی کے عرصے کو سکیورٹی کے نام پر توسیع دینے کے معاملے پر نظر ثانی کی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ قومی تحفظ کو درپیش خطرات کے نام پر بہترین حکومتیں بھی قانونی طریقۂ کار اختیار نہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اس حوالے سے جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ان میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ماہرین قانون میں اس بات پر اتفاق رائے پیدا ہو رہا ہے کہ بیرونی جارحیت قومی تحفظ کے لیے واحد چیلنج ہوتا ہے جو بنیادی حقوق کی تخفیف کا تسلی بخش جواز بن سکتا ہے۔ دوسری یہ کہ اس بات کو یقینی بنایا جانا چاہئے کہ ہنگامی اقدامات کم سے کم مدت کے لیے ہوں۔ لیکن پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے لگتا ہے کہ ہنگامی شقوں کے اطلاق میں راست بازی سے کام نہیں لیا جا رہا۔

ایک عرصہ تک حکومت کے ایجنڈے میں فرد کی آزادی پر عائد پابندیوں کی مختلف شکلیں موجود رہیں۔ نظر بندی مراکز میں نظر بندی کے جو حالات تھے، وہ ایکشنز ان ایڈ آف سول پاور ریگولیشن کے تحت پیدا کئے گئے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی جانچ پڑتال کی جائے۔ اڈیالہ II، میں جو کچھ ہوا، وہ سب کے سامنے ہے۔ اس معاملے میں تو سپریم کورٹ کے فیصلے کی مزاحمت کی گئی اور نظر بندوں کو چند سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اُس کی کوششوں کو درخور اعتنا ہی نہ سمجھا گیا۔ یہ شکایات کہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں آواران، بلوچستان کے لوگوں کو امداد مہیا نہیں کر سکتیں، اگر درست نہیں تو ان کی تردید آنی چاہئے۔

زندگی کے تحفظ کو جس خطرے کا سامنا ہے، اس کے بارے میں زیادہ کہنے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کہ اخباروں کی شہہ سرخیوں میں اور ٹی وی چینلز پر تسلسل کے ساتھ چلنے والے فیچرز میں اس حوالے سے ہر روز کافی کچھ ہوتا ہے۔ ان خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی کو درپیش خطرات میں نہ صرف یہ کہ اضافہ ہوا ہے بلکہ لوگوں کو قتل کرنے کے مزید بہیمانہ اور نئے طریقے بھی سامنے آ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی اتنی ہی تکلیف دہ ہے کہ ہماری خواتین مردوں کی نسبت زیادہ غیر محفوظ اور عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ امیروں کی نسبت غریب لوگ اور مسلمانوں کی نسبت غیر مسلم لوگ زیادہ غیر محفوظ ہیں۔ اس حوالے سے قانون کی موثر عملداری کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے کہ انفرادی سطح پر لوگوں کی سکیورٹی کو جس خطرے کا سامنا ہے وہ محض تبلیغ کے ذریعے ختم نہیں ہوگا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ حکومت کو واضح طور پر یہ ادراک ہونا چاہیے کہ اظہار رائے اور معلومات کے حق پر حملوں کے باعث لوگوں کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کی حکومتی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ عوام کی یہ اہلیت بھی متاثر ہو رہی ہے کہ وہ اپنی تکلیفوں کا اظہار واضح طور پر کر سکیں۔ یہ حملے مختلف ضابطوں اور کوششوں کے ذریعے ایجنسیوں کو لامحدود اختیارات دینے اور حق معلومات کے بل کو محض اشک شوئی کے طور پر قانون کی شکل دینے کی کوشش کے ذریعے کیے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی خفیہ طور پر اور اعلانیہ طور پر بھی بہت کچھ کیا جا رہا ہے جس کا مقصد نہ صرف مخالف آواز کو خاموش کرنا ہے بلکہ قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے متبادل تجویز کرنے والے رپورٹروں کی آواز کو دبانا بھی ہے۔

انسانی حقوق کی صورتحال کے بارے میں پُرامید ہونے سے قبل باہمت اور حوصلہ مندانہ اقدامات کرنا ہوں گے۔

(انگریزی سے ترجمہ۔ بشکریہ ڈان)

انسانی حقوق کا عالمی دن

حیدرآباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ٹاسک فورس حیدرآباد کی جانب سے 10 دسمبر کو انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر اشوتھاما، پروفیسر مشتاق میرانی، پروفیسر امداد چانڈیو، ذوالفقار ہالیپوٹہ، تاج مری، سحر رضوی، فریدہ چنا، اصغر لغاری، مصطفیٰ میرانی، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان حیدرآباد کے کارکنان لالہ عبدالحلیم شیخ، نقیب کھیڑو، جمیل الرحمان ایڈووکیٹ، عمران ظفر ایڈووکیٹ، بوٹا امتیاز مسیح، جیسن مسرت شاہ، غفرانہ آرائیں، فرزانہ پنھور، لال خان، معشوق علی بھڑگڑی سمیت خواتین، وکلاء، صحافیوں، ہاریوں اور شہریوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ریلی اولڈ کیمپس سے ہوتی ہوئی پریس کلب پہنچی۔ ریلی کے شرکاء کے ہاتھوں میں موجود پلے کارڈز اور بینروں پر ملک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر اظہار تشویش اور عورتوں، بچوں اور مذہبی اقلیتوں سے زیادتیوں کے خلاف نعرے درج تھے۔ ریلی کے شرکاء مزدوروں اور کسانوں کی حمایت اور جاگیرداری نظام، بیروزگاری اور ٹھیکیداری نظام کے خلاف نعرے بازی کررہے تھے اور وہ مجرموں کو سزائیں دینے کے مطالبات بھی کررہے تھے۔ شرکاء سیاسی کارکنان کے خلاف جھوٹے مقدمات اور جعلی پولیس مقابلے میں قتل عام بند کرنے کا بھی مطالبہ کررہے تھے۔ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے ایچ آر سی پی کے ڈاکٹر اشوتھاما اور دیگر مقررین نے کہا کہ ملک میں اظہار کی آزادی پر پابندی کا مطلب حکمرانوں، مجرموں اور مافیا پر ہونے والی تنقید کو روکنا ہے۔ اس مقصد کے لیے سائبر کرائم جیسے انسانی حقوق مخالف قوانین بنائے جارہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ہر سال کی طرح اس سال بھی ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے یہ دن منایا جارہا ہے جس کا مقصد ارباب اختیار اور بین الاقوامی دنیا کو انسانی حقوق کی طرف متوجہ کرنا ہے، اس سال ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے اظہار کی آزادی پر عائد کردہ پابندیوں اور پالیسیوں کو منظر عام پر لانا ہے۔ انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان سمجھتا ہے کہ میڈیا اور سول سوسائٹی پر حملہ اصل میں حکومت پر ہونے والی تنقید پر حملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیاسی سماجی تنظیموں کو اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے سنجیدگی سے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ صحافی رہنماؤں نے کہا کہ پاکستان صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنان کے لیے بین الاقوامی طور پر خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا ہاؤسز کو تحفظ فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اور حادثات کے شکار صحافیوں کی امداد کرنے کے لیے قانون سازی کی جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

جھنگ ایچ آر سی پی کور گروپ جھنگ نے 10 دسمبر کو انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر انجم القمر فاؤنڈیشن کے اشتراک سے ایک خصوصی نشست بعنوان 'سب انسان برابر ہیں، سب کے حقوق برابر ہیں' کا اہتمام کیا۔ اس خصوصی نشست کے آغاز پر سکول کے ڈپٹی ہیڈ ماسٹر ملک محمد عرفان

> ملک میں اظہار کی آزادی پر پابندی کا مطلب حکمرانوں، مجرموں اور مافیا پر ہونے والی تنقید کو روکنا ہے۔ اس مقصد کے لیے سائبر کرائم جیسے انسانی حقوق مخالف قوانین بنائے جارہے ہیں۔ انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ہر سال کی طرح اس سال بھی ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے یہ دن منایا جارہا ہے جس کا مقصد ارباب اختیار اور بین الاقوامی دنیا کو انسانی حقوق کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نے کہا کہ آج پوری دنیا انسانی حقوق کا دن منا رہی ہے۔ یہ دن آج کیوں منایا جاتا ہے۔ اس کی کیا اہمیت ہے؟ اس پر بات کرنے کے لیے ہم انسانی حقوق کمیشن کے سرگرم کارکن قمر زیدی کو یہاں آنے اور اس موضوع پر بات کرنے کی دعوت دی۔ کور گروپ کے رابطہ کار قمر زیدی نے کہا کہ دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے دوران ہی دنیا کو احساس ہوگیا تھا کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ یہ تو بذات خود ایک مسئلہ ہے جس سے پوری دنیا بے شمار مسائل کا شکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگ کے نتیجے میں کروڑوں افراد ہلاک جبکہ لاکھوں زخمی ہوئے۔ اس احساس کے بعد اکتوبر 1945ء میں اقوام متحدہ کے نام سے ایک عالمی ادارہ تشکیل دیا گیا جس کا بنیادی مقصد دنیا کو جنگ سے بچانا اور مستقل امن کا قیام قرار پایا۔ اقوام متحدہ نے اپنے قیام کے بعد انسان کے بنیادی حقوق پوری دنیا کے ممالک کے اشتراک سے طے کرکے ایک اعلامیہ کی صورت میں 10 دسمبر 1948ء کو جاری کیے جسے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ بھی کہا جاتا ہے اور انسانی حقوق کا منشور بھی۔ انگریزی میں اس کو Universal Declaraion of Human Rights کہا جاتا ہے۔ 10 دسمبر کو دنیا بھر کے وہ ممالک جو اقوام متحدہ کے ممبر تھے انہوں نے اس پر دستخط کیے۔ پاکستان نے 1948ء میں اس دستاویز پر دستخط کرکے یہ تسلیم کیا کہ 'مفت پرائمری تعلیم ہر بچے کا بنیادی انسانی حق ہے' لیکن ہم نے 2010ء تک مفت پرائمری تعلیم کے حق کو اپنے آئین میں شامل نہ کیا ہے۔ اب عملی صورت حال یہ ہے کہ ملک میں سکول جانے والی عمر کے آدھے سے زائد بچے سکولوں سے باہر ہیں جبکہ دوسری طرف صحت کو آج بھی آئینی طور پر شہری کا حق اور ریاست کی ذمہ داری کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ یہ کہ ریاست کے تمام شہری حقوق کے اعتبار سے برابر ہوں گے۔ ہم نے عالمی سطح پر اور تسلیم کیا لیکن ملکی آئین میں ہم نے سربراہ ریاست اور سربراہ حکومت کے عہدہ کے لیے تمام غیر مسلم شہریوں کو مذہب کی بنیاد پر نااہل قرار دے دیا۔ پرامن۔ غریبوں کے بچوں کے لیے سکول نہیں ہیں، سکول ہیں تو اس کی چاردیواری نہیں ہے۔ مہذب اقوام اسی قوم کو کہتے ہیں جو امن پسند، قانون پسند، انصاف پسند ہوتی ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم انسانی حقوق کی بات کریں۔ انسانی حقوق کی تعلیم حاصل کریں۔ انسانی حقوق کا احترام کریں۔

(قمر زیدی)

تربت انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر 10 دسمبر 2016 کو ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران اور ایس پی او تربت کے زیر اہتمام ایس پی او تربت کے ملا فاضل ہال میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں خواتین و حضرات کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ نظامت کے فرائض ایچ آر سی پی کی سرگرم خاتون کارکن محترمہ شازیہ اختر نے سرانجام دیئے۔ جبکہ مقررین میں عبدالمجید دشتی ایڈووکیٹ، ڈاکٹر تاج بلوچ، محمد کریم گچکی، لیکچرار گلاب احمد، حاجی فدا حسین دشتی، اور غنی پرواز شامل تھے۔ طارق مسعود نے نوشین قمبرانی کا ایک اردو نغمہ پیش کیا۔

سب سے پہلے شازیہ اختر نے ''انسانی حقوق کے عالمی دن اور موجودہ سیمینار'' کا ایک مختصر تعارف پیش کیا۔ پھر عبدالمجید دشتی ایڈووکیٹ نے ''انسانی حقوق قوانین کی روشنی

میں'' کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر تاج بلوچ نے ''انسانی حقوق اور علاقے کے نفسیاتی مسائل'' کے موضوع پر، محمد کریم گچکی نے ''انسانی حقوق اور علاقے کے سیاسی مسائل'' کے موضوع پر، لیکچرار گلاب احمد نے ''انسانی حقوق اور ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں'' کے موضوع پر، اور غنی پرواز نے ''مکران میں انسانی حقوق کی صورتحال کا ایک مختصر جائزہ'' کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مقررین کا کہنا تھا کہ انسانی حقوق معاشرتی زندگی کی وہ شرائط ہوتی ہیں جن کے حصول کی صورت میں ہی انسان اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرسکتا ہے بصورت دیگر وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی نہیں کرسکتا۔ 1946 میں جب اقوام متحدہ نے ایک 18 رکنی انسانی حقوق کمیشن تشکیل دیا، تو اس خوبصورت خواب کی تعبیر نظر آنے لگی۔ اس کمیشن نے 1947 میں اپنے پہلے اجلاس کے دوران انسانی حقوق کے بارے میں اپنی سفارشات مرتب کیں۔ اور پھر 10 دسمبر 1948 میں اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا عالمی منشور منظور کرلیا جو 30 دفعات پر مشتمل ہے۔ عالمی منشور کی منظوری کے بعد اقوام متحدہ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ یہ منشور تمام ممبر ممالک کے دساتیر میں بھی شامل کیا جائے اور تعلیمی نصاب میں بھی۔ اور بعد کے مختلف ادوار میں پسماندہ طبقات کے خصوصی حقوق کے لئے یا تو متعلقہ معاہدے کئے گئے، یا قواعد وضوابط طے کئے گئے اور اس طرح بچوں، خواتین، قیدیوں، مذہبی اقلیتوں، محنت کشوں اور مہاجروں کے خصوصی حقوق بھی تحریری شکل میں مرتب کیے گئے۔

اگر ان تمام دستاویزات کی روشنی میں عموماً بلوچستان اور خصوصاً مکران کی سطح پر بعض بنیادی نکات کا مختصر جائزہ لیا جائے تو شاید یہ صورتحال سامنے آئے: زندگی کا حق یہاں کے لوگوں کو مکمل طور پر حاصل نہیں ہے۔ پہلے تو یہاں آزادی پسندی کے الزام پر انفرادی یا گروہی صورت میں لوگوں کو جبری طور پر اغوا کرکے لاپتہ کیا جاتا تھا اور ان میں سے بعض کو ہلاک کرکے ان کی لاشیں مسخ کرکے پھینک دی جاتی تھیں جبکہ آجکل یہ عمل زیادہ تر سی پیک دشمنی کے الزام پر کیا جارہا ہے۔ حق روزگار قانونی طور پر تو لوگوں کو بے شک حاصل ہے، مگر عملی طور پر اب تک یہاں کے لاکھوں تعلیم یافتہ نوجوان اس حق سے محروم ہیں۔ اور اس حق کی فراہمی کے سلسلے میں حکمرانوں کی اہلیت اور دلچسپی کا یہ حال ہے کہ اس وقت بلوچستان میں 35 ہزار ایسی خالی آسامیاں موجود ہیں، جن کے اب تک اشتہارات تک نہیں دیئے گئے۔ اس سے پہلے گوادر کے 36 ارب روپوں کے فنڈز یہ کہہ کر صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت کو واپس کردیئے تھے کہ ہم اسے استعمال نہیں کرسکے اور جنہیں بعد میں پنجاب پر خرچ کیا گیا تھا۔ افسوس کا مقام ہے کہ ایک طرف حکومت کی جانب سے نجی تعلیمی اداروں پر وقتاً فوقتاً طرح طرح کی غیرضروری اور ناقابل عمل پابندیاں لگائی جاتی ہیں جبکہ دوسری طرف دہشت گرد گروپس ان پر دہشت گردانہ حملے کرتے ہیں۔ صحت کے شعبے میں بھی صورتحال تسلی بخش ہرگز نہیں۔ کیونکہ کوئٹہ اور تربت سمیت بلوچستان بھر میں صحت سے متعلق سہولیات اور انتظامات کافی کم ہیں۔ حق اظہار رائے اور اظہار خیال جو ایک بنیادی انسانی حق ہے، یہاں کے لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ اس پر یہاں طرح طرح کی پابندیاں نظر آتی ہیں۔ صحافی، سیاسی کارکنان، سماجی کارکنان اور انسانی حقوق کے کارکنان اکثر اس حق کے استعمال کی پاداش میں طرح طرح کی سزاؤں کا سامنا کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات انہیں جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ حق زبان وادب اور ثقافت تمام قوموں، قومیتوں اور لسانی اور نسلی گروہوں کا بنیادی انسانی حق ہے لیکن اسے بھی بعض اوقات غیر قانونی طور پر مستحق لوگوں سے چھینا جاتا ہے۔ جیسا کہ کچھ عرصہ تک بلوچستان اور خصوصاً مکران میں بک اسٹالوں پر حملے کئے جاتے رہے ہیں، اور بلوچ، بلوچی اور بلوچستان سے متعلق کتابوں کو اٹھا کر ساتھ لیجایا جاتا ہے اور بعد میں انہیں تلف کیا جاتا ہے، اور بک اسٹالوں کے مالکان اور ملازمین کو گرفتار کرکے تھانوں میں بند کردیا جاتا ہے اور ڈرا دھمکا کر اس قسم کی کتابیں بیچنے سے منع کیا جاتا ہے۔ سی پیک ایک معقول پروجیکٹ ہے اور اگر اسے بین الاقوامی معیار کے مطابق بنایا جائے تو گوادر، مکران اور بلوچستان سمیت پورے پاکستان اور چین کو بہت زیادہ فوائد حاصل ہوں گے۔ لیکن یہاں کے لوگوں کے اس کے بارے میں بعض خدشات ہیں جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک خدشہ یہ ہے کہ یہاں کے سارے وسائل کولوٹ کر یا تو وسطی اور بالائی پنجاب لے جایا جائے گا، یا پھر چین لے جایا جائے گا، اور یہاں کے مقامی لوگ ان وسائل سے محروم کئے جائیں گے، جس طرح کہ سندک اور ریکوڈک کے وسائل سے انہیں محروم کردیا گیا تھا۔ اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ باہر سے لاکھوں لوگوں کو لاکر گوادر میں آباد کیا جائے گا، جس سے یہاں کے مقامی لوگ اقلیت میں تبدیل ہوجائیں گے، اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے موجودہ حقوق سے بھی محروم ہوکر رہ جائیں گے۔ علاوہ ازیں سی پیک کے قرب وجوار میں رہنے والے بہت سارے لوگوں پر سی پیک دشمنی کا شک کرکے انہیں یا تو جبری طور پر اغوا کرنے اور جان سے مار ڈالنے کا سلسلہ چل رہا ہے، یا پھر انہیں ڈرا دھمکا کر اور اکثر حقوق سے محروم کرکے یہاں سے نقل مکانی کرنے پر، یا ترک وطن کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ جس کے نتیجے میں اب تک لاکھوں لوگوں نے نقل مکانی کی ہے، اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ آخر میں 7 قراردادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ سی پیک کے سلسلے میں گوادر، مکران اور بلوچستان کے لوگوں کے خدشات دور کئے جائیں۔ دوسری قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ تربت ماڈل سٹی پروجیکٹ کو جلد از جلد مکمل کیا جائے، تاکہ اس سے متعلق لوگوں کی باقی ماندہ تکالیف اور مشکلات دور ہوجائیں۔ تیسری قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ بلوچستان میں موجودہ 35 ہزار خالی آسامیوں کے لئے فوری طور پر اشتہارات دیئے جائیں اور انہیں جلد از جلد پُر کیا جائے۔ تاکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں بے روزگاری کم کرنے میں مدد مل سکے۔ چوتھی قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ مکران کے ہسپتالوں میں صحت کی سہولیات میں بہتری لائی جائے تاکہ یہاں کے لوگوں کو معمولی سی معمولی بیماریوں کے علاج معالجے کے لئے بھی کراچی نہ جانا پڑے۔ پانچویں قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ مکران کے تعلیمی مسائل بھی حل کئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے سرکاری تعلیمی اداروں کے تعلیمی معیار میں بہتری لائی جائے، پرائیویٹ اسکولوں اور سنٹروں میں بے جا سرکاری مداخلت سے اجتناب کیا جائے، اور انہیں دہشت گرد گروپوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری اقدامات اُٹھائے جائیں۔ تاکہ نوجوان طلباء و طالبات کی

اگر ان تمام دستاویزات کی روشنی میں عموماً بلوچستان اور خصوصاً مکران کی سطح پر بعض بنیادی نکات کا مختصر جائزہ لیا جائے تو شاید یہ صورتحال سامنے آئے: زندگی کا حق یہاں کے لوگوں کو مکمل طور پر حاصل نہیں ہے۔ پہلے تو یہاں آزادی پسندی کے الزام پر انفرادی یا گروہی صورت میں لوگوں کو جبری طور پر اغوا کرکے لاپتہ کیا جاتا تھا اور ان میں سے بعض کو ہلاک کرکے ان کی لاشیں مسخ کرکے پھینک دی جاتی تھیں جبکہ آجکل یہ عمل زیادہ تر سی پیک دشمنی کے الزام پر کیا جارہا ہے۔ حق روزگار قانونی طور پر تو لوگوں کو بے شک حاصل ہے، مگر عملی طور پر اب تک یہاں کے لاکھوں تعلیم یافتہ نوجوان اس حق سے محروم ہیں۔ اور اس حق کی فراہمی کے سلسلے میں حکمرانوں کی اہلیت اور دلچسپی کا یہ حال ہے کہ اس وقت بلوچستان میں 35 ہزار ایسی خالی آسامیاں موجود ہیں، جن کے اب تک اشتہارات تک نہیں دیئے گئے۔

زندگیاں اور مستقبل بہتر ہوں۔ چھٹی قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ آزادی پسندی اور سی پیک دشمنی کے بہانے لوگوں کو جبری طور پر اغوا کرنے، شہید کر کے ان کی لاشیں پھینکنے اور لوگوں کو نقل مکانی اور ترک وطن پر مجبور کرنے کا سلسلہ بند کیا جائے۔ اور لوگوں کی تعلیم، صحت اور روزگار کی جانب زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔ ساتویں اور آخری قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ یہاں کے لوگوں کو اپنی زبان، ادب اور ثقافت کے حقوق سے غیر قانونی طور پر محروم نہ کیا جائے، اور اس مقصد کے لئے بلوچ، بلوچی اور بلوچستان سے متعلق کتابوں کو بک اسٹالوں سے اٹھا کر ضائع کرنے، اور بک اسٹالوں کے مالکان اور ملازمین کو گرفتار کر کے تھانوں میں بند کروانے اور سزائیں دلانے کا سلسلہ بند کیا جائے۔

(غنی پرواز)

عمرکوٹ 10 دسمبر کو انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ٹاؤن کمیٹی سامارو میں کمیونٹی پیس گروپ سامارو اور مقامی سماجی تنظیم سامی فاؤنڈیشن عمرکوٹ کے تعاون سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ شرکاء میں صحافی، منتخب مقامی نمائندے، سرکاری وغیر سرکاری اساتذہ، طالب علموں، ہاریوں، مزدوروں، شاعروں، مختلف سیاسی اور سماجی تنظیموں کے کارکنوں، انسانی حقوق کے کارکنوں سمیت مختلف مکتب فکر کے افراد شامل تھے۔ سیمینار کے دوران مقررین اوکھومل میگھواڑ، میرحسن کھوسو، شکیل احمد قائم خانی اور نول رائے میگھواڑ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مقررین نے کہا کہ دوسری عالمی جنگ کے دوران کروڑوں انسانوں کی موت کے بعد 24 اکتوبر 1945ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد منظور کی گئی اور ایک دستاویز منظور کی گئی جسے انسانی حقوق کا عالمی منشور کہا جاتا ہے۔ اس عالمی منشور میں تیس دفعات ہیں جو کہ سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق پر مشتمل ہیں۔ ان دفعات میں زندگی گزارنے کا حق، تحفظ کا حق، تعلیم حاصل کرنے کا حق، ووٹ دینے کا حق، آزادی کا حق، زندہ رہنے کا حق، اپنی رائے رکھنے کا حق، اظہار کی آزادی کا حق، ملکیت رکھنے کا حق، پسند کی شادی کرنے کا حق، پسند کا مذہب رکھنے کا حق، قومیت حاصل کرنے کا حق، قانونی برابری کا حق، انجمن بنانے اور پناہ لینے کے حق سمیت دیگر حقوق شامل ہیں۔ 1950ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے قرارداد منظور کر کے سب رکن ممالک کو دعوت دی کہ ہر سال دس دسمبر کو انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جائے۔ اس طرح عالمی دن منانے کی باقاعدہ شروعات ہوئی۔ اس برس انسانی حقوق کا عالمی دن 'کسی ایک کے حق کے لیے کھڑے ہو جاؤ' کے عنوان کے تحت منایا جارہا ہے۔ مقررین نے کہا کہ ہمارے ملک میں انسانی حقوق کی صورتحال دن بہ دن خراب ہوتی جارہی ہے۔ تمام علاقوں میں بھی دہشت گردی اور انتہا پسندی جڑیں پکڑ رہی ہے۔ ہمارے ملک نے انسانی حقوق کے عالمی معاہدات پر دستخط تو کئے ہیں لیکن ان پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ عورتوں، بچوں اور اقلیتوں سمیت پسماندہ طبقات کے لوگ اپنے آئینی اور بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے جبکہ جرگے کے ذریعے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے۔ ملک میں 'جس کی لاٹھی اس کی بھینس' والا نظام چل رہا ہے۔ شہری پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔ مقررین نے مطالبہ کیا کہ ملک میں قانون کی عملداری کو یقینی بنانے کے لیے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ متاثرین کو جلد اور سستا انصاف فراہم کیا جائے۔ انسانی حقوق کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے پرائمری سکولوں کے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کے متعلق مواد شامل کیا جائے تاکہ بچے بھی انسانی حقوق کی تعلیم سے روشناس ہو سکیں اور پرائمری سے ہی دوسرے مذہب اور فرقے کا احترام کرنا سیکھ جائیں اور بڑے ہو کر کارآمد شہری بن سکیں۔ بڑھتی ہوئی انتہا پسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائیں جائیں اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے حکومتی سطح پر جامع پالیسی تشکیل دی جائے۔

(اوکھومنروپ)

چمن 10 دسمبر کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (HRCP) کے ضلعی کور گروپ چمن کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے عالمی دن کی مناسبت سے گورنمنٹ ڈگری کالج چمن کے ہال میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب میں انسانی حقوق کے کارکنوں کے علاوہ طلبہ اور سماجی کارکنوں نے شرکت کی۔ قریب سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کوآرڈی نیٹر محمد صدیق، پروفیسر عبدالمنان کاکڑ، البحر فاؤنڈیشن بلوچستان کے چیئرمین غلام محمد مخلص، گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے صدر فضل محمد اچکزئی، شمشاد رائٹرز فورم بلوچستان کے نائب صدر شیر محمد سلیمان خیل، بہادر خان بہادر، عبدالسلام عابد، سیف اللہ خالد اور قلعہ عبداللہ پریس کلب کے صدر رحمت اللہ اچکزئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج انسانی حقوق کا عالمی دن ہے۔ تمام دنیا میں انسانی حقوق کے کارکن متحرک ہیں تاکہ انسانوں کو ان کے حقوق حاصل ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس معاشرے میں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہوں وہ معاشرہ کبھی پرسکون نہیں ہوگا۔ اگر معاشرہ کو خوشحال بنانا ہے تو انسانی حقوق کا تحفظ کرنا ضروری ہے۔ حقوق حق کی جمع ہے اور حق سے مراد ایک ایسا مفاد ہے جس کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ہر انسان کو پیدائش سے چند بنیادی حقوق مل جاتے ہیں مثلاً، جینے کا حق، آزادی رائے کا حق، معلومات لینے کا حق، مل جل کر بیٹھنے کا حق۔ ہر دور کے صوفیائے کرام، علمائے کرام اور انقلابی رہنماؤں نے ہمیشہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے احتجاج میں آواز بلند کی ہے۔

مقررین نے مزید کہا کہ ہمیں آج یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم آج ہی سے انسانی حقوق کی تحریک کا حصہ بن کر انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف آواز بلند کریں گے۔

تقریب کے آخر میں انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کاپیاں بھی شرکا میں تقسیم کی گئیں۔

(نامہ نگار)

پاک پتن ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ نے 10 دسمبر کو انسانی حقوق کا عالمی دن کے موقع پر اپنے دفتر میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں وکلاء، صحافی، کونسلرز، مزدور، نوجوان و دیگر شہری شامل تھے جن کی تعداد 33 تھی۔ غلام نبی ڈھڈی ضلعی کور گروپ کوآرڈینیٹر پاک پتن نے کہا کہ ماہ دسمبر کا پہلا ہفتہ عالمی دنوں پر مشتمل تھا۔ 2 دسمبر غلامی کے خلاف عالمی دن کے طور پر منایا گیا۔ 3 دسمبر معذوروں کا عالمی دن تھا۔ 9 دسمبر کرپشن کے خاتمے کا عالمی دن اور 10 دسمبر آج کا دن انسانی حقوق کا عالمی دن پوری دنیا میں منایا جارہا ہے۔ UDHR میں انسانوں کے بنیادی حقوق طے کیے گئے ہیں جس میں تعلیم، صحت، رہائش، آزادی رائے شامل ہیں۔ آج کے پروگرام کا مقصد لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا اور حکومتی اداروں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا ہے۔ محمد اشرف طاہر برنی بصارت سے معذور ایک فرد نے کہا کہ حکومت نے خصوصی افراد کو بعض محکموں میں بھرتی تو کیا ہے مگر ان کو ان کے حقوق دلانے سے قاصر ہے۔ ہمیں وقت پر تنخواہ نہیں ملتی۔ کئی کئی ماہ گزر جاتے ہیں۔ ہم نے 3 دسمبر کا دن منانا تھا مگر وسائل اور حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے ہم یہ دن نہ منا سکے۔ غلام مصطفی بھٹی ایڈووکیٹ نے کہا کہ ویسے تو غلامی کا دور ختم ہو چکا ہے مگر آج کل بھی اس کی ایک شکل پائی جاتی ہے۔ بھٹوں پر کام کرنے والے مزدور، ہاری اور جاگیرداروں کے مزارعے آج بھی غلاموں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ آج بھی آزاد نہیں ہیں۔ ان مزدوروں سے ان کی رضامندی کے خلاف جبری مشقت لی جاتی ہے۔ ان کو تعلیم اور صحت کی سہولیات بھی میسر نہیں ہیں۔ امانت بی بی بھٹہ مزدور نے کہا کہ خواتین کو دوران ڈلیوری بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ انہیں

صحت کی سہولیات بھی میسر نہیں ہیں۔ معاوضہ گورنمنٹ کے مقررہ ریٹ کے مطابق نہیں ملتی ہے۔ بھٹہ مالکان تشدد بھی کرتے ہیں۔ رابعہ بی بی کھیت مزدور نے کہا کہ وہ سارا دن کھیتوں میں کام کرتی ہیں مگر انہیں مزدوری بہت کم ملتی ہے۔ مقامی صحافی میاں عامر نے کہا کہ 9 دسمبر کرپشن کے خاتمے کا عالمی دن تھا۔ کرپشن ہمارے ملک کو دیمک کی طرح کھا رہی ہے۔ ہر ادارہ میں کرپشن ہو رہی ہے۔ بحثیت صحافی ہمارے لیے لازم کہ ہم اپنی ذمہ داری بہتر طریقے سے نبھائیں۔ عبدالرحمٰن وٹو صدر انجمن آڑھتیاں نے کہا کہ انہوں نے اینٹی کرپشن تحریک شروع کی ہوئی ہے جس میں ساتھ دینے والے شہریوں کا وہ شکر گزار ہے۔ کرپشن کے خلاف آواز اٹھانے سے کچھ اداروں میں کافی بہتری آ گئی ہے۔ چوہدری اسرار احمد نے کہا کہ وہ ایچ آر سی پی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس اہم اجلاس میں اسے شمولیت کا موقع دیا۔ میں کامیاب ہو کر آپ تمام لوگوں کی امیدوں پر پورا اتروں گا۔ آپ کی خدمت کروں گا، بنیادی حقوق کی بجا آوری اور کرپشن کے خاتمے کے لیے پوری کوشش کروں گا۔ طالبہ کرن جعفر نے کہا کہ انہیں تعلیم کے حصول کے لیے پاک پتن کالج بس پر بیٹھ کر آنا پڑتا ہے مگر بس کنڈیکٹر اکثر ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں۔ ان کے رویوں میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ کشور پروین کونسلر بلدیہ پاک پتن نے کہا کہ پنجاب حکومت نے ہمیں کونسلرز تو بنوا دیا مگر ابھی تک اختیارات نہیں دیے۔

(غلام نبی)

شہداد کوٹ 10 دسمبر 2016 کو سول سوسائٹی کی تنظیموں اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کور گروپ قمبر، شہداد کوٹ کی طرف سے ''انسانی حقوق کا عالمی دن اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر سماجی کارکنوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر ہمیں ساتھ مل کے جدوجہد کا عہد کرنا ہوگا۔ انسانی حقوق کا دن ہمیں ایک دوسرے کے حقوق کا تحفظ اور احترام کرنے کا درس دیتا ہے۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے سماجی رہنما افتخار حسین منگی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انسان بغیر کسی رنگ، نسل، قوم اور مذہب کے امتیاز کے حقوق کے حوالے سے برابر ہیں۔ انہوں نے ایچ آر سی پی کی طرف سے سیمینار منعقد کرنے پر ایچ آر سی پی کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ ہمارا ملک انسانی حقوق کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے تشدد کا شکار ہے۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کور گروپ کے ندیم جاوید منگی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سول سوسائٹی کی تنظیموں کو انسانی حقوق کی جدوجہد میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ایچ آر سی پی ملک میں انسانی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد میں اول دستے کا کردار ادا کر رہا ہے۔ سیمینار میں شرکت کرنے پر سول سوسائٹی کی تنظیموں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اس موقع پر وقار حسین منگی اور میرف منگی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

(ندیم جاوید)

گلگت 10 دسمبر کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق گلگت چیپٹر کے زیر اہتمام انسانی حقوق کے بین الاقوامی دن کے موقع پر گلگت پریس کلب کے باہر مظاہرے کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں صحافی، وکلائ ورطلبہ سمیت انسانی حقوق کے کارکنوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ شرکاء نے اس دن کی مناسبت سے درج نعروں پر مشتمل بینرز اور پلے کارڑز اٹھائے تھے۔ اس موقع پر گلگت پریس کلب کے صدر اقبال عاصی، سماجی کارکن ابرہیم، سماجی کارکن ارشاد کاظمی، ایچ آر سی پی گلگت بلتستان کے کوارڈنیٹر اسرار الدین اسرار سمیت دیگر افراد نے شرکاء سے خطاب کیا۔ مقررین نے انسانی حقوق سے متعلق عوام میں آگاہی کی ضرورت پر زور دیا اور ریاست سے انسانی حقوق کی پامالیوں کو روکنے کے لئے موثر اقدامات کا مطابہ کیا۔ مقررین نے اس بات پر ضرور دیا کیا آزادی اظہار رائے سمیت دیگر آزادیوں کے حق کو تسلیم کئے بغیر انسانی حقوق کی پاسداری ممکن نہیں۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور اور دیگر انسانی حقوق کی دستاویزات میں ان آزادیوں کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آزادی اظہار رائے انسان کا بنیادی حق ہے، ریاست اس حق کو تسلیم کرنے کے علاوہ اس کو یقنی بنانے کے لئے موثر اقدامات کی پابند ہے۔ اظہار رائے کی پاداش میں جن لوگوں نے جانوں کی قربانی دی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس موقع پر انسانی حقوق کی جدوجہد کو تیز کرنے اور سول سوسائٹی کو متحد ہو کر آواز بلند کرنے اور انسانی حقوق کو منوانے کے لئے اپنی ذمہ داری نبھانے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا جب کہ ریاست سے مطابہ کیا گیا کہ وہ انسانی حقوق کے تمام بین الاقوامی معیارات کے مطابق قوانین بنا کر ان پر عملدرآمد کے زریعے انسانی حقوق کی پاسداری کو یقینی بنائے۔ اس عزم کا اظہار بھی کیا گیا کہ انسانی حقوق کی جدوجہد کو مزید تیز کیا جائے گا۔

(اسرارالدین اسرار)

☆☆☆

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
  جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

سچائی اور شفافیت کا خوف

آئی۔ اے۔ رحمن

پاکستانی عوام نے جمعہ کو 16 دسمبر 2016ء کو 1971ء میں ہونے والے سقوطِ ڈھاکہ اور دو سال قبل پشاور کے آرمی پبلک سکول میں ہونے والی خونریزی کے واقعہ کی یادگیری کے موقع پر ایک بار پھر حقیقت سے آنکھیں چرانے کا مظاہرہ کیا ہے۔ 1971ء کے سانحہ کو یاد کرنے کے لیے جو اجلاس منعقد کیا گیا اس میں عمومی طور پر دو نکات زیر بحث آئے۔ پہلا یہ کہ لوگ اس بات سے مکمل طور پر لاعلم تھے کہ مشرقی پاکستان میں ہو کیا رہا تھا اور دوسرا یہ کہ ریاست کے حصے بخرے ہونے سے کوئی سبق نہیں سیکھا گیا۔

یہ ایک اور مظاہرہ تھا جس کو ادراک اور فہم رکھنے والے لکھاری نے اجتماعی نسیان کا نام دیا ہے۔ اگر لوگ نہیں جانتے تھے کہ 71-1970ء میں کیا ہوا تھا اور 1947ء کے بعد سے کیا ہوتا چلا آیا ہے تو وہ اب اس بات سے تو بے خبر نہیں کہ حکومت اور اس وقت کے مغربی پاکستان کے لوگوں نے کیا کردار ادا کیا تھا۔ وہ کون سی چیز ہے جو اس وقت انہیں اپنے جُرم کو تسلیم کر لینے سے روک رہی ہے؟ سچائی کا خوف ہے یا پھر سچائی کے لیے حقارت؟ قوم اس وقت تک اپنے دبے ہوئے احساسات کے اخراج کا ذریعہ اختیار نہیں کر سکتی جب تک وہ ان ناانصافیوں اور غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتی جو بنگالی پاکستانیوں کے ساتھ روا رکھی گئیں۔ مؤخرالذکر یعنی بنگالیوں نے بھی غیر بنگالیوں کو اسی قسم کی زیادتیوں کا نشانہ بنایا لیکن یہ زیادتیاں ہمیں اس خونی ڈرامے سے بری الذمہ قرار نہیں دے دیتیں۔

اسی طرح یہ شہادت بھی کمزور ہے کہ آرمی پبلک سکول میں ہونے والی خونریزی کے بارے میں تمام تر سچائی کا سامنا کیا جا رہا ہے۔ وزیراعظم کا کہنا ہے کہ دہشت گردوں پر رحم نہیں کیا جائے گا اور فوج کے نئے سربراہ نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ معصوم طلبہ کے قاتلوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ یہاں تک تو ٹھیک رہا لیکن مذہبی رنگ میں رنگی عسکریت پسندی کی پیدائش پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے اس لیے کہ دہشت گردی پر اس وقت تک قابو نہیں پایا جا سکتا جب تک اس کی پیدائش اور اس کے فروغ کے اسباب کا خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ ہمیں ایک بات سمجھ لینی چاہیے کہ پاکستان جمہوری سیاست پر ملائیت کو ترجیح دینے کی بھاری قیمت ادا کر رہا ہے۔

ایک نہایت اہم مسئلہ یہ ہے کہ ریاست سماج میں کھلی فضا کی ہر قسم کی روایت کو بھی ختم کر رہی ہے۔ وہ اطلاعات پر اپنے کنٹرول کو مزید سخت کرنے کے لیے ہمیشہ نئے نئے طریقے تلاش کرتی رہتی ہے۔ یہ حقیقت کو چھپانا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس معاملے پر حال ہی میں جو مباحثے ہوئے ان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ابلاغ عامہ کو جو تھوڑی بہت آزادی حاصل ہوئی تھی، اس کی وسعت بہت کم ہوتی جا رہی ہے۔

مزید برآں سول سوسائٹی کی تنظیموں پر استبدادی دباؤ بڑھ گیا ہے۔ بعض اوقات سول سوسائٹی کی تنظیموں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے نمائندوں کے سامنے اپنے ملک کے اندر انسانی حقوق کی انتہائی مایوس کن صورت حال پیش کرتی ہیں۔ یہ روّیہ تب درست کہلا سکتا ہے جب کسی سول سوسائٹی کی تنظیم کے خلاف کسی عدالت میں کوئی ایسا الزام عائد کیا گیا ہو جس کے باعث ریاست کی ساکھ خراب ہوتی ہو یا غیر ملکی پارٹیوں کو خفیہ طور پر اطلاعات مہیا کی گئی ہوں۔ لیکن سول سوسائٹی کی تنظیمیں اگر انتظامیہ کو اس کی خامیوں، اس کی پالیسیوں میں موجود غلطیوں کی نشاندہی کرتی ہوں اور اندرون ملک عوامی اجتماعات میں انتظامیہ کی پالیسیوں میں پائے جانے والے نقائص کو آشکار کریں تو ایسی صورت میں ان تنظیموں کے خلاف کیے جانے والے اقدامات کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ایسے حالات میں سول سوسائٹی کی تنظیمیں اور میڈیا عوامی احتساب کے آلے کے طور پر کام کرتے ہیں اور ان پر تنقید کرنے کی بجائے ان کی تعریف و توصیف کی جانی چاہیے۔

> سول سوسائٹی کی تنظیمیں اگر انتظامیہ کو اس کی خامیوں، اس کی پالیسیوں میں موجود غلطیوں کی نشاندہی کرتی ہوں اور اندرون ملک عوامی اجتماعات میں انتظامیہ کی پالیسیوں میں پائے جانے والے نقائص کو آشکار کریں تو ایسی صورت میں ان تنظیموں کے خلاف کیے جانے والے اقدامات کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

یہ فرض کر لینا غلط ہے کہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں / غیر سرکاری تنظیمیں ہی وہ ادارے ہیں جو ممکنہ طور پر اقوام متحدہ کے اداروں کو معلومات بہم پہنچاتے ہیں جن سے اقوام متحدہ کو پتہ چلتا ہے کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔ پچھلے دنوں فل کورٹ ریفرنس میں چیف جسٹس انور ظہیر جمالی نے کہا کہ کرپشن نے قومی اداروں کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ وہ کون سی چیز ہے جو باہر کی دنیا کو یہ بیان پڑھنے سے روک سکتی ہے اور وہ کونسی چیز ہے جو کسی کو بھی اس بیان کے حوالے سے اپنے طور پر نتائج اخذ کرنے سے روک سکتی ہے؟ میڈیا / سول سوسائٹی کی تنظیموں کو اس قسم کے مشاہدات / انکشافات کے حوالے سے کیوں کر سزا دی جا سکتی ہے؟ کیا حکومت اُس کمیشن کو موردالزام ٹھہرائے گی جس نے کوئٹہ میں وکلاء کے بہیمانہ قتل کی اندوہناک تصویرکشی کی ہے؟

حکومت میں موجود بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی بااختیار شخص کی طرف سے ہونے والی غلطی کے افشاء سے ریاست کمزور ہو جاتی ہے اس لیے یہ بات قومی مفاد کے منافی ہوتی ہے۔ انہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ جو ریاستیں اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتی ہیں اور خود تنقیدی کی روایت کو زندہ رکھتی ہیں وہ کمزور نہیں بلکہ زیادہ مضبوط ہو جاتی ہیں۔ واٹرگیٹ اسکینڈل کی اشاعت کے بعد صدر نکسن کی صدارت سے فراغت سے امریکی جمہوریت کو تقویت ملی۔ جب فوج کے سربراہ نے کرپشن کے الزام میں متعدد سینئر فوجی افسروں کو سزائیں دیں تو اس سے فوج کی عزت میں اضافہ ہوا۔

ان حکام کو قائداعظم کی نوآبادیاتی حکومت کو دی جانے والی اس نصیحت کو یاد رکھنا چاہیے کہ ''ان صحافیوں کو تحفظ دو جو اپنا فرض ادا کر رہے ہیں اور جو آزادانہ طور پر تنقید کر کے حکومت اور عوام دونوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ تنقید آزادانہ طور پر نہایت ایمانداری کے ساتھ کرتے ہیں اور صحافیوں کا یہ عمل حکومت کے لیے سیکھنے کا ذریعہ ہے۔'' اسٹیبلشمنٹ یا انتظامیہ واقعات کو خفیہ رکھنا بے حد پسند کرتی ہے اور ان کی اس پسندیدگی کی تصدیق پچھلے دنوں اس وقت ہوئی جب سیکرٹری کابینہ نے اپنے ڈویژن (محکمہ) کی سرگرمیوں کو خفیہ رکھنے کے لیے 10 نکاتی حکم نامہ جاری کیا۔ خفیہ حکومت کا ''عقیدہ'' انکارِ ذات کی طرف لے کر جاتا ہے جس کو پاکستانی حکام بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جب بچوں کی مشقت کا سوال اٹھایا گیا تو ہمارا پہلا ردعمل یہ تھا کہ ہم نے پاکستان میں ایسے کسی عمل کے ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ حراست میں ہونے والا تشدد ایک ایسا مرض ہے کہ جس کی تصدیق متعدد مقدمات کی سماعت کے دوران ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود تشدد سے انکار ہی کیا جاتا ہے اور یہ ہماری عادت بن چکی ہے۔

ذات کے شعوری انکار کی کیفیت اور شفاف نظم و نسق کو نہ اپنانے کا عمل آپ کو ہر طرف نظر آئے گا۔ جمہوری حکمرانی کے مطالبات کے باوجود غیر ملکی حکومتوں / تنظیموں کے ساتھ پاکستان کے معاہدے ہیں جن کی کبھی تشہیر نہیں کی گئی۔ انتظام و انصرام پر ہونے والے پارلیمانی بحث مباحثے محض رسمی ہوتے جا رہے ہیں۔

پارلیمنٹ میں وقفہ سوالات کی توقیر تیزی کے ساتھ کم ہوتی جا رہی ہے۔ وزیراعظم کے ایوان میں نہ آنے کے خلاف لوگوں کا احتجاج روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ وزیراعظم ایوان میں آنے کی بجائے پریس کانفرنسوں پر اکتفا کرتے رہے جس پر لوگ بے حد ناخوش ہیں۔ تمام صاحبانِ اختیار کو یہ احساس کرنا چاہیے کہ آج کے دور میں وہی ریاستیں اپنے عوام کی طرف سے عزت کی حقدار ہوتی ہیں جو سچ اور شفافیت کا احترام کرتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ہونا کیا چاہیے؟ اس سے ہر کوئی واقف ہے۔ حکومت کو یہ عزم کرنا ہو گا کہ وہ شفافیت کو یقینی بنائے۔ تمام غیر ملکی پارٹیوں کے ساتھ تعمیراتی کمپنیوں، بینکوں، دوست ریاستوں اور بین الاقوامی اداروں، کے ساتھ پارلیمان کی منظوری کو یقینی بنانا چاہیے اور متعلقہ اراکین اسمبلی تک یہ معاہدے پہنچنے چاہئیں۔ میڈیا اور عوام کے جاننے کے حق کا احترام انتہائی ضروری ہے۔ معلومات تک رسائی کے بل میں کی جانے والی حالیہ تبدیلیوں کو واپس لیا جائے۔

میڈیا اور سول سوسائٹی کو محض اس لیے ہراساں نہ کیا جائے کہ وہ حکمرانوں کی زیادتیوں و خامیوں اور معاشرے کے بدصورت اقدامات پر سے پردہ اٹھاتے ہیں۔

اگر پاکستان سچائی اور شفافیت سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دے تو وہ بے مثال بلندیوں کو چُھو لے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ۔ بشکریہ ڈان)

کرسمس ٹرین، نیا سال اور خیر کے دوسرے اشارے

وجاہت مسعود

غالب نے نئے سال میں بتوں سے فیض پانے کے لیے ایک نجومی کا سہارا لیا تھا۔ ایک صدی گزر گئی۔ آزادی کے بعد بہت سے برس ایسے گزرے کہ استاذی قیوم نظر نے لکھا 'عمر رواں نے اک جھٹکا سا کھایا، اور اک سال گیا'۔ گویا نیا برس محض تقویم پر نئے عدد کا نشان بن کر رہ گیا۔ اور پھر راستے ایسے تاریک ہوئے کہ میرے استاد رضی عابدی نے لکھا 'نیا سال کئی سال سے نہیں آیا'۔ کیسا تکلیف دہ احساس تھا۔ رواں برس کے آخری ایام ہیں۔ نئے برس کی تصویر ہم نے ایک چھوٹی سی خبر سے کشید کی ہے۔ پاکستان ریلوے نے امسال کرسمس ٹرین چلائی جو اسلام آباد سے پشاور کے راستے لاہور تک آئی۔ چشم تصور سے دیکھئے۔ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر ایک مسیحی ماں اپنے بچوں کی انگلی تھامے کرسمس ٹرین دیکھنے آتی ہے۔ بچے سوال کریں گے کہ محبت اور خوشی سے لدی یہ پانچ بوگیاں کہاں سے آئی ہیں۔ انہیں بتایا جائے گا کہ پاکستان کی حکومت نے کرسمس کی خوشی میں شرکت کی ہے۔ بچے یہ جان لیں گے کہ پاکستان اپنے مسیحی شہریوں کا احترام کرتا ہے۔ ان کے دل میں اپنے وطن سے جو محبت پیدا ہوگی، اسے نفرت کا کوئی پیغام مٹا نہیں سکے گا۔ کرسمس مبارک۔ پاکستان زندہ باد۔

اسی ہفتے محترم آصف علی زرداری پاکستان تشریف لائے۔ دو تقاریر آصف زرداری نے کی ہیں۔ پیغام بالکل واضح ہے۔ عدم استحکام پیدا کرنے نہیں آئے۔ انتخابی عمل میں شریک ہو کر جمہوریت میں اپنا حصہ لینا چاہتے ہیں۔ وزیراعظم نواز شریف نے کیا اچھی بات کہی کہ میثاق جمہوریت پر قائم ہیں۔ دھرنوں کی سیاست کو ہم پیچھے چھوڑ آئے۔ اقتدار کی کشمکش اب آئین کے کھینچے ہوئے خطوط کے اندر ہوگی۔ اس دوران قومی سلامتی کے مشیر جنرل ناصر جنجوعہ نے صحافیوں کو ایک آف دی ریکارڈ بریفنگ دی۔ پیشہ ورانہ اخلاقیات میں اس کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ ایک مجموعی تاثر بیان کیا جا سکتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ نئی بندرگاہ صرف گوادر میں تعمیر نہیں ہو رہی۔ ہماری مملکت کا جہاز غیر محسوس طریقے سے غیر مدون پانیوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ گہرے سمندروں میں چھوٹی کشتیاں نہیں چلائی جاتیں، بڑے جہاز اتارے جاتے ہیں۔ ان منطقوں کی حرکیات مختلف ہوتی ہے۔ آٹھ لاکھ مربع کلومیٹر پر محیط مملکت پاکستان کے وسیع جہاز پر 22 کروڑ مسافر سوار ہیں اور اس جہاز کی سمت تبدیل ہو رہی ہے۔ عشق کے دردمندوں اور ریاست کے بت سنگی میں برف پگھل رہی ہے۔

2017ء میں آزادی کے ستر برس مکمل ہو جائیں گے۔ قضا و قدر کے کان بہرے، آثار بہت اچھے ہیں۔ آٹھ برس کی جان گسل کشمکش کے بعد جمہوریت کا قافلہ اندھیری سرنگ کے پار روشنی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایسے میں مولانا فضل الرحمٰن نے تالاب میں ایک نئی کنکری پھینکی ہے۔ تحفظ مدارس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نے بہت سے پتھر لڑھکا دیے۔ فرمایا کہ 'ملا کو سیاست سے نہیں نکالا جا سکتا۔ نکاح اور جنازہ ملا پڑھاتے ہیں، سیاست بھی ملا ہی کرے گا'۔ مذہبی پیشوا پاکستان کے شہری ہیں۔ سیاست میں حصہ لینا ان کا

> مولانا فضل الرحمٰن اور ان کے رفقا کی جمہوری اور پارلیمانی سیاست میں موجودگی بسروچشم لیکن عقیدے کو اشتعال انگیزی کی دھمکی بنانے کا چلن بدلنا ہوگا۔

آئینی حق ہے۔ سوال یہ ہے کہ سیاسی عمل میں شرکت کا نکتہ استحقاق کیا ہے۔ نکاح اور جنازہ رسومات ہیں۔ رسم طے شدہ افعال کو ایک خاص ترتیب سے ادا کرنے کا نام ہے۔ سیاست رسم نہیں ہوتی۔ جمہوریت قوم کے زندہ مکالمے کا نام ہے جس میں مستقبل کی راہیں تراشی جاتی ہیں۔ شہریوں کی رائے کے آزادانہ اظہار میں اختلاف ناگزیر ہے۔ یہاں پگڑی اچھلتی ہے، اسے مے خانہ کہتے ہیں۔ اگر مذہبی پیشوا بطور فریق کے سیاست میں حصہ لینا چاہیں گے تو پھر تقدیس کی اوٹ سے باہر نکلنا ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ 1970ء کی طرز پر مسٹر اور ملا کا تضاد بھی کھڑا کیا جائے اور 90ء کی دہائی میں تخلیق کی گئی ریت کی بوریاں بھی ہماری دہلیز پر دھری رہیں۔ جمہوری عمل میں شہری مساوات کی بنیاد پر حصہ لیا جاتا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اور ان کے رفقا کی جمہوری اور پارلیمانی سیاست میں موجودگی بسروچشم لیکن عقیدے کو اشتعال انگیزی کی دھمکی بنانے کا چلن بدلنا ہوگا۔ ہماری قوم میں کئی سطحوں پر تنوع پایا جاتا ہے۔ معاشرتی رواداری اور سیاسی تکثیریت کی مدد سے یہ تنوع ایک سرمائے میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ عمران خان یا کسی اور سیاسی جماعت کے بارے میں مذہبی طعن و تشنیع کی سیاست مددگار نہیں ہوگی۔

نیشنل ایکشن پلان کے ضمن میں تین ضروری نکات پیش خدمت ہیں۔ ہمارے ہاں عورتوں کے بارے میں غیر محتاط گفتگو کا چلن عام ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ منبر و محراب نے اس قبیح رویے کو مضبوط کیا ہے۔ تفرقہ صرف مسلک اور زبان کی بنیاد پر ہی نقصان دہ نہیں۔ ہمیں تقریر و تحریر میں عورتوں کے بارے میں غیر آئینی اور غیر مہذب گفتگو کو نفرت انگیز مواد کے دائرے میں لانا چاہیے۔ اس پر قانون سازی کرنی چاہیے۔ عورتوں کی معاشی، سماجی اور سیاسی مساوات کے بغیر پاکستان کی ترقی کا راستہ ہموار نہیں ہو سکتا۔ ہمیں کسی کو صنف کی بنیاد پر عورتوں کی تحقیر کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ گزشتہ چار دہائیوں کے ریاستی بیانیے میں روشن خیال اور ترقی پسند حلقوں کو گویا ملک دشمن عناصر کا درجہ دیا گیا تھا۔ تاریخ کے سفر نے اس مٹھی بھر گروہ کی جرات رندانہ پر صاد کیا ہے۔ از راہ کرم ریاستی بندوبست کے تمام حصوں تک یہ خبر دی جائے کہ حقوق، آزادی اور جمہوریت کی بات کرنے والے ملک کے دشمن نہیں، اس قوم کا قابل احترام حصہ ہیں۔ سول سوسائٹی کے ساتھ معاندانہ رویہ ختم کرنا چاہیے۔ تیسری اہم گزارش یہ ہے کہ پاکستان کے نوجوان ہمارے لیے امید کا سب سے بڑا سرچشمہ ہیں اور ہماری ممکنہ تباہی بھی اسی اشاریے سے منسلک ہے۔ ہمارے پاس دنیا کی نوجوان آبادی کا بہت اہم حصہ ہے۔ اگر ہم اسے تحقیقی، پیداواری اور تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے والی تعلیم دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ہماری قوم عظمتوں کو چھو سکتی ہے۔ اگر ہم اس شعبے میں غفلت کریں گے تو دس کروڑ لوگ سرے سے ناخواندہ ہیں اور تعلیم یافتہ طبقے کی اہلیت قابل مسابقت نہیں ہے۔ ہمارے لیے معیشت اور معاشرت میں بہت مشکل پیدا ہو جائے گی۔ آئین کی شق 25 الف میں ریاست نے ہر شہری کے لیے بنیادی تعلیم کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ضروری ہے کہ بنیادی تعلیم کے اس تصور کی صراحت کی جائے۔ عصری علوم سے جھگڑا کر کے ہم علم کے میدان میں مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں تعلیم کو بنیادی قومی ترجیح بنانا چاہیے۔ سڑکوں، بندرگاہوں اور عمارتوں کی تعمیر خوش آئند ہے لیکن تعلیم کو ہم نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ قومی ایکشن پلان کے اہداف تقاضا کرتے ہیں کہ پاکستان کے بچوں کی معیاری تعلیم ہماری پہلی اور آخری ترجیح ہونی چاہیے۔

(بشکریہ ہم سب)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

چارسدہ 20-19 اکتوبر 2016ء

20-19 اکتوبر 2016ء کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے چارسدہ میں انتہاپسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے لئے دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ جس میں خواتین و مردوں سمیت لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ شرکاء میں طالب علم، وکلاء، صحافی، ڈاکٹرز اور سول سوسائٹی کے نمائندوں سمیت مختلف مکتبہ فکر کے لوگ شامل تھے۔ تربیتی ورکشاپ میں تربیت کاروں نے ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہاپسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟ نیز سول سوسائٹی کا کیا کردار ہے؟ طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری روّیوں کے فروغ کیلئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہاپسندی کے انسداد /فروغ میں میڈیا کا کردار، انتہاپسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل جیسے موضوعات پر لیکچر دیئے۔ ورکشاپ کے دوران شرکاء کو دستاویزی فلمیں جن میں، لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر، ہم انسان، ضمیر کی عینک، جمہوریت زندہ باد اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے قیام پر فلمیں دکھائی گئیں جنہیں شرکاء نے بے حد پسند کیا۔ تربیتی ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کے ذریعے ضلع چارسدہ میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ بھی لیا گیا۔ ورکشاپ کی مختصر روداد ذیل میں بیان ہے۔

چارسدہ کے مسائل کا جائزہ

خالد خان (ضلعی کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

مقامی طور پر چارسدہ میں انتہا پسند گروہ نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن کچھ مسائل ایسے ہیں جو کہ تعلیم اور صحت سے جڑے ہوئے ہیں۔ تعلیمی اداروں سے لوگوں کو کافی شکوے ہیں کیونکہ اساتذہ صحیح طرح سے ڈیوٹی سرانجام نہیں دیتے، بچوں سے ذاتی کام کرواتے ہیں اور سارا دن فارغ بیٹھے رہتے ہیں۔ صحت کی بات ہو تو ہسپتال موجود ہوتے ہوئے بھی سہولیات کا فقدان ہے۔ ہسپتال کے عملے کا رویہ لوگوں کے ساتھ کافی بُرا ہوتا ہے۔ چھوٹی سی بیماری کے لیے بھی شہر کے بڑے ہسپتال جانے کا کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری عملہ اپنی من مانی کر کے اکثر ڈیوٹی سے غیر حاضر رہتا ہے۔ خواتین سے متعلق بھی یہاں کافی مسائل ہیں گھریلو بھی اور معاشرتی بھی۔ خواتین کے حقوق پامال ہوتے ہیں، ان کی تعلیم اور صحت پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور ان کو گھر کی باندی یا نوکرانی سمجھا جاتا ہے۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر بھی توجہ نہیں دی جاتی اور تعلیمی اداروں کی کمی بھی ہے۔ اسی طرح، ایسے مراکز قائم نہیں جہاں پر ان لوگوں کی تربیت یا اصلاح کی جائے جو کہ انتہا پسندی یا دہشتگردی سے متاثرہ ہیں اور خوف و کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ضلعی حکومت یا ادارے کسی بھی مسئلے کا فوری نوٹس نہیں لیتے، ناجائز تجاوزات سے سڑکیں تنگ اور خستہ حال ہیں جس کی وجہ سے عوام کو کافی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی پولیس گردی عروج پر پہنچ جاتی ہے، کسی کی عزت نہیں کی جاتی اور عام شہریوں کو تنگ کیا جاتا ہے۔

> ریاست اور شہریوں کا رشتہ انتہائی مضبوط بھی ہوتا ہے اور نازک بھی کیونکہ جب آپ ایک ریاست کے شہری بن جاتے ہیں تو اس کا احترام اور اس کے قوانین کی پاسداری آپ پر لازم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ریاست بھی اپنے شہریوں کا احترام کرے گی اور جو شہریوں کے ریاست پر حقوق ہوں گے وہ ریاست دے گی تو یہ رشتہ ہموار طریقے سے قائم رہے گا اور کوئی مسئلہ یا غیر یقینی صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔ ریاست اور شہری کے بیچ رشتہ تب کمزور ہوتا ہے جب ان کے درمیان فاصلہ پیدا ہوتا ہے یا شہریوں کو ان کے جائز حقوق نہیں ملتے، میرٹ کو پامال کیا جاتا ہے اور سزا و جزا کے عمل کا اطلاق صرف غریب پر ہوتا ہے اور امیر کو اس سے مستثنٰی رکھا جاتا ہے۔

ریاست اور شہریوں کا رشتہ کن بنیادوں پر مستحکم یا کمزور ہوتا ہے؟ موجودہ صورتحال میں انتہاپسندی کے فروغ یا انسداد میں ریاست کا کردار آپ کیسے دیکھتے ہیں؟ نیز سول سوسائٹی کا کیا کردار ہے؟

حفیظ احمد بزدار (چیف کوآرڈنیٹر ایچ آر سی پی)

ریاست اور شہریوں کا رشتہ انتہائی مضبوط بھی ہوتا ہے اور نازک بھی کیونکہ جب آپ ایک ریاست کے شہری بن جاتے ہیں تو اس کا احترام اور اس کے قوانین کی پاسداری آپ پر لازم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ریاست بھی اپنے شہریوں کا احترام کرے گی اور جو شہریوں کے ریاست پر حقوق ہوں گے وہ ریاست دے گی تو یہ رشتہ ہموار طریقے سے قائم رہے گا اور کوئی مسئلہ یا غیر یقینی صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔ ریاست اور شہری کے بیچ رشتہ تب کمزور ہوتا ہے جب ان کے درمیان فاصلہ پیدا ہوتا ہے یا شہریوں کو ان کے جائز حقوق نہیں ملتے، میرٹ کو پامال کیا جاتا ہے اور سزا و جزا کے عمل کا اطلاق صرف غریب پر ہوتا ہے اور امیر کو اس سے مستثنٰی رکھا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ریاست قوانین کے اطلاق اور انصاف کی فوری فراہمی میں ناکام ہو جاتی ہے جس سے ایک غیر یقینی صورتحال پیدا ہوجاتی ہے اور شہریوں کا اعتبار ریاست پر سے اٹھ جاتا ہے۔ ریاست چونکہ شہریوں کا ہر طرح سے خیال رکھنے پر اس لیے پابند ہوتی ہے کہ شہری اپنی روزمرہ کے استعمال اور دوسری چیزوں پر ٹیکس دیتے ہیں اور اس کے بدلے ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ انتہا پسندانہ سوچ نہ رکھے اور نہ ہی کسی گروہ کو جو کہ اس طرح کی سوچ رکھتا ہو پروان چڑھنے دے۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ امن قائم رکھنے اور انتہا پسندی کا سد باب کرنے پر سنجیدگی سے توجہ دے اور ایسے اقدامات کرے کہ نہ شہری مشتعل ہوں اور نہ ہی انتہا پسند گروہ ریاست میں پناہ لے کر اپنی تخریبی کاروائیاں کرسکیں۔ اس کے علاوہ سول سوسائٹی کا کردار اس ضمن میں کافی اہم ہے۔ ایسے اداروں کو چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح پر توجہ دیں اور ان کو اپنے حقوق سے روشناس کرا کے ان کو صحیح راستے پر ڈالا کریں۔ تربیتی مواد اور سہولت کاروں سے مدد لیں اور اپنی ذمہ داری جو کہ ہماری ایک مجموعی ذمہ داری بھی ہے اس کو پورا کریں۔ سول سوسائٹی کی رسائی عام عوام تک آسانی سے ہوتی ہے اور وہ اپنا کام صحیح طور سے کر پاتے ہیں وہ لوگوں کے رویوں میں مثبت تبدیلی لاتے ہیں اور ایک صحیح جانب ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔

انتہاپسندی کیا ہے اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل

ارشد خان بنگش

جب کوئی شخص یہ سوچ لے کہ اس کی بات اور سوچ حرف

آخر ہے اور وہ اپنی بات کو دوسروں پر زور زبردستی سے مسلط کرنے کی کوشش کرے۔ دلیل سے دور بھاگے اور دوسرے کی رائے کا احترام نہ کرے تو اسے انتہا پسندی کہا جاسکتا ہے۔ انتہا پسندی ایک سوچ اور رویہ ہے۔ اور یہ ایک ایسے سسٹم میں تبدیل ہوجاتی ہے جس سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس قسم کی سوچ دو طرح کی ہوتی ہے جو کہ انفرادی بھی ہوسکتی ہے اور گروہ کی شکل میں بھی۔ کچھ ایسی اقدار اپنائی جاتی ہیں جو کہ آسانی سے لوگوں کو متاثر کرتی ہیں اور وہ پھر اسی گروہ کا حصہ بن جاتی ہیں۔ انتہا پسند اپنے عمل کو ٹھیک تصور کرتا ہے اور دوسروں کو غلط سمجھتا ہے۔ اپنی سوچ اور عمل کے نفاذ کی خاطر وہ تشدد پر بھی اتر آتا ہے اور اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ انتہاء پسندی بنیاد پرستی کی ایک شکل ہے اور بنیاد پرستی کا مطلب اپنے پرانے طریقہ ہائے روایات پر عمل کرنا اور جدت کو نہ ماننا ہے۔ اپنی پسند ناپسند اور نظریات کو زبردستی کسی پر مسلط کرنا، اور نہ ماننے کی صورت میں سخت نتائج کی دھمکیاں دینا۔ ابتدائی دور میں جب الاظہر کا قیام عمل میں لایا گیا تو بغداد میں اس کے مقابلے میں دوسرے دینی مدارس نے جنم لیا اور وہ ایک دوسرے کے نظریات کو غلط ثابت کرنے کیلئے دلائل ڈھونڈتے رہے۔ برصغیر میں فرقہ واریت کو پھیلانے کیلئے چندے اکھٹے کئے گئے اور اپنے نظریات کا پرچار کرنے کیلئے اس چندے کا استعمال ہوتا رہا۔ جنرل ضیاء کے دور میں مدرسوں پر کافی توجہ دی گئی جس سے اس کو فروغ ملا۔ انتہا پسندی کی سب سے بڑی قسم مذہبی انتہا پسندی ہے۔ مذہبی انتہا پسندی عہد حاضر کا اہم اور حساس موضوع ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

کسی بھی ملک میں میڈیا کی بنیادی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

فضل کرم (ٹیکنیکل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

میڈیا معلومات اور واقعات پہنچانے کا ایک ایسا تیز ترین ذریعہ ہے جس کی بدولت لوگ سیکنڈوں میں کسی بھی جگہ کی خبر سے باخبر ہوجاتے ہیں اور چند لمحوں میں لوگوں کی رائے بدل جاتی ہے۔ ہر ریاست میں ایک ایسا ادارہ ہوتا ہے جو میڈیا کے لیے قوانین بنا کر اس پر عملدرآمد کرانے پر زور دیتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں المیہ یہ ہے کہ یہاں قوانین اور ادارے ہوکر بھی میڈیا کو بے جا آزادی دی گئی ہے اور جو میڈیا چینلز کے جی میں آتا ہے وہ دکھاتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ گمراہ ہوکر ایک غلط رائے قائم کر لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ میڈیا ہی کی وجہ سے معاشرے میں لوگوں کی مختلف درجہ بندی ہوگئی ہے اور اس بنیاد پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہیں۔ میڈیا کی بنیادی ذمہ داری لوگوں کو صحیح معلومات فراہم کرنا ہے اور ملکی وقار کو بحال رکھنا ہے۔ اس کے لیے وہ میڈیا کے اصول و ضوابط کی بھی پابندی کرے گا اور اپنے اداروں میں تربیت یافتہ اور غیر جانبدار لوگوں کو کام دے گا۔ اس کے علاوہ جو ذمہ دار عہدے ہیں ان پر ایسے لوگوں کو بٹھانا ہوگا جن کو میڈیا کے تمام اصول ازبر ہوں اور وہ ان کا لحاظ بھی کرتے ہوں۔ کوئی ایسی خبر نہیں لگانی یا چلانی جس سے لوگوں میں ایک غلط رائے پیدا ہو۔ اسی طرح خبر کی تصدیق سب سے ضروری چیز ہے۔ اسی طرح اگر دیکھا جائے تو پچھلی ایک دہائی سے بدقسمتی سے ہمارے میڈیا نے شعوری یا لاشعوری طور انتہا پسندی کو کم کرنے کی بجائے اور بھی ہوا دی اور کچھ ایسے کام کئے جس کی وجہ سے ہمارے عالمی تشخص کو بھی کافی حد تک دھچکا لگا اور باہر کی دنیا کے لوگ ہم سے متنفر ہونے لگے۔ میڈیا اگر ان منفی چیزوں کو دکھانے کی بجائے مثبت طور سے کام کرے اور گیپ کیپر جیسے اہم کام کی اہمیت کو سمجھے۔ کسی بھی ذرائع ابلاغ کے ادارے میں چاہے وہ اخبار ہو، ٹی وی چینل ہو یا پھر ریڈیو اس میں گیٹ کیپر کا کام یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی خبر چھپنے یا نشر ہونے سے پہلے اس بات کو تعین کرلیا جائے کہ اس خبر کا لوگوں پر اثر کیا ہوگا۔ بچوں اور عورتوں کی نفسیات پر کیا اثر پڑے گا، کہیں لوگ اس سے مشتعل تو نہیں ہوں گے۔ کہیں ان میں خوف و ہراس تو نہیں پھیلے گا۔ پچھلے دنوں ایک ٹی وی چینل پر ایک خبر چلی ''کوئٹہ کے گرد نواح میں بم دھماکے کی افواہ'' اب ملاحظہ فرمائیے اس خبر میں گردنواح اور افواہ کے الفاظ ایک فاش غلطی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

> فنون لطیفہ کے بغیر تو انسانی زندگی بالکل نامکمل ہے۔ ہر وہ فن جو آپ کو لطافت کا، خوشی کا احساس دلائے اور آپ کی زندگی کو سہل کردے فنون لطیفہ کہلاتا ہے۔ اس طرح فنون لطیفہ نے دہشت گردی کے انسداد کیلئے کافی غور طلب اقدامات کئے ہیں۔ ڈرامہ ، ڈاکومنٹری، آرٹ وغیرہ کافی حد تک بارآور ثابت ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سب چیزوں کو محسوس کیا جائے اور ایک مثبت سوچ لے کر آگے بڑھا جائے۔

کیا انسانی حقوق کی تعلیم خاص طور پر آئین میں درج بنیادی حقوق بطور مضمون نصاب میں شامل ہونے چاہئیں اگر ہاں تو اس حوالے سے کیا موثر حکمت عملی ہو سکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

افتخار احمد

معیاری تعلیم دینا ریاست اور ریاستی اداروں کی ذمہ داری ہے۔ ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے۔ بعض اوقات ردعمل نظر نہیں آتا جیسا کہ اگر پھول توڑا جائے تو اس کا براہ راست اثر تتلی پر پڑے گا اسی طرح ہمیں کچھ باتوں کا ردعمل نظر نہیں آتا لیکن اس کے پیچھے ایک بڑا فلسفہ کارفرما ہوتا ہے۔ اب بات کی جائے انسانی حقوق اور تعلیم کی کہ کیسے یہ نصاب کا حصہ بنے گا اور موثر ثابت ہوگا؟ یونیورسٹی کی سطح پر اس کی ایک چھوٹی سی جھلک ہمیں سوشیالوجی میں نظر آتی ہے لیکن اسے بھی صحیح طرح سے سمجھا یا سمجھایا نہیں جاتا۔ چلیں بڑی سطح پر اس کا کم از کم ذکر تو ہے لیکن جس سطح پر ضرورت ہے وہ پرائمری اور مڈل سطح ہے تا کہ بچے شروع سے ہی اپنے حقوق سے آگاہ ہوں اور ایک پرامن معاشرہ وجود میں آئے۔ نصاب ترتیب دینے والے اداروں کو چاہیے کہ وہ معاشرتی سطح پر لوگوں کی سوچ اور حقوق کا خیال رکھتے ہوئے ایک ایسا نصاب ترتیب دیں جو کہ فائدہ مند ہو۔ اس حوالے سے کئی اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں۔ سب سے پہلے اس حوالے سے طلباء اور ان کے والدین کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی جائے اور ان کو بھی اس کوشش میں شامل کیا جائے اور پھر آہستہ آہستہ ارباب اختیار تک رسائی کر کے ان تک اپنا مدعا پہنچایا جائے اور اس طرح سے بات کی جائے کہ وہ سمجھ جائیں اور اس کام کے کرنے میں حیل و حجت سے کام نہ لیں۔ اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکن بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اور لوگوں کو اس حوالے سے آگاہ کر سکتے ہیں کہ حقوق کیا ہیں اور ان کا نصاب میں شامل ہونا کیوں ضروری ہے۔ اس کے بعد ایسی ہی تربیتی ورکشاپس کا سہارا لیکر لوگوں میں آگاہی پھیلائی جائے اور ان کو اپنے حقوق سے شناسا کیا جائے۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ادب، ادیب اور فنون لطیفہ کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

حیات خان یوسفزئی (ماہر تعلیم)

ادیب اس معاشرے کا ایک اہم جزو ہے کیونکہ ان کی بدولت ہمیں اچھی اچھی تحریریں نصیب ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ادیب نے ہمیشہ سے معاشرے کی اصلاح کا

حق نبھایا ہے۔بات بالکل صحیح اور سچی ہے کیونکہ جس طرح ایک ادیب معاشرے اور حالات پر غور کرتا ہے اس طرح ایک عام انسان نہیں کرتا۔فنون لطیفہ کے بغیر تو انسانی زندگی بالکل نامکمل ہے۔ہر وہ فن جو آپ کو لطافت کا، خوشی کا احساس دلائے اور آپ کی زندگی کو سہل کردے فنون لطیفہ کہلاتا ہے۔اس طرح فنون لطیفہ نے دہشت گردی کے انسداد کیلئے کافی غور طلب اقدامات کئے ہیں۔ڈرامہ، ڈاکومنٹری، آرٹ وغیرہ کافی حد تک بار آور ثابت ہوئے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سب چیزوں کو محسوس کیا جائے اور ایک مثبت سوچ لے کر آگے بڑھا جائے۔انسانوں میں گھمبیر حالات پیش آنے کی صورت میں اس کے خلاف خود بخود وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جو کہ ذہین، دانشور اور حساس قسم کے ہوتے ہیں۔ایسا فطری طور پر ہوتا ہے۔شاعر، ادیب اور فنکار بھی معاشرے کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو کائنات کے اس خوبصورت اور منظم نظام کو اچھے اور صحیح انداز میں جاری وساری رکھنا چاہتے ہیں تاکہ زندگی کی رعنائیوں اور رنگینیوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت و افادیت کو برقرار رکھا جاسکے۔اس مقصد کے لیے وہ ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں جو عام انسانوں میں نہیں ہوتیں۔ان صلاحیتوں میں شاعری، ادب اور فن موسیقی شامل ہیں۔یہی فنونِ لطیفہ کہلاتے ہیں جن کا تعلق انسان کے مثبت رویوں، اچھی اقدار، خوبصورتی اور حُسن و محبت سے ہوتا ہے۔لیکن ان اوصاف اور خصوصیات کو اجاگر کرنے اور اور عام کرنے میں اہم کردار فنونِ لطیفہ سے وابستہ یہی لوگ ادا کر سکتے ہیں جو کہ تعداد میں کم مگر سوچ، فکر اور ذہانت میں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

کیا انتہا پسندی کے فروغ میں ہمارے عدالتی نظام، اس کے طریقہ کار، انصاف کی عدم فراہمی یا سست روی کا بھی کوئی عمل دخل ہے؟ اگر ہاں تو وہ خرابیاں کیسے دور ہوسکتی ہیں اور اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکنوں کا کیا کردار ہوسکتا ہے؟

ڈاکٹر خادم حسین (ماہر تعلیم)

کسی بھی ملک میں نظام انصاف ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔اگر یہ ٹھیک نہ ہو اور اس میں خرابیاں ہوں تو ملک کا مجموعی نظام متاثر ہوتا ہے۔کسی نے خوب کہا ہے:۔

Injustice a society is basis of mostly crimes.

اور یہ بات شروع میں انسان کو بچے کی پیدائش کے عمل اور دوسری اس طرح کی معلومات نہیں تھیں۔عورت کے تن سے بچہ پیدا ہونا ایک عجیب سی تخلیق تصور کیا جاتا اور اس لئے مرد کام کرتے اور عورت گھر میں بیٹھ کر حکمرانی کیا کرتی تھی۔یہ دور پانچ ہزار سال پرانا دور تھا۔پھر انسان نے سوچا کہ اسے مزید کیا کرنا چاہئے۔موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے بارے میں سوچا کیونکہ جب غیر موافق موسم میں مرد گھر سے باہر نکلتے تو مر جاتے اسی طرح عورت نے سوچا کہ خوراک کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے تو عورت نے تخم محفوظ کرنا شروع کیا۔اس کے بعد طاقت وروں نے دریا کے پاس والی زمینوں پر قبضہ جمانا شروع کیا۔اب جس کے پاس زمینیں زیادہ ہوتیں اسے زیادہ طاقت ور سمجھا جاتا۔اسی طرح مردوں نے دیکھا کہ جب نر اور مادہ جانور اکٹھے ہوتے ہیں تو بچے پیدا ہوتے

اور یہ بات ہم سب کے لیے آج قابل غور ہے کہ لوگوں میں قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا رجحان کیوں بڑھتا جارہا ہے۔عدالت کے احاطہ کے اندر قتل کی واردات ہوجانا۔کیا یہ ہمارے عدالتی نظام پہ عدم اعتماد ہے یا پھر سوالیہ نشان؟ ہمیں سبھی کو اس پر سوچنا ہوگا۔

ہیں۔لہٰذا مردوں نے عورت کو آسمان سے اتاری گئی خدائی مخلوق سمجھنا چھوڑ دیا۔اسی طرح ایک مہذب معاشرہ وجود میں آتا گیا اور نظام رائج ہوتا گیا۔لوگوں نے مذہب اور طب پر توجہ دی اور یہ سب اپنے کچھ خاندان تک محدود رکھا۔ایک فوج تشکیل دی اور ایک دوسرے پر حملے کرنا شروع کر دیئے اور اقتدار کی جنگ شروع ہوگئی۔اسی طرح ادارے بنتے گئے اور قوانین رائج ہوگئے جن پر عمل کرنا لازم ٹھہرایا گیا۔اکثر ان قوانین سے عوام کو اختلاف بھی ہوتا لیکن انہیں چاروناچار ماننا پڑتا۔اب اگر آج کے دور کی بات کریں تو دنیا بہت سی ریاستوں میں بٹ گئی ہے اور ہر جگہ کا اپنا ایک قانون اور نظام ہوتا ہے جو کہ اس جگہ کے لوگوں کے لیے موزوں یا غیر موزوں ہوتا ہے لیکن چلتا رہتا ہے۔ہمارا عدالتی نظام ایک سست اور علیل نظام تصور کیا جاتا ہے۔اسکی وجہ یہی ہے کہ یہاں کلاس سسٹم ہے۔غریب کو انصاف ملنا مشکل جبکہ امیر خود منصف بنا پھرتا ہے۔اس کے علاوہ سب سے بڑا مسئلہ عدالتی نظام میں سیاسی مداخلت ہے جہاں ایک چور کو تو بری قرار دیا جاتا ہے جبکہ ایک مظلوم کو ملزم یا مجرم قرار دیا جاتا ہے۔قانون میں موجود تمام خرابیوں کو تو دور کرنا اب مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر صحیح منصوبہ بندی کی جائے اور اس قانون کو پامال نہ کیا جائے تو کافی حد تک یہ نظام ٹھیک ہوسکتا ہے۔اس حوالے سے انسانی حقوق کے کارکن متعلقہ اداروں تک رسائی حاصل کریں اور معاشرتی سطح پر بھی لوگوں میں اس حوالے سے آگاہی پیدا کریں اور ایسی تجاویز مرتب کریں جو کہ فائدہ مند ثابت ہوں۔اور یہ بات ہم سب کے لیے آج قابل غور ہے کہ لوگوں میں قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا رجحان کیوں بڑھتا جارہا ہے۔عدالت کے احاطہ کے اندر قتل کی واردات ہوجانا۔کیا یہ ہمارے عدالتی نظام پہ عدم اعتماد ہے یا پھر سوالیہ نشان؟ ہمیں سبھی کو اس پر سوچنا ہوگا۔

برشور 25-26 نومبر 2016ء

25-26 نومبر 2016ء کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے لئے دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا انعقاد ہوا۔تربیتی ورکشاپ میں تربیت کاروں نے انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری روّیوں کے فروغ کیلئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار، انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل جیسے موضوعات پر لیکچر دیئے۔ورکشاپ کے دوران شرکاء کو دستاویزی فلمیں جن میں، لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر، ہم انسان، ضمیر کی عینک، جمہوریت زندہ باد اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے قیام پر فلمیں دکھائی گئیں جنہیں شرکاء نے بے حد پسند کیا۔تربیتی ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کے ذریعے ضلع پشین خصوصاً تحصیل برشور میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ بھی لیا گیا۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

یونس بلوچ (ریجنیل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

اس ورکشاپ کا بنیادی مقصد ملک کو درپیش سب سے بڑے مسئلہ انتہاء پسندی کا جائزہ لینا ہے اور اس حوالے سے ایک دوسرے سے نہ صرف آگاہی حاصل کرنا ہے بلکہ مشترکہ طور پر اس کے حل کے لئے مشترکہ تجاویز مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ انتہاء پسندی کے اصل اسباب کو جاننا ہے۔انتہاء پسندی کو ہم مذہب کے دائرے تک محدود کرکے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ اس کا تعلق مختلف شعبوں سے ہے۔اس وقت ملک میں انتہاء پسندی بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے جس کی وجہ سے انسانی حقوق کی پامالی میں بے حد اضافہ ہو رہا ہے۔ایسی صورتحال میں ہمیں رواداری اور برداشت جیسے تصورات کو فروغ دینا ہوگا اور اس عمل کو سرانجام دینے کے لئے ہم آپ سب کو سننے اور اپنی معلومات آپ تک منتقل کرنے یہاں آئے ہیں۔آپ سب سے ہماری توقع ہے کہ آپ اور ہم سب ملکر

اس کام کو آگے لے جائیں گے اور اس پیغام کو اپنے گھر محلّہ اور کمیونٹی میں پھیلائیں گے اور لوگوں کو بتائیں گے کہ انتہاء پسندی کے انسداد کے لئے ہم سب کو کیا کرنا ہے۔

تحصیل برشور کے مسائل

تحصیل برشور کے مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے ورکشاپ کے شرکاء کا کہنا تھا کہ برشور ضلع پشین کی پرامن تحصیل ہے مگر یہاں کے لوگ تمام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ جس تعلیمی ادارے میں ہم اس دوروزہ ورکشاپ کے انعقاد کے لئے بیٹھے ہیں اس کی عمارت کی حالت مخدوش ہے۔ اسی طرح تحصیل کے اکثر علاقوں میں قائم تعلیمی اداروں کی یہی صورتحال ہے۔ کہیں ٹاٹ نہیں تو کہیں چاک نہیں۔ کہیں ٹیچروں کی کمی ہے تو کہیں سائنس کا سامان نہیں۔ ہمارے بچے بہت ہی مشکل صورتحال میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہسپتال نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ہسپتالوں میں اساتذہ کی کمی ہے، ادویات دستیاب نہیں اور معمولی نوعیت کے ٹیسٹ کے لئے بھی پشین یا کوئٹہ جانا پڑتا ہے۔ یہاں کے لوگوں کا مکمل طور پر انحصار زراعت پر ہے مگر غیر اعلانیہ اور روزانہ 21 گھنٹوں کی لوڈ شیڈنگ نے یہاں کی زراعت، باغبانی اور معیشت کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ کئی بار مختلف پلیٹ فارموں سے حکومت کے ذمہ داران سے اپیل کی گئی ہے کہ یہاں غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ بند کی جائے مگر ہماری بات سننے کو کوئی تیار نہیں۔ اسی طرح صحت اور تعلیم کے مسائل کو کافی اجاگر کیا گیا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ احمد بزدار (نیشنل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

آپ کا شکریہ کہ آپ سب ساتھی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام آج شروع ہونے والی دوروزہ ورکشاپ میں شریک ہیں۔ یہ ورکشاپ بنیادی طور پر تربیتی ورکشاپ ہے جس میں ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم آپ لوگوں سے سیکھیں اور آپ تک اپنی معلومات منتقل کریں۔ تربیتی ورکشاپ کے ایجنڈے کے متعلق آپ ساتھیوں کو بتایا گیا ہے مگر بنیادی مقصد انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور انتہا پسندی کے محرکات کا جائزہ لیا جائے۔ آپ کوشش کریں کہ تربیت کاروں کے لیکچرز کو توجہ کے ساتھ سنیں اور کوشش کریں کہ سوال جواب کا سیشن تفصیلی ہوتا کہ ہم سب مل کر انتہاء پسندی کے اثرات اور اس سے بچاؤ کا طریقہ کار بہتر انداز میں نکالیں۔ مجھے جو عنوان دیا گیا ہے وہ بنیادی طور پر تین حصوں پر تقسیم ہے۔ انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار۔ بحیثیت انسان ہمیں یہ سمجھنے کی فوری ضرورت ہے کہ ہمارے حقوق کیا ہیں؟ ملک کے آئین میں ہمیں کیا حقوق دیئے گئے ہیں؟ اسی طرح ہمیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ دوسرے انسان کے حقوق کا کس طرح احترام کیا جاسکتا ہے اور ہم معاشرے میں اپنے فرائض کس طرح انجام دے سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے فرائض دوسرے انسانوں کے حقوق ہوں۔ اگر ہم انسانی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جب پہلے انسان نے دوسرے انسان کی زندگی کا حق تسلیم کیا تھا یہ انسانی حقوق کی تحریک کی جانب ابتدائی قدم تھا۔ انسان کے باقی حقوق میں انسانی بقا کا حق،، مذہبی آزادی اور سیاسی آزادی سمیت دیگر شامل ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں تقریباً چھ کروڑ انسان مارے گئے۔ اس کے بعد بین الاقوامی طاقتوں نے اکٹھے ہوکر انسانی حقوق کے متعلق ایک عالمی منشور تیار کیا۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق مانا گیا۔ محصولات اور ٹیکسوں کی وصولی کے لئے خودکار نظام کی طرح انسانی حقوق کا نظام بھی خودکار ہونا چاہئے یعنی لگاتار اور مسلسل چلنے والا نظام جس میں تمام لوگوں کو یکساں ہر قسم کے حقوق حاصل ہوں۔ ان حقوق کی ادائیگی کے اخراجات پورے کرنے کے لئے حکومتوں نے ٹیکسوں کی وصولی کا خودکار نظام ترتیب دیا ہوتا ہے۔ جمہوری روّیوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ جمہوری روّیے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ہمارے گھروں، محلوں اور سوسائٹی میں جمہوریت ہے؟ اگر خود کے کردار کو پرکھا جائے تو یہ حقیقت خود بخود ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہماری سوسائٹی میں جمہوری روّیوں کے فروغ کے لئے کام کرتے ہیں۔ اسی طرح آج سوشل میڈیا کا دور ہے۔ دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پر عوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کرکے ان میں شعور کو اجاگر کرسکتے ہیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

فرید احمد شاہوانی (صوبائی کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

ایسا کوئی معاشرہ، گھرانہ، صوبہ یا ملک جس میں عدم رواداری نے اپنا پنجہ گاڑ رکھا ہو وہ کبھی ترقی کی منازل طے نہیں کرسکتا اور ایسا ہی اگر کسی ملک میں ہو تو وہ ملک عالمی برادری میں اپنا کوئی مقام نہیں بنا سکتا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے ملک زیادہ دیر تک اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتے۔ تعلیم وہ ابتدائی سیڑھی ہے جس کے ذریعے انسانی سوچ اور، انسانی روّیہ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ ہر انسان میں قدرت نے بہت سی صلاحیتیں رکھی ہیں۔ ان صلاحیتوں میں نکھار تعلیم ہی لاسکتی ہے۔ تعلیم وہ ہتھیار ہے جو کسی بھی قوم کو بہتر بنیاد فراہم کرتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں تعلیم کے حصول کے دوران تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کے متعلق کوئی مواد نہیں ملتا۔ ہمارا نصاب قصے کہانیوں سے بھرا پڑا ہے۔ انسانی حقوق کی تعلیم کو اگر نصاب کا حصہ بنایا جائے تو ہر انسان کو بچپن ہی سے اپنے اور دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کے متعلق نہ صرف آگاہی حاصل ہوگی بلکہ انہیں انسانی حقوق کا خیال رکھنے میں بھی مدد ملے گی۔ تعلیمی اداروں، خصوصاً پرائمری اور مڈل کے تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین کی شمولیت کو اوّلیت دیں جس سے بچے بچپن ہی سے انسانی حقوق اور اپنے فرائض کے متعلق آگاہ ہوں گے اور بعد ازاں معاشرے میں انسانی حقوق کے فروغ کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کرسکیں گے۔ ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت انفرادی سوچ رکھتی ہے۔ انفرادی سوچ سے مراد صرف اور صرف اپنے فائدے کے لئے سوچنا ہے جس کی وجہ سے دوسروں کے حقوق متاثر ہوتے ہیں اور معاشرے میں ناانصافی پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہر انسان اپنی ذاتی سوچ میں اجتماعیت کو اوّلیت دے اور اپنے روّیہ میں مثبت تبدیلی لائے تو اس کے فوری مثبت اثرات معاشرے پر پڑیں گے اور معاشرہ انتشار کی کیفیت سے محفوظ رہے گا۔

انتہاء پسندی کے انسداد اور فروغ میں میڈیا کا کردار

ناصر راہی

انتہاء پسندی ایک عمل ہے جس میں انتہاء کی حد تک ذاتی سوچ، سیاسی و مذہبی نظریات اور اپنی نظریہ کو طاقت کے زور پر دوسروں پر تھوپنا شامل ہوتا ہے۔ میڈیا جہاں انسانوں کو باخبر رکھتا ہے وہیں خوف و ہراس پھیلانے اور اپنی ریٹنگ بڑھانے کی کوششوں میں ایسی رپورٹیں شائع یا نشر کرتا ہے جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ دور حاضر میں میڈیا کا کردار بڑا اہم ہو چکا ہے۔ ملک کی معیشت، دفاعی صلاحیت اور سیاسی استحکام کی طرح میڈیا کا آزاد ہونا کسی بھی ملک کی سالمیت کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ اگر ہم بین الاقوامی سطح پر غور کریں تو ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا

کہ سب سے زیادہ طاقتور ہتھیار میڈیا تصور کیا جاتا ہے۔ میڈیا کی دو واضح اقسام ہیں ایک الیکٹرانک و دوسرا پرنٹ میڈیا ہے۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو، فلم، سوشل میڈیا، ای میل وغیرہ شامل ہیں۔ ہمارے میڈیا پر جہادی نظریات کی ترویج کی جارہی ہے۔ لوگوں کے نظریات کا رخ انتہاء پسندی کی جانب لے جایا جارہا ہے۔ ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش میں عجیب وغریب پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ جب سے انتہاء پسندوں نے مساجد، اسکولوں، بازاروں اور عام لوگوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنانا شروع کیا تب سے میڈیا نے بھی انہیں غیر ضروری کوریج دینا شروع کر دی ہے۔ دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا ہے وہاں میڈیا (ٹی وی چینلز) دہشت گردی کے اس واقعہ کو براہ راست کوریج دے کر فروغ دے رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھائی جاتی ہیں جس سے ملکی و بین الاقوامی سطح پر نفسیاتی اثرات پیدا ہورہے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا جان بوجھ کر شدت پسندی کو فروغ دے کر عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کر رہا ہے۔

انتہاء پسندی کیا ہے؟ اس کی اقسام اور ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

شمس الملک مندوخیل (معروف سماجی کارکن)

بنیادی سوال یہ ہے کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ میری نظر میں انتہاء پسندی ایک ایسے روّیے اور ایسی سوچ کا نام ہے جس میں انسان اپنے تعین کردہ راستے کو حتمی سمجھ کر یہ کوشش کرتا ہے کہ باقی لوگ بھی اسی رائے کو حتمی سمجھیں۔ اگر اس کے خلاف کوئی اظہار کرتا ہے تو اس کو دنیا میں جینے کا حق نہیں۔ اسی طرح اگر ہم مزید وسیع پیمانے پر انتہاء پسندی کو جاننے کی کوشش کریں تو انتہاء پسندی ایک سوچ، روّیہ اور نظریہ کا نام ہے۔ بعدازاں اس کے اثرات انسانی روّیوں میں نظر آتے ہیں، اس وقت ہمارے ملک میں مذہبی انتہاء پسندی اپنی شدت کے ساتھ موجود ہے جو ہمارے معاشرے اور ہمارے سماج پر خطرناک اثرات مرتب کر رہی ہے۔ سماجی ناانصافی بھی ہمارے ملک میں اپنی شدت کے ساتھ موجود ہے اور کم و بیش ہر فرد کسی نہ کسی شکل میں سماجی ناانصافی کا شکار ہے۔ ہمارے سماج میں بچیوں کی شادیاں طے کرتے وقت ان کی رائے کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ سماجی انتہاء پسندانہ سوچ ہے جس کی ہمیں حوصلہ شکنی کرنا چاہئے۔ سیاسی انتہاء پسندی بھی ہمارے معاشرے میں مضبوط شکل میں موجود ہے جس میں اپنے سیاسی نظریات اور سیاسی مفادات کو عظیم تر سمجھا جاتا ہے، تنقید کو جرم سمجھا جاتا ہے۔ انتہاء پسندی کے معاشرے پر بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ لوگوں میں رواداری ختم ہوتی ہے۔ اس دوران امن کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ کسی بھی معاشرہ کے لئے امن بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں امن نہیں ہوتا وہاں لوگوں کی معاشی حالت تباہ ہوجاتی ہے۔ غربت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انسانی حقوق خصوصاً خواتین کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔ انتہاء پسند انسانی حقوق پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کا ٹارگٹ ہمیشہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہی ہے۔ آج اس خطے میں امن ناپید ہوچکا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے

انتہاء پسندی کے عوامل میں تعلیم کی کمی، مذہب کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا، بے روزگاری اور غربت بھی ہیں۔ ان حالات میں بحیثیت شہری ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم مل کر انتہاء پسندی کو روکنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

شروع ہی سے ملک میں مذہبی تنظیموں کو سپورٹ کیا ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان کو وسائل فراہم کئے ہیں۔ انتہاء پسندی کے عوامل میں تعلیم کی کمی، مذہب کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا، بے روزگاری اور غربت بھی ہیں۔ ان حالات میں بحیثیت شہری ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم مل کر انتہاء پسندی کو روکنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

ایچ آر سی ویب ٹی وی کے متعلق تعارفی پروگرام

یونس بلوچ (ریجنل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

ویب ٹی وی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے پروگراموں میں ایک اہم پروگرام ہے جس کے ذریعے معاشرے کے وہ بنیادی پہلو دکھائے جاتے ہیں جن کا انسانی حقوق سے تعلق ہے۔ ہم اس ویب ٹی وی کے ذریعے معاشرے کے ان مسائل کی نشاندہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو نہ صرف حکومت بلکہ مرکزی میڈیا کی آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی جگہ سکول قائم ہے مگر وہ بند ہے، سکول میں کسی امیر شخص کے جانور بندھے ہوئے ہیں یا کہیں کوئی ہسپتال ہے جس میں اسٹاف کی کمی ہے، ہسپتال میں ادویات کی کمی ہے، عام مریضوں کی ادویات تک رسائی نہیں یا کہیں خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے یا بچوں سے مشقت لی جارہی ہے۔ ان جیسے مسائل کے حوالے سے سول سوسائٹی کے ساتھی یا آج اس ورکشاپ میں شریک انسانی حقوق کے کارکنان اس تمام صورتحال کا ایک ویڈیو کلپ بنا کر بذریعہ وٹس ایپ ہمیں بھیجیں یا ہمارے مرکزی دفتر کے ایڈریس پر کوریئر کریں۔ ہم آپ کی جانب سے بھیجی گئی ویڈیو کلپ مکمل تفصیل کے ساتھ اپنے ویب ٹی وی کی ویب سائیٹ پر اپ لوڈ کریں گے اور اس کے علاوہ متعلقہ محکمہ کو بھی اس کے متعلق رپورٹ کریں گے۔ امید ہے کہ ہم سب کی اس مشترکہ کاوش میں بہت سے مسائل حل کی جانب جائیں گے۔

دو روزہ تربیتی ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو اظہار خیال کو موقع دیا گیا، اس موقع پر شرکاء کا کہنا تھا کہ تربیت کاروں نے انتہاء پسندی کے متعلق ہمیں جو بتایا قبل ازیں ہمیں انتہائی پسندی کے متعلق اتنی جانکاری نہیں تھی اور ہم انتہاء پسندی کو صرف اور صرف مسجد اور مدرسہ تک کا عمل سمجھتے تھے مگر اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ انتہاء پسندی کی مختلف اقسام ہیں اور معاشرے پر اس کے برے اثرات موجود ہیں۔ شرکاء کا کہنا تھا کہ انتہاء پسندی نے ہمارے معاشرے میں ناسور کی حیثیت اختیار کرلی ہے اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ دیہی علاقوں کے لوگوں کو اس کے نقصانات کے متعلق تربیتی پروگراموں میں آگاہ کیا جائے۔

دو روزہ تربیتی ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو سرٹیفکیٹ دیئے گئے۔ قبل ازیں شرکاء نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے برشور جیسے پسماندہ علاقے میں یہ دو روزہ ورکشاپ رکھ کر انہیں انسانی حقوق، انتہاء پسندی، جاننے کا حق، جیسے موضوعات پر جو آگاہی دی وہ بے مثال ہے۔ انہوں نے اس بات کا عہد کیا کہ اس ورکشاپ سے جو سیکھا ہے اسے کمیونٹی میں منتقل کر کے مشترکہ طور پر انتہاء پسندی کے خلاف لوگوں میں شعور اجاگر کریں گے۔

قلعہ سیف اللہ 23-24 نومبر 2016ء

کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے دو روزہ ''انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار'' کے فروغ کے عنوان سے ضلع قلعہ سیف اللہ میں دو روزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کی جس میں تربیت کاروں نے، انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری روّیوں کے فروغ کیلئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار، انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل جیسے موضوعات پر تربیتی سیشن کئے گئے۔ تربیتی ورکشاپ کے دوران شرکاء کو دستاویزی فلمیں لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر، ہم انسان ضمیر کی عینک، جمہوریت زندہ باد اور پاکستان

کمیشن برائے انسانی حقوق کے قیام پر مشتمل دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں جنہیں شرکاء نے بے حد پسند کیا۔تربیتی ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کے ذریعے ضلع قلعہ سیف اللہ میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ بھی لیا گیا جس میں شرکاء نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔اس ورکشاپ کی مختصر روداد پیش خدمت ہے۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

محمد یونس بلوچ (ریجنل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے آپ تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ اس دوروزہ تربیتی ورکشاپ میں شریک ہوئے ہیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق پورے ملک میں ضلع وتحصیل کی سطح پر ایسی تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کر رہا ہے۔آج ہمیں روزانہ کی بنا پر عدم رواداری اور عدم برداشت جیسے روّیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔انتہاء پسند اپنے نظریہ،اپنی سوچ اور اپنی مرضی کوعوام پر زبردستی تھوپنے کے لئے روزانہ کوئی نہ کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔انتہاء پسندی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ کوئی اس کے نتائج سے محفوظ نہیں۔دوسری جانب انتہاء پسندی کی روک تھام اوراس کے اثرات سے عوام کو آگاہ رکھنے کے لئے حکومتی سطح پر کوئی قدم نہیں اٹھایا جا رہا۔اس حوالے سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ملک کے تمام صوبوں کے اضلاع اور مختلف اضلاع کی تحصیلوں میں انتہاء پسندی کی روک تھام اورانسانی حقوق کی تعلیم کے حوالے سے تربیتی ورکشاپوں کا انعقاد کر رہا ہے۔یہ ورکشاپ بھی اسی تسلسل کی کڑی ہے۔اس دوروزہ ورکشاپ میں ہم انتہاء پسندی کے معاشرے پڑنے والے اثرات پرغورکرنے کے لئے اپنی تجاویز دیں گے۔آپ سے میری گذارش ہے کہ آپ اس دوروزہ ورکشاپ میں جو کچھ سیکھیں اس کو اپنے محلّہ،گھر اور کمیونٹی میں پہنچانے کی بھی کوشش کریں۔

انسانی حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اورعوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ احمد بزدار(چیف کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

دنیا کے بیشتر ممالک نے انسانی حقوق کے عالمی منشور کے خدوخال سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر دستخط کئے اور آج کسی حد تک تمام ممالک انسانی حقوق کے عالمی منشور کی پابندی کر رہے ہیں۔عالمی منشور کی تشکیل دو چار دن میں نہیں بلکہ ایک طویل دورانیے پر محیط ہے جس کے لیے دنیا کے بہترین دماغوں نے بے حد محنت کی۔انسانی حقوق کے عالمی منشور پر پاکستان نے بھی دستخط کئے جس میں مردوں ،عورتوں،بچوں اور اقلیتوں سمیت تمام انسانوں کے حقوق کی فراہمی شامل ہے۔موجودہ انسانی حقوق کے منشور میں معاشی،سیاسی،سماجی اور ثقافتی حقوق شامل ہیں۔دوسری جنگ عظیم میں تقریباً چھ کروڑ انسان مارے گئے اس کے بعد بین الاقوامی طاقتوں نے اکٹھے ہوکر انسانی حقوق کے متعلق ایک منشور تیار کیا۔انسانی حقوق کے عالمی منشور میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق مانا گیا۔محصولات اورٹیکسوں کی وصولی کے لئے خودکار نظام کی بنیاد پر یہ طے کیا گیا کہ انسانی حقوق کا نظام بھی خودکار ہونا چاہئے یعنی لگا تار اور مسلسل چلنے والا نظام جس میں تمام لوگوں کو

> کستان میں انتہا پسندی کی بنیادیں بہت مضبوط ہوئیں جب ایک فوجی آمر کے دور میں افغانستان میں روسی افواج داخل ہوئیں اور ملک کو طالبنائزیشن کی طرف لے گیا۔

یکساں ہرقسم کے حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔جمہوری روّیوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔جمہوری روّیے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ہمارے گھروں،محلوں اورسوسائٹی میں جمہوریت ہے؟اگر غور کیا جائے اورخود کے کردار کو پرکھا جائے تو یہ حقیقت خود بخود ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہماری سوسائٹی میں جمہوری روّیوں کے فروغ کے لئے کام کرتے ہیں۔اسی طرح آج سوشل میڈیا کا دور ہے۔دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پرعوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کر کے ان میں شعور کو اجاگر کر سکتے ہیں۔ہماری سوچ کی بنیاد ہمارے خاندان سے شروع ہوتی ہے۔ہم جس گھر میں پیدا ہوتے ہیں گھر اور گردنواح کے ماحول سے اثر لیتے ہیں۔سول سوسائٹی کو اس اہم نقطے پر اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔وکلاء،صحافی،ڈاکٹرز اوراین جی اوز سے تعلق رکھنے والے افراد کو انسانی حقوق کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔انتہاء پسندانہ روّیوں اور انتہاء پسندوں کے خلاف لوگوں میں شعور اجاگر کرنے کے لئے سول سوسائٹی کا اہم کردار ہے۔سول سوسائٹی کا کردار کسی بھی معاشرے میں انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جس کے بغیر انسانی حقوق کا فروغ ممکن نہیں۔

انتہاء پسندی کے انسداداورفروغ میں میڈیا کا کردار

ناصر راہی

میڈیا تین الفاظ کے اردگرد گھومتا ہے۔واقعہ،خبر اور سچائی۔واقعہ تو ہوتا ہے تبدیلی یا کردار کے حوالے سے لیکن خبر اور سچائی اور چیز ہے۔خبر اکثر اوقات سچائی کو چھپانے کے لئے ہوتی ہے۔مثال کے طور پر میں اس وقت چھوٹا تھا جب ایران وعراق کی جنگ ہو رہی تھی۔ایرانی ٹی وی نے ایک خبر نشر کی کہ عراق کے جنگی جہازوں نے ایران کی شہری آبادی کو نشانہ بنایا اور عراقی جہازوں کو اسرائیلی پائلٹ اڑا رہے ہیں۔اس خبر میں تین باتیں ہمیں نظر آتی ہیں۔عراق کے جنگی جہازوں نے شہری آبادی کو نشانہ بنایا،جہاز اسرائیلی پائلٹ اڑا رہے ہیں اور عراقی حکومت نے دہشت گردی کر کے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی۔مطلب ایرانی حکومت نے سچائی کو چھپا کر کسی کو حقائق تک جانے نہیں دیا۔پاکستان میں انتہا پسندی کی بنیادیں بہت مضبوط ہوئیں جب ایک فوجی آمر کے دور میں افغانستان میں روسی افواج داخل ہوئیں اور ملک کو طالبنائزیشن کی طرف لے گیا۔اسی طرح سعودی عرب اور امریکہ نے اسلام کا نام استعمال کر کے جنگ کا آغاز کیا جس میں روس کو افغانستان سے نکالنے میں میڈیا اور سعودی پیٹروڈالر نے کلیدی کردار ادا کیا۔جنرل مشرف کے دور میں ملک میں مزید ٹی وی چینل آگئے اور کسی حد تک میڈیا کو آزادی مل گئی اور اس دوران ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش میں عجیب وغریب تبصرے نشر ہونا شروع ہو گئے۔جب سے انتہاء پسندوں نے مساجد،اسکولوں ،بازاروں اور عام لوگوں کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنانا شروع کیا ہوا ہے۔جہاں کوئی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا تو ٹی وی چینل دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھانا شروع کر دیتے۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا نے کس قدر شدت پسندی کو فروغ دیا تاکہ عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کیا جائے۔کوئٹہ کے ایک نفسیاتی ڈاکٹر کے مطابق ٹی وی وغیرہ پر بم دھاکوں اور لاشوں کو براہ راست دکھانے کے عمل سے لوگ نفسیاتی مریض بن رہے ہیں۔ان مریضوں میں اکثریت کا تعلق ایسے ہی واقعات کو دیکھنے سے ہے۔آج تعلیمی اداروں کے فرسودہ نصاب اور میڈیا کے منفی کردار کی وجہ سے معاشرے میں برداشت کا خاتمہ ہوا ہے۔معاشرے کو فرقہ پرستی میں تقسیم کیا گیا۔میڈیا پر انتہاء پسندوں کو ہیرو کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔

سوال۔ ہمارا میڈیا غیرضروری چیزوں کو کیوں بیان

کرنے کو اہمیت دیتا ہے؟

جواب۔ ہمارے میڈیا نے ہمیشہ اصل مسائل پر توجہ نہیں دی کیونکہ ہماری سرکار نہیں چاہتی کہ عوام کو اپنے مسائل کے بارے میں مکمل طور پر آگاہی ہو سکے اور نہ ہی حکومت کو اپنے عوام کے مسائل حل کرنے سے کوئی دلچسپی ہے۔ اشتہارات کے حصول کی وجہ سے میڈیا اصل معاملات کی جانب توجہ نہیں دیتا۔

سوال۔ پیمراء کا بنیادی کردار کیا ہے؟

جواب۔ پیمرا کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ میڈیا پر چیک اینڈ بیلنس رکھے اور میڈیا ایسے پروگرام نشر نہ کرے جن سے ملک کی سلامتی کو خطرہ ہو اور عوام کے حقوق کی پامالی ہو۔ پیمرا کے ذمہ داران بھی اپنے اصل کام کو انجام دینے میں کامیاب نظر نہیں آتے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

شمس الملک مندوخیل (معروف سماجی کارکن)

انتہاء پسندی کا لفظی معنی کسی بھی عمل کو آخری حد تک پسند کرنا اور اپنی مرضی ومنشاء کے نتائج حاصل کرنے کے لئے تمام حدود پار کرنا چاہے اس کے حصول کے لئے طاقت کا استعمال کیوں نہ کرنا پڑے۔ ہمارے معاشرے میں انتہاء پسندی کی مختلف شکلیں رائج ہیں جن میں سے کچھ کا ہم تربیتی لیکچر کے دوران تذکرہ کرتے ہیں جن میں ذاتی انتہاء پسندی، خاندانی انتہاء پسندی، گروہی انتہاء پسندی، سماجی انتہاء پسندی، قومی انتہاء پسندی اور بین الاقوامی انتہاء پسندی شامل ہیں۔ ہم جس سماج میں رہتے ہیں یہاں لوگوں میں عدم رواداری کو فروغ دینے میں میڈیا بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ میڈیا رائے عامہ پر فوری اثر انداز ہوتا ہے اور اگر ہم میڈیا کے کردار کا اس حوالے سے جائزہ لیں تو ہمیں یہ محسوس ہوگا کہ انتہاء پسند تنظیمیں اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے میڈیا کا سہارا لیتی ہیں۔ ریاست نوجوانوں کو روزگار دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔ ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہا پسندوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی ایک بڑا کردار ہے۔ سوشل میڈیا انتہاء پسندی کے لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں پیغامات کی ترسیل سوشل میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس پر ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں جس کی وجہ سے انتہاء پسند اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انتہاء پسندی ایک ایسا عمل ہے جس کے برے اثرات فوراً معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ لوگوں میں رواداری ختم ہو جاتی ہے اور جب کسی بھی معاشرے میں برداشت ورواداری ختم ہو جاتی ہے تو وہاں امن کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس معاشرے میں امن کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہے تو وہاں معاشی مسئلہ بھی سر اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ردعمل میں انسانی حقوق، بالخصوص خواتین کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے انتہاء پسندوں کے سامنے انسانی حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ انسانی حقوق کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں۔ انتہاء پسند اکثر مذہب کا سہارا لیتے ہیں مگر معاشرے میں بسنے والے لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مذہب کی اصل روح کو سمجھیں کہ مذہب کیا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام مذاہب انسان کو امن سے رہنے ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے کا درس دیتے ہیں۔ علماء مذہب کا اصل فلسفہ لوگوں میں پہنچا کر انتہاء پسندی کی روک تھام میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں کے نصاب اور میڈیا میں ایسے رجحانات موجود ہیں جو بنیاد پرستی کے پھیلاؤ کا سبب بن رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں انتہاء پسندی کی روک تھام کے حوالے سے مضامین شامل کئے جائیں اور میڈیا میں روشن خیال لوگوں کو بھی مواقع فراہم کیے جائیں تا کہ وہ بھی اپنا موقف پیش کریں اور اسی طرح ان علماء کو بھی میڈیا کے ٹاک شو میں مدعو کیا جائے جو مذہب کی اصل روح کو عوام تک پہنچائیں۔

دکھ کی بات ہے کہ ہمارے بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق تعلیم نہیں دی جاتی۔ انسان حقوق کے متعلق نہ جاننا بھی انتہاء پسندی کے فروغ میں ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نصاب تشکیل دینے والے ادارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیں تا کہ ہمارے بچوں کو بچپن میں ہی ایک دوسرے کے احترام کی ترغیب ملے

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت

فرید احمد شاہوانی (صوبائی کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

سب سے پہلے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ساتھیوں کا شکریہ کہ انہوں نے ہم سب کو ایک ایسے مسئلے پر گفتگو کے لیے بلایا جس کی زد سے آج کوئی بھی شخص محفوظ نہیں۔ مجھ سے پہلے انتہاء پسندی کے متعلق کچھ حضرات نے بہت علمی انداز میں آپ سب کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مجھے بات کرنے کے لئے جو عنوان دیا گیا ہے وہ بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلا حصہ طرز فکر میں مثبت تبدیلی، دوسرا حصہ جمہوری رویوں کا فروغ اور تیسرا حصہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت ہے۔ طرز فکر انسانی سوچ کے ایک مخصوص انداز کو کہتے ہے، جس میں انسان اپنے انداز میں مختلف زاویوں، مختلف چیزوں اور مختلف مسائل کے متعلق اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں یہاں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہیں یا ایک دوسرے کو سننے کے حوالے سے مثبت سوچ رکھتے ہیں۔ ہمارے سماج کے لئے یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ ہماری اکثریت انفرادی سوچ رکھتی ہے یعنی صرف اور صرف اپنے نفع اور نقصان کے متعلق سوچتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے بنیادی حقوق متاثر ہوتے ہیں اور معاشرے میں ناانصافی پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم غور کریں کہ تو معلوم ہوگا کہ معاشرہ لوگوں ہی سے بنتا ہے لوگ ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ایک دوسرے پر حقوق وفرائض بھی ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اپنی سوچ کو اجتماعی سوچ بنائیں اور اپنے روّیوں میں مثبت تبدیلی لائیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ شروع دن سے ہمارے ملک میں جمہوریت ناپید رہی ہے۔ جمہوری روّیے تب ہی فروغ پا سکتے ہیں جب ہم ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔ انسانی حقوق کے متعلق کسی بھی تعلیمی ادارے میں تعلیم نہیں دی جاتی اور نہ ہی کسی تعلیمی ادارے کے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کے متعلق کوئی مضمون شامل ہے۔ دکھ کی بات ہے کہ ہمارے بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق تعلیم نہیں دی جاتی۔ انسان حقوق کے متعلق نہ جاننا بھی انتہاء پسندی کے فروغ میں ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نصاب تشکیل دینے والے ادارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیں تا کہ ہمارے بچوں کو بچپن میں ہی ایک دوسرے کے احترام کی ترغیب ملے اور تعلیم سے فراغت کے بعد وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان بننے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کا خیال رکھنے والا انسان بھی بنیں۔

ضلع قلعہ سیف اللہ کے عوام کو درپیش بنیادی مسائل پر شرکاء کی رائے

شرکاء کا کہنا تھا کہ قلعہ سیف اللہ کے عوام کے مسائل بلوچستان کے دوسرے علاقوں کے مسائل سے مختلف نہیں۔ یہاں تعلیمی اداروں میں سہولیات کا فقدان ہے۔ اساتذہ کی تعداد انتہائی کم اور تعلیمی اداروں میں فرنیچر نہ ہونے کے برابر ہے۔ بعض تعلیمی اداروں کی عمارت تک موجود نہیں جہاں بچے کھلے آسمان تلے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ قلعہ سیف اللہ کے ہسپتال میں ڈاکٹروں کی شدید کمی ہے۔ لوگوں کو علاج کی بنیادی سہولیات دستیاب نہیں اور اسی طرح ہسپتال سے ادویات میسر نہیں۔ مریضوں کو معمولی نوعیت کے میڈیکل ٹیسٹ کے لئے بھی کوئٹہ جانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ قلعہ سیف اللہ کے دیہی علاقوں میں پختہ سڑکیں نہیں اس حوالے

> انتہاء پسندی کا لفظی معنی بڑا واضح ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو حتمی سمجھنا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کوشش کرنا کہ باقی شہری بھی اسی موقف کو اپنائیں۔ مختصراً یہ کہ اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے کسی بھی حد تک جانا انتہاء پسندی کہلاتا ہے۔

سے زمیندار کو مارکیٹ تک اپنی فصلیں پہنچانے میں شدید مشکلات اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قلعہ سیف اللہ افغان مہاجرین کی اہم گزرگاہ ہے بلکہ پناہ گاہ بھی ہے۔ کیونکہ بہت بڑا مہاجرین کیمپ قلعہ سیف اللہ کے پاس موجود ہے۔ انتہائی پسندی قلعہ سیف اللہ میں مختلف شکلوں میں موجود ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں کو خوف وحراس کا سامنا ہے حکومتی سطح پر قلعہ سیف اللہ کے مسائل حل کرنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔

دو روزہ تربیتی ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا جس میں شرکاء کا کہنا تھا کہ ہم پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہمارے لئے ایک اہم اور بنیادی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے علاقوں میں انتہاء پسندی مختلف شکلوں میں موجود ہے اور عوام میں اس کے نقصانات کے متعلق شعور اجاگر کرنے کے لیے اس طرح کے تربیتی پروگراموں کی انعقاد کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے ہمیں جو تربیت دی گئی ہے ہم اسے اپنے علاقہ، محلّہ اور معاشرے میں اس پیغام کو ضرور پہنچائیں گے مگر ساتھ ہی ساتھ ہم پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ساتھیوں سے یہ گزارش کریں گے کہ وہ ان علاقوں میں کام کریں۔

احمد وال 28-29 نومبر 2016 کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام ''انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار'' کے فروغ کے عنوان سے ضلع نوشکی کی تحصیل احمد وال میں نومبر کو دو روزہ تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی جس میں تربیت کاروں نے، انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت علمی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کیلئے، تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہاپسندی کے انسداد /فروغ میں میڈیا کا کردار، انتہاپسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل، انتہاء پسندی کے عوامل، اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل جیسے موضوعات پر لیکچر دیئے تربیتی ورکشاپ کے دوران شرکاء کو دستاویزی فلمیں جن میں، لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر، ہم انسان ضمیر کی عینک، جمہوریت زندہ باد، اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے قیام سے متعلق دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں جنہیں شرکاء نے بے حد پسند کیا، تربیتی ورکشاپ کے دوران گروپ ورک کے ذریعے ضلع نوشکی کے مسائل اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی اور ضلع میں میں انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ بھی لیا گیا جس میں شرکاء نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

محمد یونس

انتہاء پسندی ہمارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے، لوگ انتہاء پسندی کے اثرات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ انتہاء پسند اپنا نظریہ، اپنی سوچ اور اپنی منشا طاقت کے ذریعے دیگر شہریوں پر تھوپنے کے لئے روزانہ کوئی نہ کوئی قدم اٹھاتے رہتے ہیں۔ انتہاء پسندی اس حد تک بڑھ چکی ہے کوئی بھی اس کے نتائج سے محفوظ نہیں۔ دوسری جانب انتہاء پسندی کے روک تھام اور اس کے اثرات سے عوام کو آگاہ رکھنے کے لئے حکومت اور زمہ دار اداروں کی جانب سے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں اٹھائے جا رہے۔ اس حوالے سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ملک کے تمام صوبوں، اضلاع اور تحصیلوں میں انتہاء پسندی کے روک تھام اور انسانی حقوق کی تعلیم کے حوالے سے تربیتی ورکشاپوں کا انعقاد کر رہا ہے۔ یہ ورکشاپ بھی اسی کا تسلسل ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے ہم آپ سب سے یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ تربیتی ورکشاپ

> تعلیم ایک اہم بنیادی ضرورت ہے مگر ضلع نوشکی خصوصا احمد وال کے تعلیمی اداروں میں طلباء وطالبات کو تعلیمی اداروں میں یہ سہولت میسر نہیں۔ تعلیمی اداروں میں اسٹاف، لائبریری میں کتابوں اور لیبارٹریوں مین سائنس کے سامان کا فقدان ہے جبکہ پرائمری سطح پر ایک ٹیچر ایک سکول کا نظام رائج ہے۔ اس کے علاوہ نوشکی میں عوام کو صحت کی وہ بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں جن کا حکومتی سطح پر اعلان کیا جاتا ہے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں کی کمی ہے، دیہی علاقوں میں فیمیل میڈیکل آفیسرز تعینات نہیں اور نہ ہی گائنی کے حوالے سے کوئی فیمیل ڈاکٹر موجود ہے۔

کے دوران بحث میں بھر پور حصہ لیں گے اور اس دوروزہ ورکشاپ میں آپ جو کچھ سیکھیں گے اسے اپنے گلی محلوں بلکہ ہر گھر میں پہنچانے کی کوشش کریں گے اور اس حوالے سے اپنے اپنے علاقوں میں کمیونٹی میٹنگوں کا انعقاد کر کے شہریوں کو یہ بتائیں گے کہ انتہاء پسندی کیا ہے، ہمارے معاشرے پر اس کے کیا اثرات پڑ رہے ہیں اور اس کے روک تھام کے لئے کمیونٹی کیا کردار ادا کر سکتی ہے۔

شرکاء کی نظر میں ضلع نوشکی اور تحصیل احمد وال کے مسائل

ضلع نوشکی یا تحصیل احمد وال کے مسائل قطعی طور پر بلوچستان کے دیگر علاقوں کے مسائل سے مختلف نہیں، انسان کو زندہ رہنے کے لئے جو بنیادی ضرورتیں درکار ہیں وہ یہاں کے لوگوں کو میسر نہیں ہیں تعلیم ایک اہم بنیادی ضرورت ہے مگر ضلع نوشکی خصوصا احمد وال کے تعلیمی اداروں میں طلباء وطالبات کو تعلیمی اداروں میں یہ سہولت میسر نہیں۔ تعلیمی اداروں میں اسٹاف، لائبریری میں کتابوں اور لیبارٹریوں مین سائنس کے سامان کا فقدان ہے جبکہ پرائمری سطح پر ایک ٹیچر ایک سکول کا نظام رائج ہے۔ اس کے علاوہ نوشکی میں عوام کو صحت کی وہ بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں جن کا حکومتی سطح پر اعلان کیا جاتا ہے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں کی کمی ہے، دیہی علاقوں میں خواتین میڈیکل آفیسرز تعینات نہیں اور نہ ہی گائنی کے حوالے سے کوئی فیمیل ڈاکٹر موجود ہے۔ لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ بھی سنگین ہو گیا ہے۔ بعض علاقوں میں یومیہ 21 گھنٹوں کی لوڈ شیڈنگ کی جاتی ہے۔ غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے جہاں عام صارفین تکلیف میں مبتلا ہے وہی زمینداروں کو بھی کاشت کاری کے حوالے سے مشکلات کا سامنا ہے۔

انتہاپسندی کیا ہے ،اس کی مختلف اقسام ،ہماری زندگیوں پراثرات اورروک تھام کے لیےلائحہ عمل

شمس الملک مندوخیل

انتہاپسندی کی لہر ہمارے ملک کواپنی لپیٹ میں لے چکی ہے، ملک کا کوئی بھی شہری انتہاء پسندی کے اثرات سے محفوظ نہیں ۔ جب ہم انتہاء پسندی کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی کیا ہے، اس کی کتنی اقسام ہیں اور اس کی شروعات کس طرح ہوتی ہے۔ انتہاء پسندی کا لفظی معنی بڑا واضح ہے کہ اپنے نقطہ نظر کو حتمی سمجھنا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کوشش کرنا کہ باقی شہری بھی اسی موقف کو اپنائیں ۔مختصراً یہ کہ اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے کسی بھی حد تک جانا انتہاء پسندی کہلاتا ہے۔ انتہاء پسندی کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں جن میں ،سیاسی انتہاء پسندی ،مذہبی انتہاء پسندی ، ذاتی انتہاء پسندی، خاندانی انتہاء پسندی، گروہی انتہاء پسندی، سماجی انتہاء پسندی ،قومی انتہاء پسندی ، بین الاقوامی انتہاء پسندی

انتہاء پسندی کی لہر ہمارے ملک کواپنی لپیٹ میں لے چکی ہے ، ملک کا کوئی بھی شہری انتہاء پسندی کے اثرات سے محفوظ نہیں ۔ جب ہم انتہاء پسندی کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی کیا ہے ،اس کی کتنی اقسام ہیں اور اس کی شروعات کس طرح ہوتی ہے۔

وغیرہ شامل ہیں۔ لوگوں میں عدم رواداری کو فروغ دینے میں میڈیا ایک منفی کردار ادا کر رہا ہے۔ میڈیا رائے عامہ پر فوری اثر انداز ہوتا ہے۔ انتہاء پسند تنظیمیں اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے میڈیا کا سہارا لیتی ہیں ۔ ریاست نوجوانوں کو روزگار دینے میں ناکام ہے، ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہا پسندی کی طرف مائل ہوتے ہیں ۔ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی ایک بڑا کردار ہے۔ سوشل میڈیا انتہاء پسندی ک لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر روزانہ ہزاروں پیغامات کی نشر و ترسیل کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس پر ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں جس کا انتہاء پسند بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ انتہاء پسندی ایک ایسا عمل ہے جس کے برے اثرات فوری طور پر معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں، لوگوں میں رواداری ختم ہو جاتی ہے ۔ جب کسی بھی معاشرے میں رواداری ختم ہو جاتی ہے تو وہاں امن کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ جس معاشرے میں امن عامہ کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہے وہاں معاشی مسئلہ بھی سر اٹھانا شروع کر دیتا ہے، غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ردعمل میں انسانی حقوق، بالخصوص خواتین کی حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔ انتہاء پسندوں کے نزدیک انسانی حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

انسانی حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اورعوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

عبدالستار شاہوانی

ریاست بنیادی طور پر ایک پناہ گاہ ہوتی ہے جو شہریوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ ملک کے شہری کی حیثیت سے ہر انسان کی مختلف حقوق ہوتے ہیں اور شہریوں کے حقوق کی ذمہ دار ریاست ہوتی ہے، ریاست کا اپنا ایک طریقہ کار ہوتا ہے ۔ ریاست عوام سے ٹیکس لیتی ہے اور بدلے میں عوام کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق کی نگہبانی کرتی ہے۔ اگر ہم تاریخ کا مشاہدہ کریں تو پہلی جنگ عظیم میں تقریباً دو کروڑ لوگ ہلاک ہوئے اور اس کے چند سال بعد دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی جس میں تقریباً چھ کروڑ افراد لقمہ اجل بن گئے ۔اس کے بعد اقوام عالم کی قیادت نے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کا عالمی منشور منظور کیا ۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور(UDHR) کے کل تیس نکات ہیں جن کی اقوام متحدہ میں شامل کسی رکن ملک نے مخالفت نہیں کی جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو اپنے حقوق کے متعلق علم ہو۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے لوگوں کی اکثریت جاننے کے حق سے آگاہی نہیں رکھتی جو ایک بنیادی حق ہے۔ آپ بحیثیت شہری کسی سرکاری محکمے کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور اگر کوئی آپ کو اس حق سے محروم رکھتا ہے تو آپ اس کے خلاف احکام بالا تک جا سکتے ہیں۔ انسانی حقوق کے پیروکار جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن کچھ عناصر ایسے ہے جو ملک میں جمہوریت نہیں دیکھنا چاہتے ، وہ انتہاء پسندی کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ اس حوالے سے سول سوسائٹی کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے ۔ سول سوسائٹی سماج میں تبدیلی لانے اور انتہاء پسندی کی روک تھام میں بہتر کردار ادا کر سکتی ہے۔ ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم تمام انسانوں کو یہ شعور دیں کہ انتہاء پسندی تمام مسائل کی جڑ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے بنیادی حقوق سلب ہو رہے ہیں ۔ اس لئے اس کا انسداد ضروری ہے۔ جمہوری رویوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ جمہوری رویے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں دیکھنا چاہئے کہ کیا ہمارے گھروں محلوں اور سوسائٹی میں جمہوریت ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری رویے نہیں ہیں، اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہماری سوسائٹی میں جمہوری رویوں کو فروغ دیتے ہیں۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے، دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پر عوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کر کے ان میں شعور اجاگر کر سکتے ہیں۔

انسانی حقوق کی تعلیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اور دوسرے لوگوں کے بنیادی حقوق کو پہچانیں ۔ انسانی حقوق کی تعلیم سے معاشرے میں مثبت تبدیلی لائی جا سکتی ہے کیونکہ حقوق کی تعلیم انسان کو باشعور بنا دیتی ہے جس سے انتہاء پسندی اور معاشرتی تشدد کا خاتمہ ممکن ہوسکتا ہے ۔ اسی طرح انسانی حقوق کی تعلیم سے انسانی رویوں میں بھی مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

طرزفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کیلئے ،تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

اسد بلوچ

انسانی حقوق کی تعلیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اور دوسرے لوگوں کے بنیادی حقوق کو پہچانیں۔ انسانی حقوق کی تعلیم سے معاشرے میں مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے کیونکہ حقوق کی تعلیم انسان کو باشعور بنا دیتی ہے جس سے انتہاء پسندی اور معاشرتی تشدد کا خاتمہ ممکن ہوسکتا ہے۔ اسی طرح انسانی حقوق کی تعلیم سے انسانی رویوں میں بھی مثبت تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ انسانی حقوق کی تعلیم کو اگر نصاب کا حصہ بنایا جائے تو ہر انسان کو بچپن ہی سے اپنے اور دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کے متعلق آگاہی ہو گی اور وہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں گے۔ تعلیمی ادارں خصوصاً پرائمری اور مڈل کے تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین کی شمولیت کو اولیت دیں۔ ہمارے معاشرے کا ایک المیہ یہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق سے متعلق کسی قسم کا مواد موجود نہیں ہے۔ انسان حقوق کے متعلق نہ جاننا بھی انتہاء پسندی کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نصاب کی تشکیل کرنے والے ادارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیں۔

انتہاء پسندی کے عوامل، اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

سلطان ترین

مجھے جس موضوع پر بات کرنی ہے اس کے تین بنیادی اور اہم پہلو ہیں جس میں انتہاء پسندی کے عوامل، اثرات، اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل کی تشکیل شامل ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ انتہاء پسندی بنیادی طور پر ایک سوچ اور رویہ کا نام ہے جس میں انسان اپنے مقاصد کی حصول کے لئے انتہائی حد تک چلا جاتا ہے اور اپنی مرضی ومنشاء کو دوسروں پر بزور طاقت مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج ہم جن مشکلات کا شکار ہیں اس کی اصل وجہ بھی انتہاء پسندی ہے جو ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ انتہاء پسندی کے اسباب میں غربت، تعلیم کا فقدان، سیاسی محرومی، مذہب کی غلط تشریح، معاشی اداروں پر اشرافیہ کا قبضہ وغیرہ شامل ہیں۔ انتہاء پسندی کی روک تھام کے لئے سب سے پہلے معیاری تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے روزگار کے مواقع کی فراہمی سے انتہا پسندی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح انصاف کے نظام کو مستحکم کر کے مساوی انصاف کے مواقع فراہم کئے جانے چاہئیں۔

> سب سے پہلے ہمیں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ انتہاء پسندی بنیادی طور پر ایک سوچ اور رویہ کا نام ہے جس میں انسان اپنے مقاصد کے حصول کے لئے انتہائی حد تک چلا جاتا ہے اور اپنی مرضی ومنشاء کو دوسروں پر بزور طاقت مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج ہم جن مشکلات کا شکار ہیں اس کی اصل وجہ بھی انتہاء پسندی ہے جو ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ انتہاء پسندی کے اسباب میں غربت، تعلیم کا فقدان، سیاسی محرومی، مذہب کی غلط تشریح، معاشی اداروں پر اشرافیہ کا قبضہ وغیرہ شامل ہیں۔ انتہاء پسندی کی روک تھام کے لئے سب سے پہلے معیاری تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے

انتہاپسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

ناصر راہی

جب انسان نے دیہاتوں اور بعد ازاں شہروں کی جانب منتقل ہونا شروع کیا تب طاقت کی سوچ نے بھی جنم لیا۔ جو شخص طاقت ور تھا اس علاقے کا بادشاہ بن گیا۔ اس نے اپنے قوانین بنائے اور سیاہ وسفید کا مالک بھی بن گیا۔ پورا سسٹم بادشاہ کی گرد گھومتا تھا۔ اس دوران لوگوں نے بادشاہ کے خلاف بولنا شروع کیا۔ ان کی بادشاہت اور قوانین پر تنقید کرنا شروع کی اور آزادی، قانون کی بالا دستی، اور انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اس طرح لوگوں کے آپس میں رابطے بڑھ گئے، سائنسی ایجادات ہونے لگیں، تعلیم پھیلنے لگی، میڈیا وجود میں آیا، بادشاہت کی جگہ جمہوریت نے لے لی۔ ساتھ ہی ساتھ حکومتیں عام لوگوں کو منتقل ہونے لگیں۔ اس دوران دنیا میں پرنٹ اور بعد ازاں الیکٹرانک میڈیا وجود میں آئے۔ میڈیا نے دنیا کو گلوبل ویلیج میں تبدیل کر دیا ہے اور اب دنیا میں میڈیا ایک کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ میڈیا کی دو اقسام ہیں، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو، فلم، سوشل میڈیا، ای میل وغیرہ شامل ہیں۔ میڈیا تین الفاظ کے گرد گھومتا ہے، واقعہ، خبر اور سچائی۔ ہر ریاست کا ایک اپنا میڈیا نیٹ ورک بھی ہوتا ہے جس طرح ہمارے ہاں پاکستان ٹیلی ویژن، ریڈیو پاکستان وغیرہ ہیں۔ ریاستی میڈیا کا تصور بادشاہ شیر شاہ سوری کے دور حکومت میں ہوا جس میں بادشاہ نے اپنی ریاست میں ایک ایسا نظام متعارف کروایا جس میں ریاست کے تمام حصوں سے خبریں اکھٹا کر کے صرف بادشاہ کے مفاد کی خبروں کو عوام تک پہنچایا جاتا تھا۔ جبکہ پرائیوٹ میڈیا کی بنیاد بزنس کی نقطہ نظر سے رکھی گئی ہے۔ ریٹنگ بڑھانے کے لئے خبر کی صداقت کی بجائے بزنس کے ترازو میں تولنا شروع کیا گیا۔ پرائیوٹ میڈیا کے غلبے نے جہاں معاشرے پر بہتر اثرات مرتب کئے وہیں مالکان کے بزنس مفادات، ریٹنگ کی جنگ، اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے عمل نے معاشرے پر انتہائی برے اثرات بھی مرتب کئے۔ خصوصاً ٹاک شوز میں تو تمام حدود پار کر دی جاتی ہیں، اس کے علاوہ جہاں شدت پسند کوئی کاروائی کرتے ہیں تو ہمارا میڈیا اسے براہ راست نشر کرتا ہے، جائے وقوعہ کی لائیو کوریج کی جاتی ہے جس سے ایک طرح سے انتہاء پسندوں کا پیغام پوری دنیا میں جارہا ہوتا ہے۔

ایچ آر سی ویب ٹی وی کے متعلق تعارفی پروگرام

یونس بلوچ (ریجنل کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

ویب ٹی وی پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے پروگراموں میں ایک اہم پروگرام ہے جس کے ذریعے معاشرے کے وہ بنیادی پہلو دکھائے جاتے ہیں جن کا انسانی حقوق سے تعلق ہے۔ ہم اس ویب ٹی وی کے ذریعے معاشرے کے ان مسائل کی نشاندہی کرنے کی کوشش کریں گے جو نہ صرف حکومت بلکہ مرکزی میڈیا کی آنکھوں سے اوجھل رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی جگہ سکول قائم ہے مگر وہ بند ہے، سکول میں کسی امیر شخص کے جانور بندھے ہوئے ہیں یا کہیں کوئی ہسپتال ہے جس میں اسٹاف کی کمی ہے، ہسپتال میں ادویات کی کمی ہے، عام مریضوں کی ادویات تک رسائی نہیں یا کہیں خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے یا بچوں سے مشقت لی جارہی ہے۔ ان جیسے مسائل کے حوالے سے سول سوسائٹی کے ساتھی یا آج اس ورکشاپ میں شریک انسانی حقوق کے کارکنان اس تمام صورتحال کا ایک ویڈیو کلپ بنا کر ہمیں ارسال کریں یا ہمارے مرکزی دفتر کے ایڈریس پر کوریئر کریں۔ ہم آپ کی جانب سے بھیجی گئی ویڈیو کلپ ضروری جانچ کے بعد مکمل کے ساتھ اپنے ویب ٹی وی کی ویب سائیٹ پر اپ لوڈ کریں گے اور اس کے علاوہ متعلقہ محکمہ کو بھی اس کے متعلق رپورٹ کریں گے۔ امید ہے کہ ہم سب کی اس مشترکہ کاوش میں بہت سے مسائل حل کی جانب جائیں گے۔

ویب ٹی وی کا ایڈریس یہ ہے:۔

Hrcpforrights.tv

وٹس ایپ نمبر:0341-2230789

دوروزہ تربیتی ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو اظہار خیال کو موقع دیا گیا جس میں ان کا کہنا تھا بلوچستان کے اکثر علاقوں میں بنیادی انسانی کی خلاف ورزیاں بہت زیادہ ہو رہی ہیں۔ حتیٰ کہ سب سے بنیادی حق یعنی زندگی کا حق وہ بھی یہاں محفوظ نہیں۔ لوگوں کو غائب کیا جاتا ہے اور بجائے انہیں عدالتوں میں پیش کر کے انہیں اذیت دی جاتی ہے اور ان کی مسخ شدہ لاشیں موصول ہوتی ہیں۔

اس دوروزہ تربیتی ورکشاپ میں ہمیں انتہاء پسندی کے متعلق بہتر انداز میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ اس علم کو اپنے علاقے کے دوسرے لوگوں میں منتقل کر دیں انہوں نے تجویز دیتے ہوئے کہا کہ ہم ایچ آر سی پی کے اعلیٰ قیادت سے اپیل کرتے ہیں کہ گاؤں کے سطح تک ایسے پروگروموں کا انعقاد کریں تھا کہ لوگوں کو مزید بہتر انداز میں شعور اجاگر کیا جا سکے۔ ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء کو اعزاز یہ دیا گیا ان میں سرٹیفکیٹس تقسیم کئے گئے اور گروپ تصویر بھی بنائی گئی۔

سائنس کی درسی کتابوں میں سائنس پڑھائی جا رہی ہے کہ دینیات؟ پرویز ہود بھائی

جب پاکستانی طالب علم فزکس یا بیالوجی کی کتاب کھولتے ہیں تو اس کشمکش کا شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ سائنس کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا دینیات کی؟ وجہ یہ ہے کہ حکومتی سرپرستی میں چلنے والے ٹیکسٹ بک بورڈ کو قانونی طور پر پہلے باب میں یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ نے یہ دنیا کیسے بنائی اور یہ بھی کہ کس طرح مسلمانوں خصوصاً پاکستانیوں نے سائنس کی بنیاد رکھی۔

مجھے ان دونوں باتوں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مگر پہلی بات کا تعلق مکمل طور پر دینیات سے ہے جب کہ دوسری کا تعلق اسلامی یا پاکستانی تاریخ سے ہے۔ دونوں کا قانونی اعتبار سے موجودہ سائنسی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین اور سائنس مختلف طریقے سے کام کرتے ہیں اور دونوں کے مفروضات میں بہت فرق ہے۔ مذہب عقیدے پر قائم ہے اور ابراہیمی مذہب میں آخرت کا وجود ضروری ہے جب کہ سائنس صرف لمحہ موجود کی بات کرتی ہے۔

سائنس اور مذہب میں اتحاد قائم کرنے کے مطالبے نے بڑے پیمانے پر قومی پریشانی اور فکری کمزوری کو جنم دیا ہے۔ کروڑوں پاکستانیوں نے سکول میں سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کالج اور یونیورسٹی میں تکنیکی سائنسی تعلیم کا انتخاب کیا۔ اس سب کے باوجود بھی اگر ان سے آسان ترین سائنسی منطق پر امتحان لیا جائے تو اساتذہ سمیت زیادہ تر طالب علم ناکام ہو جائیں گے۔

اس سب کا خیال کیسے آیا؟ آئیں دسویں جماعت کی فزکس کی کتاب پر ایک طائرانہ نظر دوڑاتے ہیں۔ تعارفی باب روایتی قرآنی آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد فزکس کی تاریخ کا مضحکہ خیز مجموعی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ فزکس کے دو عظیم سائنسدانوں یعنی نیوٹن اور آئن سٹائن کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی بجائے بطلیموس، الکندی، البیرونی، ابن الہیثم، اے۔ کیو۔ خان اور از راہِ تفنن ''زندیق'' ڈاکٹر عبدالسلام کے نام شامل ہیں کئے گئے ہیں۔

باب کے اختتام میں طالب علموں کی سائنسی صلاحیتوں کا امتحان مندرجہ ذیل سوالات سے لیا جاتا ہے کہ ان پر غلط یا صحیح کہہ کر جواب دیں۔

1- حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وحی جنت کی تخلیق سے متعلق تھی۔

2- پن ہول کیمرہ کا موجد ابن الہیثم تھا۔

3- البیرونی کا دعویٰ تھا کہ سندھ سطح سمندر سے نیچے ایک وادی تھی جہاں وقت کے ساتھ ساتھ ریت بھرتی گئی۔

4- اسلامی تعلیمات صرف مردوں کو تعلیم حاصل کرنے کا درس دیتی ہے۔

معزز قارئین، آپ کو شاید یقین نہ آئے یا آپ مایوسی سے اپنا سر پکڑ کے بیٹھ جائیں۔ پاکستان کی اجتماعی ذہانت اتنی پستی میں کیسے گر گئی کہ ہم اپنے بچوں کو ایسی غیر معیاری تعلیم فراہم کر رہے ہیں؟ اس طرح کے مزید سوالات کو دیکھنے کے لئے، یا میرے اردو سے انگریزی ترجمہ کی جانچ کی خاطر اس ویب سائٹ پر جائیں جہاں اوپر دیئے گئے متن کے ساتھ ساتھ آگے بیان کئے گئے صفحات کی سکین کاپی موجود ہے۔

فزکس کی ایک اور کتاب ملاحظہ کریں۔ انگریزی زبان میں چھٹی جماعت کی کتاب۔ اس میں کائنات کے آغاز کی جدید تفہیم کے ساتھ بڑی خوبصورتی سے مذاق کیا گیا ہے۔ بگ بینگ کے نظریئے کو ''بیلجیئم کے ایک پادری لیمیتر'' سے منسوب کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ اعلان بھی کی'' اگرچہ بگ بینگ تھیوری کو وسیع پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہے مگر یہ شاید کبھی درست ثابت نہ ہو''۔

جارج لیمیتر ایک کیتھولک پادری ہونے کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔ فزکس کا ایک پروفیسر جس نے کائنات کے پھیلنے سے متعلق آئن سٹائن کی مساوات کا حل نکالا تھا۔ لیمیتر نے سائنس کو مذہب سے الگ کرنے پر زور دیا: پوپ گرینڈلی نے جب لیمیتر کے نتائج کو کیتھولک تعلیمات کی توثیق قرار دیا تو اس نے پوپ پائیس دوازدہم کی عوامی سطح پر سرزنش کی۔

> سائنس کی تعلیم میں مذہب کی بے جا دخل اندازی ضیاالحق دور سے شروع ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ نصابی کتابوں پر حملہ کیا گیا بلکہ **1980** کی دہائی میں یونیورسٹی کی سلیکشن کمیٹی یونیورسٹی کے کسی بھی شعبے میں کسی بھی عہدے کے لئے جانے والے شخص کے عقیدے کا امتحان لیتی تھی۔

مقامی حیاتیات کی کتابیں طبعیات کے مقابلے میں اور بھی زیادہ مبہم ہیں۔ ایک دسویں جماعت کی کتاب کا آغاز باب ''زندگی اور اس کی ابتدا'' سے ہوتا ہے جس میں ایک کی بعد دوسری قرآنی آیت پیش کی جاتی ہے مگر ان میں سے کسی آیت کا اشارہ ارتقا کی جانب نہیں ہے۔ ویسے بھی زیادہ تر مسلمانوں کو ارتقا مذہب کے خلاف پراپیگنڈہ لگتا ہے۔ پھر اچانک سے ایک پورے صفحے کا تفسیری قسم کا چارٹ آپ کے منہ پر مارا جاتا ہے جو شاید کسی دنیا کے کسی اور کونے میں لکھی گئی جدید حیاتیات کی کتاب سے لیا گیا ہے جس میں مختلف جانداروں سے بن مانسوں اور پھر انسانوں تک کے ارتقا کا سفر دکھایا گیا ہے۔ آہ!

اس طرح کی بے ربط و یابس سائنس کی تاریخ، مقصد، طریقہ کار اور بنیادی مواد کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔ سوچیں اگر مصنف ہی اس قدر ابہام کا شکار ہوگا تو اس سب کو پڑھنے والے بچوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ ان کے دماغ میں کیسی خرافات پنپے گی۔

سائنسی جہالت کو تھوپنا تعصب ہے۔ زیادہ تر طالب علموں کو یہی یقین دلایا گیا ہے کہ سائنس کی ایجاد کا سہرا صرف مسلمانوں کے سر ہے۔ اور مسلمانوں کے سائنسی ہیرو جیسا کہ ابن الہیثم، الخوارزمی، عمر خیام اور ابن سینا وغیرہ کی ساری دریافتیں صرف ان کے کامل مذہبی یقین کے باعث ممکن ہوئیں۔ یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔

سائنس بنی نوع انسان کی مجموعی کوشش کا نتیجہ ہے جس کے چھ ہزار سال پرانے قدیم ترین شواہد بابل (موجودہ عراق) اور مصر میں ملتے ہیں جس کے بعد یہ سفر چین اور ہندوستان سے ہوتا ہوا یونان تک جاتا ہے۔ اس کے ایک ہزار سال بعد سائنس کی دیوی اسلامی سرزمین پر آتی ہے جہاں چار سو سال نشونما کے بعد اس کا رخ یورپ کی جانب مڑ جاتا ہے۔ عمر خیام بلاشبہ ایک عظیم ریاضی دان تھا مگر ایک ہندو آریا بھٹ بھی اتنا ہی عظیم سائنسدان تھا۔ ان کے مذاہب کا بھلا سائنس سے کیا تعلق؟ قدرتی دانشمند ہمیشہ سے ہر جگہ موجود رہے ہیں۔

سائنس کی تعلیم میں مذہب کی بے جا دخل اندازی ضیاالحق دور سے شروع ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ نصابی کتابوں پر حملہ کیا گیا بلکہ 1980 کی دہائی میں یونیورسٹی کے کسی بھی شعبے میں کسی بھی عہدے کے لئے جانے والے شخص کے عقیدے کا امتحان یونیورسٹی کی سلیکشن کمیٹی لیتی تھی۔

ان دنوں میں قائداعظم یونیورسٹی (غالباً باقی سب میں بھی) میں ملازمت کے امیدوار سے دل پسند سوال دعائے قنوت، جو کہ نسبتاً مشکل ہے، سنانے کا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات کے نام یا نظریہ پاکستان کے حوالے سے سوال محبوب ترین مشغلہ ہوتے تھے۔ بڑی تدبیر سے پوچھے گئے ان سوالوں کے ذریعے امیدواروں کے فرقے، زندگی میں عمل کی حد تک مذہب کی پابندی اور آیا وہ لبرل ازم کی آلودگی سے پاک ہیں یا نہیں جیسی معلومات حاصل کی جاتی تھیں۔

اکثر امیدوار ایسے سوالات پر جھک جاتے۔ ان میں سے بہت سے آج ترقی پاتے پاتے چیئرمین، ڈین اور وائس چانسلر بن چکے ہیں۔ ایسے بھی بہادر تھے جن کے پاس باہر کی یونیورسٹیوں کی ڈگریاں تھیں اور انہوں نے ایسی دھونس کا شکار ہونے کی بجائے ایسے سوالات کو غیر متعلقہ قرار دیا۔ آج وہ ساری دنیا میں پھیلے پاکستانی تارکین وطن کا حصہ ہیں اور اگرچہ پاکستان ان کی خدمات سے محروم ہے مگر انہوں نے اپنی زندگیوں میں خاطر خواہ ترقی حاصل کر لی ہے۔

سائنس کو پاکستان کی ضرورت نہیں ہے، یہ ساری دنیا میں پھل پھول رہی ہے۔ یہ پاکستان ہے جسے سائنس کی ضرورت ہے کیوں کہ جدید معیشت کی بنیاد سائنس ہے جس سے ہم لوگوں کے معیار زندگی بہتر بنا سکتے ہیں۔ ایسا حاصل کرنے کے لئے عقائد کے معاملات کو سائنس سے مکمل جدا رکھنا ہوگا۔ یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ ساری دنیا میں لوگوں نے اپنے عقائد بھی برقرار رکھے اور ترقی بھی حاصل کی۔ پاکستان بھی اگر چاہے تو ایسا ہی کر سکتا ہے۔

یہ آرٹیکل ڈان کے لئے ڈاکٹر پرویز ہود بھائی نے لکھا۔ ہم سب کے قارئین کے لئے لائبہ زینب نے ترجمہ کیا۔ (بشکریہ: 'ہم سب')

عدالتی سدھار میں حائل مسائل

آئی۔اے۔رحمٰن

لاہور ہائی کورٹ کی 150ویں سالگرہ کی تقریبات نے کا اس بحث موقع فراہم کیا ہے کہ عدالتی نظام کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لیے ایسے کون سے طریقے اختیار کئے جائیں جس سے تمام شہریوں کو ان کے عقیدے، صنف اور سماجی حیثیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انصاف ملنے کی یقین دہانی کرائی جاسکے۔ اس سے قبل کہ اصلاح کے حوالے سے ارادوں کے نتائج سامنے آسکیں، اس معاملے میں سنجیدہ کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے اس بیان کا خیر مقدم ضروری ہے کہ ان تقریبات کے انعقاد کا بنیادی مقصد ''لوگوں کو آگاہ کرنا ہے کہ عدلیہ ان کے حقوق کو تحفظ مہیا کرنے کے لیے متحرک ہے اور عدالتی نظام میں مثبت اصلاحات متعارف کروائی جارہی ہیں''۔

عدالت نے ان ججوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کا اچھا اقدام کیا، جو اپنے قانونی ادراک اور قانونی فراست، اپنی دیانت، اپنے پیشے کے ساتھ عقیدت اور لوگوں کو ان کا حق دلوانے کے حوالے سے اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ اب ان مقدمات کی شناخت ممکن ہے جن کے بارے میں جج حضرات کو فخر ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ ان فیصلوں کی بھی پہچان ہوجانی چاہئے جن کا اتباع کرنا ضروری نہیں۔ تقریبات کے آخری دن پاکستان کے چیف جسٹس نے اپنے خطاب میں سوچنے سمجھنے کے لیے کافی مواد دیا جب انہوں نے اعلان کیا کہ عدالتیں کسی فرد یا گروہ کی خواہشوں کے اثر میں نہیں آتیں اور نہ ہی میڈیا کی تشہیر سے متاثر ہوتی ہیں اور یہ کہ سپریم کورٹ سے لے کر مجسٹریٹوں کی عدالتوں تک تمام عدالتیں کسی بھی حلقے کی طرف سے دباؤ کے بغیر کام کررہی ہیں۔ چیف جسٹس انور ظہیر جمالی غالباً تقریب کی پرجوشی اور ولولے میں بہہ گئے چنانچہ انہوں نے ماتحت عدالتوں کے بارے میں بھی وہی توصیفی کلمات ادا کردیئے جو انہوں نے اعلیٰ عدالتوں کے بارے میں کہے تھے۔ حالانکہ ماتحت عدالتیں کس حد تک آزادی کے ساتھ کام کرتی ہیں، اس کے بارے میں سبھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ نچلی عدالتوں میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ سب پر عیاں ہے اور عدالت عظمیٰ کئی بار اس کا اظہار بھی کرچکی ہے۔ کرپشن ہر قسم کے اثرات کے لئے راستہ بناتی ہے کیوں کہ یہی وہ چیز ہے جو انصاف مہیا کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

جہاں تک اعلیٰ عدلیہ کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں یہ تصور کہ وہ ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہوکر فیصلے کرتی ہے، تو اس تصور کو ابھی حقیقت کی شکل اختیار کرنا ہے۔ جس وقت جسٹس جمالی نے ناپسندیدہ دباؤ کا حوالہ دیا تو ان کے ذہن میں یقیناً منتخب سویلین حکومت نہیں ہوگی۔ سوائے عدلیہ کو پہنچنے والے اس نقصان کے جو جسٹس محمد منیر اور گورنر جنرل غلام محمد کے درمیان 55-1954 میں ہونے والے خفیہ معاہدے یا پھر پیپلز پارٹی کے پہلے دور حکومت میں عدلیہ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کے نتیجے میں عدلیہ کو پہنچا، کوئی اور سیاسی اتھارٹی عدلیہ کے خلاف ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاسکی۔ البتہ فوجی حکمرانوں یا حکومت میں ان کے سیاسی شراکت داروں کے ہاتھوں سے عدلیہ کو جتنا نقصان پہنچا اس کا عشر عشیر بھی کسی منتخب سویلین حکومت کے ہاتھوں عدلیہ کو نہیں پہنچا۔ کوئی بھی تاریخ دان اس حقیقت سے آنکھیں نہیں چرا سکتا کہ ایوب خان نے اعلیٰ عدلیہ کو نامزد کرنے کا اختیار خود کو تفویض کیا جبکہ ضیاء الحق نے اپنے ناپاک عزائم کی بدولت ججوں کو نیا حلف اٹھانے کی دعوت نہ دے کر انہیں برطرف کردیا اور عارضی آئینی حکمنامہ نافذ کردیا۔ ایسا ہی ایک طریقہ پرویز مشرف نے زیادہ ڈھٹائی کے ساتھ استعمال کیا۔ یہاں تک کہ اس پر غیر ضروری انحصار کے باعث وہ خود ہی اس کا نشانہ بن گیا۔

غریبوں اور ان میں خصوصاً خواتین اور اقلیتی افراد کی انصاف تک رسائی ایک بے حد سنجیدہ مسئلہ ہے۔ لوگ عدلیہ سے توقع کرتے ہیں کہ وہ حکومت کو بارکونسلز کو اور بار ایسوسی ایشنز کو شدت سے احساس دلائے کہ بے بس لوگوں کو انتہائی کم معاوضے پر قانونی خدمات مہیا کریں۔

کوئی سول حکومت عدلیہ سے کوئی ایسا فیصلہ نہ لے سکی جیسا مولوی تمیز الدین کیس میں ملا یا نصرت بھٹو یا اچکزئی یا ظفر علی شاہ کیس میں عدلیہ سے ہمیں فیصلے ملے۔ بالآخر عدلیہ کی طرف سے ججوں کی تقرری کی نئی سکیم کو دوبارہ تحریر میں لائے جانے کے بعد اٹھارویں ترمیم میں اس حوالے سے پیش قدمی کی گئی اور یوں حکومتی انتظامیہ اور مقنّنہ کی طرف سے مداخلت کا راستہ روک دیا گیا۔ اب سیاستدانوں کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ عدالتوں پر بے جا دباؤ ڈالیں۔ عدالتی نظام پر کئی قسم کے دباؤ موجود ہیں لیکن ان کو سیاستدانوں کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ شاید عدلیہ کی آزادی کو سب سے بڑا خطرہ مذہبی قدامت پسندی سے ہے۔ مذہب کی توہین کے الزام میں گرفتار کئے جانے والے لوگوں کی حالت زار کوئی راز نہیں ہے۔ انہیں اپنے دفاع کے لیے وکیل نہیں ملتے اور جو ان کے مقدمے لینے کو تیار ہو بھی جاتے ہیں تو وہ معاوضے اس قدر زیادہ مانگتے ہیں کہ وہ اس کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔ ان کے مقدمات کی سماعت کرنے والی عدالتوں کا ہجوم نے گھیراؤ کر رکھا ہوتا ہے جو ججوں اور وکیلوں دونوں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ عدالت عظمیٰ کو یہ ضمانت مہیا کرنے کے لیے اقدامات کرنے ہیں کہ جن کے باعث نچلی عدالتیں اس قابل ہوسکیں کہ وہ دباؤ میں نہ آئیں۔ اعلیٰ عدلیہ کو بھی سکیورٹی سے متعلق نظریات کے خالقوں کی طرف سے آنے والے دباؤ کے سامنے کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ جبری گمشدگیوں کو تاریخ کا حصہ بنانے اور عسکری نظر بندی کیمپوں میں ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنے والے افراد کی تکالیف میں کمی کا سبب بننے کے لیے ضروری ہے۔ فوجی عدالتوں کی موجودگی یا قانونی عمل کی تضحیک کے ساتھ آزاد عدلیہ کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔

مزید برآں عدلیہ کو چاہئے کہ وہ مذہبی، صنفی اور طبقاتی تعصّبات سے آزاد ہونے کا کھل کر اظہار کرے۔ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے دفاع میں جو واحد ازخود قدم اٹھایا، وہ سپریم کورٹ کا واحد فیصلہ تھا جو اس نے جون 2014ء میں دیا لیکن اس فیصلے پر عمومی طور پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔ اعلیٰ ترین عدالت کو چاہئے کہ وہ اس کی سفارشات کو عملی طور پر تسلیم کروائے۔ ان سفارشات میں اقلیتی کمیشن کا قیام شامل ہے۔ کسانوں اور مزدوروں کے حقوق سے بے اعتنائی ہی وہ وجہ ہے جس نے زرعی اصلاحات پر داخل کی جانے والی عرضداشت سپریم کورٹ میں برسوں سے زیر غور ہے۔ اور اس حقیقت کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے کہ صرف ٹریڈ یونین رہنماؤں کو ہی سخت ترین سزائیں، 90 برسوں تک کی قید کی سزائیں کیوں دی گئی ہیں، اس کی وضاحت کوئی کیا کرے گا؟

اگر عدلیہ کی آزادی کو ججوں کی خودمختاری تک محدود نہ کیا جاتا اور ان کو اپنے اوپر گروہی مفادات کو تحفظ دینے کی ان کی اہلیت کے حوالے سے اصلاحات کی ضرورت کو سمجھا جاتا اور اس سے متعلق قوانین کے صحیح اور جائز استعمال کے لیے بہتر جانا جاتا تو یقینی طور پر اس سے انسانی حقوق کے احترام میں بھی اضافہ ہوسکتا تھا۔ اس حوالے سے دو معاملات تو ایسے ہیں جن پر فوری طور پر کام شروع کرنے کی ضرورت ہے۔

غریبوں اور ان میں خصوصاً خواتین اور اقلیتی افراد کی انصاف تک رسائی ایک بے حد سنجیدہ مسئلہ ہے۔ لوگ عدلیہ سے توقع کرتے ہیں کہ وہ حکومت کو بارکونسلز کو اور بار ایسوسی ایشنز کو شدت سے احساس دلائے کہ بے بس لوگوں کو انتہائی کم معاوضے پر قانونی خدمات مہیا کریں۔ دوسری بات یہ کہ لاء اینڈ جسٹس کمیشن کو تبدیلی کے متحرک ایجنٹ میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی سفارشات پر عملدرآمد میں تاخیر کے مسئلہ کو سنجیدگی سے لیا جائے اور تاخیر کے عمل کا خاتمہ کیا جائے اور اس کی سفارشات پر تیزی کے ساتھ عمل درآمد کیا جائے۔ یہ اچھی روایت نہیں ہے کہ کمیشن کی چیئر مین شپ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے لئے مختص کردی جائے۔ اس لئے کہ چیف جسٹس کا کام قانون کی تشریح کرنا ہے، قانون بنانا نہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ۔ بشکریہ ڈان)

افغان مہاجر قتل

لکی مروت فرنٹیئر ریجن سے متصل سرحدی گاؤں خان خیل منڈوزئی میں نامعلوم افراد نے ایک افغان مہاجر کو قتل کردیا۔ تفصیلات کے مطابق مقتول خیر اللہ جان کی لاش گاؤں کے قریب پڑی ملی ہے۔ پولیس کے مطابق لاش کے قریب دو موبائل فون، کپڑے اور نقدی بھی پڑی ہوئی تھی۔ نامعلوم ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی گئی ہے۔ واقعہ 22 نومبر کو پیش آیا۔

(محمد ظاہر شاہ)

نوجوان کو ذبح کردیا گیا

چارسدہ 3 دسمبر 2016 کو شبقدر میں 25 سالہ جوان سلیمان کو بے دردی سے ذبح کردیا گیا۔ واقعات کے مطابق موضع خوبئ شبقدر کے 25 سالہ گلوکار سلیمان ولد صالحت شاہ کو نامعلوم افراد نے گزشتہ رات ذبح کرنے کے بعد لاش کو قریبی کھیتوں میں پھینک دیا۔ سفاک قاتلوں نے مقتول کو ذبح کرنے کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر بھی چھریوں سے وار کئے۔ مقتول کے والد صالحت شاہ ولد حاجی میر احمد کی درخواست پر مقدمہ درج کرلیا گیا۔

(روزنامہ آج)

فاٹا میں یوتھ پالیسی کیوں نہیں؟

فاٹا پاکستان کو قائم ہوئے تقریباً 70 سال ہوگئے ہیں لیکن وفاق کے زیرانتظام قبائلی علاقوں میں نوجوانوں کیلیے ابھی تک کسی قسم کی یوتھ پالیسی کا اعلان نہیں کیا گیا۔ فاٹا سمیت ملک کی بیشتر آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے تاہم یونیورسٹیز اور کالجوں میں زیرتعلیم طلبہ کو کئی دہائیوں سے ہر شعبہ زندگی میں نظرانداز کیا جاتا رہا ہے۔ اس ضمن میں خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقوں میں خواتین اور نوجوانوں کے حقوق کیلیے سرگرم غیر سرکاری تنظیم اویئر گرل یعنی باشعور خواتین کی طرف سے ایک سیمنار کا اہتمام کیا گیا جس میں قبائلی علاقوں کے نوجوانوں، اراکین پارلیمنٹ اور سیاسی رہنماؤں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع پر بی بی سی فیس بک لائیو میں گفتگو کرتے ہوئے اویئر گرل کی چیئر پرسن گلالائی اسمٰعیل نے کہا کہ قبائلی علاقوں میں جو پالیسیاں بنتی ہیں اور جو فیصلے کئے جاتے ہیں ان میں نوجوانوں کو شامل نہیں کیا جاتا حالانکہ ان علاقوں کی اکثریتی آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبائلی نوجوانوں کو فاٹا میں جنگ کے ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے اور حکومت کی طرف سے وہاں جان بوجھ کر ایف سی آر جیسے کالے قوانین بنائے گئے تاکہ وہاں خلاء پیدا کیا جائے اور معصوم طلبہ کو اپنے مقاصد کیلیے استعمال کیا جاسکے۔ ان کے مطابق ماضی میں ایسی پالیسیاں مرتب کی گئی جس کی وجہ سے نوجوانوں کو مجبوراً شدت پسند تنظیموں کا حصہ بنایا گیا اور ان کے پاس ایسا کوئی اختیار نہیں تھا کہ وہ خود اپنے مستقبل کا فیصلہ کرسکے۔ فاٹا سٹوڈنٹس آرگنائزیشن خواتین ونگ کی صدر سمرین خان وزیر نے کہا کہ فاٹا میں نوجوانوں کیلیے یوتھ پالیسی بنانا حکومت کی ترجیح ہی نہیں تو کیسے پالیسی بنے گی اور یوتھ کی حالت کیسے بہتر ہوگی؟ انہوں نے کہا کہ سابق گورنر خیبر پختونخوا بیرسٹر مسعود کوثر نے اپنے دور کے آخری دنوں میں یوتھ پالیسی بنانے کی منظوری دی تھی لیکن اس پر بھی ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت نوجوانوں کی حالت بہتر بنانے میں سنجیدہ نہیں۔ ان کے مطابق فاٹا میں یوتھ پالیسی اس صورت میں بنی گی جب حکومت تھوڑی سی سنجیدگی دکھائے اور نوجوانوں کے ساتھ مل کر ان کو اس عمل کا حصہ بنائے۔ اورکزئی ایجنسی سے تعلق رکھنے والی ایک نوجوان خاتون نوشین فاطمہ نے کہا کہ چند دن پہلے ایک پروگرام میں فاٹا کے ایک نوجوان نے قبائلی علاقوں میں رائج 'کالا قانون' ایف سی آر کے خلاف صرف ایک نعرہ بلند کیا تھا لیکن اسکی پاداشت میں اسے ایک ہفتہ تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک جمہوری ملک میں اگر فاٹا کے نوجوانوں کو احتجاج کا حق حاصل نہیں تو وہاں یوتھ کیلیے پالیسی بنانے میں کون سنجیدہ ہوگا؟ تاہم انہوں نے کہا کہ اب وہ وقت گزر چکا ہے حکومت مزید فاٹا کے عوام اور نوجوانوں کو محکوم نہیں رکھ سکتی۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

تین افراد کی لاشیں برآمد، پانچ اہلکار زخمی

کیچ 16 دسمبر کو کیچ سے تین افراد کی تشدد زدہ لاشیں برآمد کی گئی ہیں جبکہ آواران میں ایک حملے میں پانچ سکیورٹی اہلکار زخمی ہوئے ہیں۔ کیچ میں انتظامیہ کے ذرائع کے مطابق تینوں افراد کی تشدد زدہ لاشیں ضلع کیچ کے علاقے گومازی سے برآمد کی گئی ہیں۔ ذرائع کے مطابق انھیں گومازی کے علاقے میں لاشوں کی موجودگی کی اطلاع ملی تھی۔ اس اطلاع پر جب لیویز فورس کے اہلکار اس علاقے میں پہنچے تو انھیں وہاں سے تین افراد کی لاشیں ملیں۔ ذرائع نے بتایا کہ تینوں کو گولیاں مار کر ان کی لاشیں گومازی کے پہاڑی علاقے میں پھینکی گئیں۔ یاد رہے کہ کیچ بلوچستان کا ایران سے متصل سرحدی ضلع ہے۔ اس ضلع سے اب تک لوگوں کی بڑی تعداد میں تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ دوسری جانب کیچ سے متصل ضلع آواران کی انتظامیہ کے ذرائع نے بتایا کہ آواران میں نامعلوم مسلح افراد کے حملے میں پانچ سکیورٹی اہلکار زخمی ہوئے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ایس ایس پی اور اسسٹنٹ کمشنر آواران کا قافلہ بیلہ سے آواران جا رہا تھا جب جھاؤ کے علاقے بریت میں نامعلوم افراد نے ان کے قافلے پر حملہ کیا۔ اس حملے کے نتیجے میں لیویز فورس کے تین اور پولیس کے دو اہلکار زخمی ہوئے۔ اس حملے کی ذمہ داری کالعدم عسکریت پسند تنظیم بلوچستان لبریشن فرنٹ نے قبول کی ہے۔ دریں اثنا ضلع کیچ ہی سے ایک سرکاری اہلکار لاپتہ ہوا ہے۔ تربت میں پولیس کے ایک اہلکار نے بتایا کہ لاپتہ ہونے والا اہلکار حاجی نور احمد واٹر مینجمنٹ کے ڈپٹی ڈائریکٹر تھا۔ لاپتہ ہونے والا اہلکار سابق وزیر اعلیٰ ڈاکٹر مالک بلوچ کا قریبی رشتہ دار ہے۔ ڈپٹی اہلکار کے لاپتا ہونے کے محرکات تا حال معلوم نہیں ہوسکے تاہم پولیس اہلکاروں نے ان کے اغوا کے امکان کو مسترد نہیں کیا۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

پولیس نے جبری گمشدہ کردیا

سکھر جئے سندھ تحریک اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان ضلع سکھر کے کور گروپ کے سرگرم کارکن عیدن جاگیرانی کو سکھر کی پولیس نے 18 دسمبر کی شب کو گھر پر چھاپہ مار کر گرفتار کرنے کے بعد جبری گم کردیا۔ سی پیک کے انجینئرز پر 16 دسمبر پر بم حملہ کیا گیا تھا جس کے سلسلے میں قوم پرستوں کو پولیس اور رینجرز نے ٹارگٹ بنایا ہوا ہے اس سلسلے میں عیدن جاگیرانی کو بھی جبری گمشدہ کردیا گیا ہے۔ HRCP سکھر کی ٹیم کے عیدن جاگیرانی کے ورثا سے رابطہ کرنے پر انہوں نے کہا کہ انہوں نے مختلف تھانوں پر جا کر پوچھ گوچھ کی اور ایس ایس پی سکھر امجد شیخ سے بھی ملاقات کی جس نے وقوعے سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ دوسری جانب عیدن جاگیرانی کے ورثاء اور جئے سندھ تحریک کے ڈپٹی آرگنائیزر حسیب جونیجو، صدر ابڑو، ثناء اللہ منگی، وجے کمار و دیگر نے پریس کلب سکھر کے آگے احتجاجی مظاہرہ کیا اور کہا کہ قوم پرست کارکن عیدن جاگیرانی کے ورثا، دوست اور کارکنان سخت پریشان ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ احکام سے ان کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ پولیس جھوٹے پولیس مقابلے میں عیدن جاگیرانی کو قتل نہیں کرسکتی ہے۔ یاد رہے کہ سکھر پولیس نے کچھ ماہ قبل لاڑکانہ کے رہائشی انجینئر وقار بھٹو کو بھی مبینہ جھوٹے پولیس مقابلے میں ہلاک کیا تھا جس پر عدالت نے ایس ایس پی سکھر پر مقدمہ درج کرنے کا حکم جاری کیا تھا، اس کے علاوہ حیدرآباد کے قریب قوم پرست کارکن پیرن استاد محمد راہموں کو بھی اہلکاروں نے 28 دن قبل اٹھا کر مبینہ طور پر جبری گمشدہ کردیا گیا تھا۔

(نامہ نگار)

انڈونیشیا میں قید پاکستانیوں کے ورثاء کا احتجاجی مظاہرہ

پشاور صوبہ خیبر پختونخوا کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی خواتین نے گزشتہ روز 11 نومبر 2016 کو پشاور پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے میں شامل خواتین نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جس پر حکومت پاکستان سے مدد کی اپیل کے نعرے درج تھے۔ اس موقع پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے خواتین نے بتایا کہ انڈونیشیا حکومت نے منشیات کے الزم میں ان کے رشتہ داروں کو گرفتار کیا ہے جبکہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ (روزنامہ ایکسپریس)

ملکیتی حقوق کا مطالبہ

پاک پتن آئین پاکستان کے تحت شہریوں کو رہائش کا حق دینا ریاست کی ذمہ داری ہے مگر پاک پتن میں صورت حال کچھ عجیب سی ہے۔ پاک پتن میں پچاس سال سے 12 محلوں/وارڈوں میں رہنے والے لوگ جس میں 1- گلشن فرید کالونی 2- محلّہ سید جلال 3- محلّہ جھجرانوالہ 4- محلّہ سعید آباد 5- محلّہ صوفیا آباد 6- محلّہ پیر کورٹ (کچھ حصہ) 7- محلّہ پیر سلطان (کچھ حصہ) 8- شہیدی بازار (کچھ حصہ) 9- محلّہ پیر کوٹ (کچھ حصہ) 10- محلّہ حسن پورہ 11- محلّہ بشارت کچھ حصہ محلّہ سمادھانوالہ کچھ حصہ ان محلوں کے متاثرین نے جو کہ 5,000 گھرانے اور دکاندار ہیں جس کی آبادی تقریباً 40,000 چالیس ہزار کے قریب ہے ان 5,000 افراد نے یہ سارا رقبہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے گدی نشینوں/دیوانوں سے خریدا۔ اس پر اپنے مکانات تعمیر کیے اور دکانیں بنائیں اور رہائش پذیر ہو گئے۔ ان لوگوں نے وہاں پر ڈویلپمنٹ کروائی۔ اپنے نام کے بجلی، پانی، گیس، ٹیلی فون کے کنکشن حاصل کر رکھے ہیں اور دیوان سید محمد سجادہ نشین حضرت بابا فریدالدین کے وارثان جن میں دیوان غلام قطب الدین، بختیر سید محمد اور ان کی ہمشیرگان حسب قانون بمطابق جمعبندی فرد ملکیت اپنی اراضی زرعی وسکنی کو مختلف احکامات میں بذریعہ رجسٹری ہیں /انتقال بیع زبانی فروخت کرتے رہے ہیں ان شہریوں کے مختلف اوقات میں فرد ملکیت جو کہ محکمہ ریونیو کے مصدقہ ہونے کے تمام لوازمات پورے کرتے ہوئے رجسٹری کے تمام انتقالات کے نام تصدیق ہوئے۔ یہ عرصہ تقریباً 50 سال پر محیط ہے۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی خرید کردہ اراضی سکنی کمرشل پر مکانات، دکان تعمیر کرنے کے لیے حسب قانون متعلقہ مقامی حکومت سے نقشہ جات پاس کروائے اور اپنی جائیداد کی تعمیر و تکمیل خود کی اور یہ شہری آج تک حکومت پنجاب کو تمام قسم کے ٹیکسز یعنی کہ پراپرٹی ٹیکس جو ان پر لاگو ہوتا ہے باقاعدگی سے ادا کر رہی ہے ان پر آج تک یہ ٹیکس قانوناً لاگو ہے جبکہ فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے سوئی گیس ٹیلی فون انکم ٹیکس جنرل سیلز ٹیکس بھی حاصل کیا جا رہا ہے جو کہ ان شہریوں کی ملکیت کی وجہ سے عائد ہوتا ہے۔ عدالتِ عظمیٰ نے 1986 کا نوٹیفکیشن غیر آئینی قرار دیا جس کے نتیجے میں 5,000 گھرانے دوکانات کے مالکان اپنے بنیادی وقانونی ملکیت سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ (غلام نبی)

دیرینہ عداوت پر ایک شخص قتل

لکی مروت انڈس ہائی وے پر مالوگل زیارت کے نزدیک دیرینہ عداوت پر موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ کلیم اللہ نے تھانہ لکی میں رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنے بھائی ذکاءاللہ کے ہمراہ موٹر کار میں نورنگ سے واپس آ رہا تھا کہ مالوگل زیارت قبرستان کے قریب موٹر کھڑی کی اور بھائی کسی کام کی غرض سے نیچے اترا تو اسی اثناء میں موٹر سائیکل سواروں صاحبزادہ بلال اور اس کے ساتھی نے وہاں آ کر فائرنگ کر دی جس سے ذکاءاللہ موقع پر ہلاک ہو گیا۔ (محمد ظاہر)

دو لاشیں برآمد

نوشہرہ اکوڑہ خٹک میں دریائے کابل سے 2 بوری بند لاشیں برآمد ہوئی ہیں جن کو نامعلوم مقام پر گلے میں پھندا دے کر قتل کرنے کے بعد دریائے کابل میں بہا دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کی عمر تقریباً 22 سال، دوسرے کی عمر تقریباً 57 سال بتائی جاتی ہے۔ لاشیں کافی عرصہ پانی میں رہنے کے باعث گل سڑ چکی تھیں۔ دونوں لاشوں کی شناخت نہ ہونے کے باعث انہیں میونسپل کمیٹی اکوڑہ خٹک کے قبرستان میں امانتاً دفنا دیا گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ آج)

صحافی کے خلاف جھوٹا مقدمہ سول سوسائٹی کا پرزور احتجاج

پاک پتن چند روز قبل ڈی ایس پی ہمایوں افتخار، ڈی ایس پی ہیڈ کوارٹر انویسٹی گیشن شاہدہ نورین نے مشترکہ انکوائری کرتے ہوئے چارج شیٹ تیار کی کہ ایس ایچ او رانا ندیم اقبال شہر بھر کے منشیات فروشوں، قمار بازوں اور فحاشی کے اڈوں سے ماہانہ بھتہ اور منتھلی وصول کرتا ہے اور تمام منشیات فروشوں کا سہولت کار اور خود بھی منشیات فروخت کرتا ہے جس پر صحافی سید وارث علی شاہ نے خبر شائع کر دی جس کا رنج رکھتے ہوئے ایس ایچ او سٹی رانا ندیم اقبال نے سید وارث علی شاہ افتخار احمد اور عرفان کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کر کے پولیس کی بھاری نفری کے ہمراہ سید وارث علی شاہ کو پریس کلب پاک پتن سے اغوا کر لیا اور ٹارچر سیل پر لے جا کر تشدد کا نشانہ بنایا اور دوسرے دن جھوٹے مقدمہ میں گرفتاری ڈال دی۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی شہر بھر کے صحافی اور ضلعی کور گروپ کے ممبران تھانہ سٹی پہنچ گئے اور احتجاج کیا۔

اس کے بعد صحافیوں اور کور گروپ کے ساتھیوں نے نگینہ چوک آ کر شدید احتجاج کیا۔ اس پر سول سوسائٹی کے مزید دوست جن میں وکلا کسان اتحاد کے دوست سماجی شخصیات انجمن تاجران کے نمائندے انجمن آڑھتیاں کے نمائندے اور دیگر شہری بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ وہاں سے چلتے ہوئے ڈی پی او آفس تک ریلی کی صورت میں پہنچ گئے۔ راستے میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہوتے گئے۔ ڈی پی او آفس کے سامنے شرکا پریس کلب پاک پتن یونین آف جرنلسٹ ریجنل یونین آف جرنلسٹ پاکستان میڈیا کونسل الیکٹرانک میڈیا و دیگر نے رانا ندیم اقبال کے خلاف خوب نعرے بازی کی اور مطالبہ کیا کہ رانا ندیم اقبال کے خلاف کارروائی کی جائے۔ سید وارث علی شاہ کے خلاف جھوٹا مقدمہ خارج کرتے ہوئے اسے فوری طور پر رہا کیا جائے۔ ایس ایچ او سٹی پاک پتن کے ساتھ قانونی کارروائی لازمی کی جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارا احتجاج جاری رہے گا اور ہم آگے تک جائیں گے۔ یہ واقعہ 24 دسمبر 2016 کا ہے۔ ڈی پی او نے مظاہرین کو انصاف کی یقین دہانی کروائی جس کے بعد وہ منتشر ہو گئے۔

(غلام نبی ڈھڈی)

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی سفارشات

اسلام آباد حقوق انسانی کے لیے سرگرم عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پاکستان میں توہین مذہب کے قوانین کے جائزے پر مبنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ یہ قوانین انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں لہذا حکومت ان کے خاتمے کی کوشش کرے۔'پاکستان میں توہین مذہب قانون کے اثرات' نامی اس رپورٹ میں تنظیم نے اعتراف کیا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ پاکستان میں یہ انتہائی حساس معاملہ ہے اوراس کا خاتمہ فوری طور پر ممکن نہیں ہوگا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے:'اس کے خاتمے کے التواء کے دوران توہین مذہب کے الزامات کے نتیجے میں سنگین نتائج اور ملزمان کے لیے شدید خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ حکومت ایسے ادارہ جاتی اور عدالتی تحفظات متعارف کروائے تاکہ ان قوانین کے غلط استعمال کو روکا جا سکے۔' رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومت فوری بنیادوں پر قانونی ڈھانچے میں اصلاحات متعارف کروائے تاکہ توہین مذہب کے مقدمات میں پولیس، استغاثہ اور جج غیر جانبدارانہ طور پر بغیر کسی خوف یا دھونس کے اپنی ذمہ داری سرانجام دے سکیں۔'وہ اسے تمام صوبوں میں لازمی قرار دے اوراس بات کو یقینی بنائے کہ توہین مذہب کے تمام مقدمات کی تحقیقات کم از کم سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے عہدے کا افسر کرے تاکہ غلط یا بدنیتی پر مبنی شکایت یا جہاں شواہد ناکافی ہیں کی بنیاد پر عدالتی کارروائی نہ ہو۔'تنظیم نے تجویز دی ہے کہ اضافی طور پر جوڈیشل مجسٹریٹ کے وارنٹ کے بغیر پولیس کو لوگوں کو گرفتار کرنے یا تحقیقات کرنے کی اجازت نہ ہو اور وفاقی یا صوبائی حکومتوں کی شکایت کے بغیر عدالتوں کو توہین مذہب کے مقدمات پر کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔'سکیشن 295-سی کے تحت توہین مذہب کے لیے لازمی سزائے موت بغیر کسی تاخیر کے ختم کی جائے اور تمام سزائے موت تبدیل کی جائے۔'ایمنسٹی انٹرنیشنل کا کہنا ہے کہ وہ پاکستان میں توہین مذہب سے جنم لینے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر دو دہائیوں سے زیادہ عرصے سے نظر رکھے ہوئے ہے۔اس سلسلے میں وہ 1991، 1994، اور 2001 میں بھی رپورٹس شائع کر چکی ہے۔اس تازہ رپورٹ کے لیے مارچ اور نومبر 2015 کے دوران پاکستان کے تین دورے کیے گئے اور سو سے زائد افراد، جن میں وکلا، جج، پولیس اور جیل افسران، ان افراد سے جنھیں توہین مذہب کے الزامات کا سامنا ہے، ان مرد اور عورتوں سے جنھیں توہین مذہب کے الزامات سے بری کر دیا گیا ہے، ملزمان کے اہل خانہ، ذہنی امراض کے ماہرین، حقوق انسانی کے کارکنوں، صحافیوں، پاکستان نیشنل کمیشن فار ہیومن رائٹس اور غیر سرکاری تنظیموں، سرکاری اہلکاروں اور حزب اختلاف کی جماعتوں کے اراکین سے گفتگو کی ہے۔

رپورٹ کے لیے ٹرائل کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے 16 فیصلوں اور چھ ضمانت کے احکامات کا جائزہ لیا گیا۔اس رپورٹ کی تیاری کے دوران، ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پاکستانی حکام سے مزید معلومات کی درخواست کی لیکن اس رپورٹ کو حتمی شکل دینے تک محض حکومت پنجاب سے جواب حاصل کر پائی۔ رپورٹ میں جہاں افراد جن کے انٹرویو کیے گیے یا ذرائع جنہوں نے توہین مذہب سے متعلق سرکاری اعداد و شمار فراہم کیے اور جن کے تحفظ کے خدشات تھے وہاں ان کی شناخت ظاہر نہیں کی گئی ہیں۔ایمنسٹی انٹرنیشنل نے وفاقی و صوبائی حکومتوں، پارلیمان اور دیگر متعلقہ اداروں کو الگ الگ تجاویز دی ہیں۔ پارلیمان کے لیے دی گئی تجاویز میں مندرجہ ذیل سر فہرست ہیں:

پینل کوڈ 1860 جسے توہین مذہب کے قوانین بھی کہا جاتا ہے کے سیکشن 295، 295-اے، 295-بی، 295-سی، 298-بی اور 298-سی کا خاتمہ

سزائے موت کے مکمل خاتمے تک سکیشن 295-سی کے تحت بغیر کسی تاخیر کے سزائے موت ختم کر دیں۔

سزائے موت پر پابندی اور پہلے سے سنائی گئی سزائے موت کو تبدیل کرنا۔

انسداد دہشت گردی کے 1997 ایکٹ میں سیکشن 295-اے اور 298-اے کو شیڈولڈ جرائم کی فہرست سے ہٹانا۔

اس نے پارلیمان سے توہین مذہب کے تمام جرائم کو ناقابل دست اندازی بنانے کا مطالبہ بھی کیا تاکہ پولیس عدالت کے وارنٹ کے بغیر نہ تو توہین مذہب کے الزام کا سامنا کرنے والے فرد کو گرفتار کر سکے اور نہ تمام الزامات کی تحقیقات کر سکے اور کوڈ آف کریمنل پروسیجر کے شیڈول ٹو میں ترمیم کی جائے تاکہ توہین مذہب کے تمام جرائم میں ملزمان کی ضمانت ہو سکے، اور یقینی بنایا جائے کہ ضمانت سے انکار نہ کیا جائے ماسوائے جب عدالتی کارروائی میں رہائی کا امکان ہو۔ ضمانت محض اس وقت نہ دی جائے جب واضح وجوہات موجود ہوں کہ رہائی انصاف کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ تنظیم نے اقوام متحدہ کے آزادی خیال و اظہار کے خصوصی مندوب اور اقوام متحدہ کے آزادی مذہب یا عقائد کے خصوصی مندوب کو پاکستان کے دورے کی دعوت دی جائے تاکہ اس کی آزادی اظہار اور آزادی مذہب یا عقائد سے وابستگی اور سنجیدگی ظاہر ہو سکے۔ رپورٹ کے مطابق اگر صرف پنجاب پر نظر ڈالیں تو توہین مذہب کے قانون کے کم از کم 1296 مقدمات درج ہیں جن میں سے 119 کو منسوخ کرنے کی تجویز دی جا چکی ہے۔ پورے پاکستان میں مجموعی طور پر کم از کم 215 افراد توہین مذہب کے مقدمات کی سماعت جاری ہے: پنجاب میں پچاسی فیصد (کم از کم 184، سال 2015 کے اواخر میں ریکارڈ ہوئے ہیں) اور سندھ میں 31 مقدمات زیر سماعت ہیں، کم از کم ایک سو افراد، 19 مرد اور دو عورتوں، کو توہین مذہب کے الزام میں سزائے موت دی جا چکی ہے۔ ان میں سے کسی سزا پر ریاست نے اب تک عمل درآمد نہیں کروایا ہے۔ (بشکریہ بی بی سی اردو)

ملازمین کو ریگولر کیا جائے

عمرکوٹ 15 دسمبر کو بہبود آبادی محکمے کے ملازمین نے شریف ہالیپوٹو، پپو مالہی، گوبند رام کی رہنمائی میں پریس کلب عمرکوٹ کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔اس موقع پر ملازمین کا کہنا تھا کہ بہبود آبادی محکمہ سندھ کے 1280 سے بھی زیادہ غیر مستقل ملازمین کو تاحال مستقل نہیں کیا گیا۔ ملازمین نے مطالبہ کیا کہ ان کو جلد از جلد ریگولر کیا جائے تاکہ وہ ذہنی انتشار سے بچ سکیں۔ (نامہ نگار)

فائرنگ سے نوجوان زخمی

چمن 17 نومبر کو روغانی شاہراہ پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے کور گروپ ممبر حسین احمد اچکزئی کو شدید زخمی کر دیا۔ بعدازاں حسین احمد کو کوئٹہ منتقل کر کے بی ایم سی میں داخل کرا دیا گیا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کور گروپ کے کارکنوں نے واقعے کی شدید مذمت اور ملزمان کو گرفتار کرنے کی اپیل کی ہے۔ (محمد صدیق)

گولیوں سے چھلنی نعش برآمد

ٹانک ٹانک کے علاقہ گومل میں گولیوں سے چھلنی نامعلوم نوجوان کی لاش ملی۔ 29 نومبر 2016 کو ٹانک کے علاقہ گومل کے گاؤں کوٹ اعظم کے قریب گومل زام ڈیم کے سیلابی نالے سے ایک نوجوان کی نعش ملی جسے نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے قتل کیا۔ آخری اطلاعات تک نعش کی شناخت نہ ہو سکی۔ (روزنامہ ایکسپریس)

ہاریوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا جائے

عمرکوٹ 8 دسمبر کو عمرکوٹ شہر میں ہاریوں اور زمینداروں کے مسائل پر ایک غیر سرکاری تنظیم کی طرف سے کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس میں ہاری رہنماؤں انبھ بھیل، صدورو اوڈ، شاہد خاصخیلی، ڈاکٹر حیدر ملوکھانی، ویرو کولہن اور دیگر نے کہا کہ سندھ میں زرعی اجناس کے مناسب دام نہ ملنے کی وجہ سے آباد کاروں کے ساتھ ساتھ ہاریوں کا بھی بڑا نقصان ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ہاری مقروض ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے پسماندہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جبری مشقت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لیے ہاریوں اور آباد کاروں کے درمیان اختلافات اور نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہاریوں اور آباد کاروں کے درمیان ہونے والی ایسی نفرتوں اور غلط فہمیوں کو ختم کرنے کے لیے حکومتی اداروں اور منتخب نمائندوں پر مشتمل کمیٹیاں تشکیل دے کر زمینی حقائق کا جائزہ لیا جائے۔ سندھ میں زراعت کے متعلق سرکاری پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے زرعی اجناس کے مناسب دام نہ ملنے کی وجہ سے معیشت پر بڑا برُا اثر پڑ رہا ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ زرعی اجناس کے نرخ بڑھائے جائیں تاکہ ہاری اور زمینداروں کو ان کی محنت کا معقول معاوضہ مل سکے۔ (اوکھو منروپ)

خواجہ سراؤں پر وحشیانہ تشدد

پشاور تھانہ خان رازق کی حدود میں ہسپتال روڈ پر بدفعلی سے انکار پر 2 خواجہ سراؤں کو تیز دھار آلہ سے وار کر کے شدید زخمی کر دیا گیا جنہیں طبی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ تاہم پولیس نے بروقت کارروائی کرتے ہوئے 5 ملزمان کو گرفتار کر لیا۔ جن کے خلاف مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔ گزشتہ روز خواجہ سراء انعام اللہ ولد محمد یار سکنہ اقبال پلازہ نے زخمی حالت میں پولیس کو بتایا کہ وہ اپنی ساتھی خواجہ سراء شاہ قیب ولد نواب کے ساتھ تقریب سے واپس پلازہ جا رہے تھے کہ اس دوران نرسنگ ہاسٹل کے قریب کامران ولد محمد ظریف سکنہ کوہاٹ روڈ، محمد طاہر ولد عجب خان سکنہ خٹک کالونی اور عبدالرحمٰن ولد فدا محمد سکنہ بھانہ ماڑی نے دیگر دو افراد کے ہمراہ انہیں یرغمال بنا دیا اور انہیں بدفعلی کیلئے لے جانے کی کوشش کی تاہم انکار پر ملزمان نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔ (روزنامہ آج)

مکران کی موجودہ صورتحال میں بہتری لائی جائے

تربت 7 دسمبر 2016 کی شام کو 'مکران کی موجودہ صورتحال' کے موضوع پر ایس پی او تربت کے مُلا فاضل ہال میں طاہر حسین خان ایڈووکیٹ وائس چیئرپرسن ایچ آر سی پی بلوچستان چیپٹر کے ساتھ ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کے کارکنان کی گفت وشنید کا پروگرام منعقد ہوا جس میں خواتین وحضرات کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ شرکاء میں طاہر حسین خان ایڈووکیٹ اور غنی پرواز کے ساتھ ساتھ خان محمد جان، ڈاکٹر نعمت اللہ گچکی، یوسف عزیز گچکی، مصطفیٰ ایوب گچکی ایڈووکیٹ، عبدالمجید دشتی ایڈووکیٹ، شریف شمبئے زئی، فضل کریم بلوچ، شئے حق گچکی، اسد بلوچ، حمل امین، ابراہیم غنی، جمال پیر محمد، منور علی رٹہ، رخشندہ تاج، شہناز شبیر، گلناز شبیر، روزینہ ابراہیم، نظام جمعہ، محمد یوسف بلوچ اور ماجد صمد شامل تھے۔ انہوں نے روزگار، تعلیم، صحت، ثقافت، سی پیک، نقل مکانی اور ترک وطن سمیت بہت سے مسائل پر بحث کی اور بتایا کہ مکران میں حکومت کی جانب سے لوگوں کو روزگار، تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم نہیں کی جارہی ہیں، ثقافتی سرگرمیوں میں بے جا مداخلت جاری ہے۔ سی پیک کی وجہ سے لوگوں کو یا تو بڑی تعداد میں نقل مکانی پر مجبور کیا جا رہا ہے یا پھر انہیں ماورائے آئین وعدالت جبری طور پر اغوا کر کے لاپتہ کیا جا رہا ہے، اور ان میں سے بعض کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو چونے اور تیزاب سے مسخ کر کے پھینکا جا رہا ہے۔ اس بات کا بھی انکشاف ہوا کہ بلوچستان میں اس وقت 35 ہزار ایسی آسامیاں موجود ہیں، جن کے اب تک اشتہارات تک نہیں کئے گئے ہیں، اور اگر اگلے 6 مہینوں تک ان پوسٹوں پر پوسٹنگ نہیں ہوئی، تو یہ ساری پوسٹیں ختم ہو جائیں گی۔ شرکاء نے حکومت اور متعلقہ اداروں، حکام اور افسران سے پُر زور مطالبہ کیا کہ سی پیک کے حوالے سے لوگوں کے خدشات دور کئے جائیں، جن میں سے ایک خدشہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے گوادر اور مکران کے وسائل یہاں سے وسطی اور بالائی پنجاب اور چین لے جائے جائیں گے اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے باہر سے لاکھوں لوگوں کو لاکر آباد کیا جائے گا، اور یہاں کے لوگوں کو اقلیت میں تبدیل کیا جائے گا۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ فوائد گوادر، مکران اور بلوچستان کے عوام کو ملنے چاہئیں۔ شرکاء نے پُرزور مطالبہ کیا کہ خفیہ سرکاری اداروں کی طرف سے لوگوں کو ماورائے آئین وعدالت لاپتا کرنے اور ہلاک کر کے ان کی مسخ شدہ لاشیں پھینکنے کا سلسلہ بند کیا جائے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ 35 ہزار خالی پوسٹوں کو ضائع ہونے نہ دیا جائے، بلکہ جلد از جلد ان کے اشتہارات دیئے جائیں۔ انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ تعلیم، صحت، اور ثقافت سے متعلق مسائل بھی حل کئے جائیں۔ پرائیویٹ اسکولوں اور سنٹروں کے معاملات میں ناجائز مداخلت اور ان پر دہشت گردانہ حملوں کا سلسلہ بند کیا جائے۔ ہسپتالوں میں علاج معالجے کے انتظامات بہتر بنائے جائیں تاکہ عام اور غریب لوگوں کو معمولی علاج معالجے کی خاطر کراچی نہ جانا پڑے اور کراچی کے سفر کے دوران ہی میں جانوں سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ مکران میں بک اسٹالوں پر غیر قانونی حملے کر کے بلوچی اور بلوچستان سے متعلق کتابوں کو اُٹھا کر ضائع کرنے اور بک اسٹالوں کے مالکان اور ملازمین کو گرفتار کر کے سزائیں دینے کا ظالمانہ سلسلہ بند کیا جائے۔ (غنی پرواز)

مقامی ماہی گیروں کو ان کے بنیادی حقوق دیئے جائیں

پسنی پسنی کی 80 فیصد آبادی کا انحصار شعبہ ماہی گیری سے ہے، پسنی فش ہاربر جیٹی کے معاملات میں پائی جانے والی بدانتظامی اور بدعنوانی کی وجہ سے مقامی ماہی گیر شدید غربت کا شکار ہیں۔ غریب ماہی گیر بیروزگاری کی وجہ سے شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ ماہی گیر سالانہ اربوں روپے کا زر مبادلہ ملکی معیشت کو پہنچا رہے ہیں لیکن حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے آج ساحل بلوچستان کے مقامی ماہی گیر اس جدید دور میں بھی تمام تر زندگی کے بنیادی سہولیات سے یکسر محروم ہیں۔ بیروزگاری اور مہنگائی کے اس دور میں مقامی ماہی گیروں کے بچے بھی چائلڈ لیبر کا شکار ہو رہے ہیں۔ (نامہ نگار)

صحت کی ناکافی سہولیات

پسنی پسنی ضلع گوادر کی سب سے بڑا تحصیل اور بلوچستان کی معروف بندرگاہوں میں ایک ہے جس کی آبادی اس وقت تقریباً دو لاکھ ہے۔ پوری آبادی کے لیے ایک بی آر ایچ سی سنٹر قائم ہے جہاں تمام تر بنیادی صحت کی سہولیات یکسر ناپید ہیں۔ مکران کوسٹل ہائی وے پر اکثر حادثات کی صورت میں مرنے والوں کی باڈیوں کے ساتھ ساتھ زخمیوں کو بھی اسی آر ایچ سی میں لایا جاتا ہے جو کہ اکثر بنیادی سہولیات کی کمی کی وجہ سے نہیں بچ پاتے۔ لیڈی ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے اکثر چھوٹے چھوٹے امراض کی وجہ سے خواتین کو کراچی جانا پڑتا ہے جو کہ پسنی سے 650 کلو میٹر دور واقع ہے۔ ایکسرے سنٹر کے قیام، شعبہ حادثات کو فوری طور پر فعال بنایا جائے۔ آکسیجن اور دیگر ضروری چیزوں کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔ (نامہ نگار)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدِ حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 24 نومبر سے 24 دسمبر تک کے دوران ملک بھر میں 124 افراد نے خودکشی کی۔ خودکشی کرنے والوں میں 47 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 78 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 40 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 72 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور 7 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 54 نے زہر کھا/پی کر، 21 نے خود کو گولی مار کر اور 33 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 202 واقعات میں سے صرف 35 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24نومبر	رحمت مسیح	مرد	۔	60برس	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکو جلا کر	نشاط کالونی، لاہور	۔	روزنامہ نوائے وقت
24نومبر	م	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع کوٹ باوا، ستراہ	۔	روزنامہ نوائے وقت
24نومبر	سلمان	مرد	۔	25برس	۔	بے روزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک 276رب، فیصل آباد	۔	روزنامہ نوائے وقت
24نومبر	زاہدہ چانڈیو	خاتون	۔	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	محلّہ شاہ آباد، دادو	۔	روزنامہ ڈیلی ٹائمز
25نومبر	پنوں	مرد	۔	۔	شادی شدہ	۔	زہرخورانی	ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ	۔	روزنامہ جنگ
25نومبر	عرفان	مرد	۔	19برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	عاشق آباد، قبولہ	۔	روزنامہ جنگ
25نومبر	عنایت	مرد	۔	60برس	شادی شدہ	بیٹی کی موت پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	پھالیہ روڈ، کٹھیالہ شیخاں	۔	روزنامہ جنگ
25نومبر	تنویر	مرد	۔	32برس	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	خودکو گولی مار کر	گاؤں مظفر پور، سیالکوٹ	۔	روزنامہ جنگ
25نومبر	آمنہ بی بی	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چشتیاں، بہاول پور	۔	روزنامہ دنیا
25نومبر	سلطان	مرد	۔	60برس	۔	غربت سے تنگ آ کر	ٹرین تلے کود کر	خان پور، رحیم یار خان	۔	روزنامہ دنیا
25نومبر	آصف	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گیلے وال، بہاول پور	۔	روزنامہ دنیا
26نومبر	ریحاد خان	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بڑا امیر عباس خان، بنوں	درج	روزنامہ آج
26نومبر	رضااللہ	مرد	۔	16برس	غیرشادی شدہ	۔	خودکو گولی مار کر	مائران لکی، بنوں	درج	روزنامہ آج
26نومبر	آصف شاہ	مرد	۔	۔	شادی شدہ	پنچائت کے فیصلے پر دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	چک 110/9ایل، ساہیوال	۔	روزنامہ جنگ
26نومبر	بھورو میگھواڑ	مرد	۔	18برس	۔	گھریلو جھگڑا	کنویں میں کود کر	چھاچھرو، تھرپارکر	۔	روزنامہ کاوش
27نومبر	رحیم اللہ	مرد	۔	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گڑھ جوال خیل، کرک	درج	روزنامہ آج
27نومبر	سمیرا بی بی	خاتون	۔	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 271ڈبلیو بی، روزنامہ دنیاپور	۔	روزنامہ جنگ
27نومبر	ناظم	مرد	۔	۔	۔	ذہنی معذوری	گلا کاٹ کر	گجرپورہ، لاہور	۔	روزنامہ جنگ
27نومبر	نصرت حیات	مرد	۔	25برس	۔	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	جوہر ٹاؤن، لاہور	۔	روزنامہ نئی بات
27نومبر	مگو	مرد	۔	25برس	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	اڈیرو لعل، ٹنڈو الہ یار ٹیاری	۔	روزنامہ کاوش
28نومبر	خ	خاتون	۔	۔	۔	۔	زہرخورانی	باتھیان، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
28نومبر	محمد بلال	مرد	۔	۔	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گاؤں شیرگڑھ، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
28نومبر	بھبل	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کشمور	۔	روزنامہ دنیا
28نومبر	ساجدہ	خاتون	۔	22برس	۔	چوری کا الزام لگنے پر	پھندا لے کر	درخشاں، ڈیفنس، کراچی	۔	روزنامہ جنگ
29نومبر	علی احمد	مرد	۔	19برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور	۔	روزنامہ خبریں ملتان
29نومبر	ٹیکو کولھی	مرد	۔	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گولارچی، بدین	۔	روزنامہ کاوش
30نومبر	طارق	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ترنڈہ محمد پناہ، رحیم یار خان	۔	روزنامہ خبریں ملتان
30نومبر	محمد جمن شر	مرد	۔	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	نزد باقرانی، لاڑکانہ	۔	روزنامہ کاوش
30نومبر	بلال	مرد	۔	26برس	۔	گرفتاری کے خوف سے	خودکو گولی مار کر	موہن پورہ، راول پنڈی	۔	روزنامہ ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم دسمبر	لطف عمیمی شبلی	مرد	-	-	شادی شدہ	جنرل راحیل شریف کو توسیع نہ دینے پر	زہر خورانی	کراچی پریس کلب	-	روزنامہ نیوز
3دسمبر	غلام سرور کھوسو	مرد	-	52برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	نواں جتوئی، مورو، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
3دسمبر	پرویز	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	علی پور چٹھہ، گجراں والا	-	روزنامہ نوائے وقت
4دسمبر	سکینہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	9/2 آر، میاں چنوں	-	روزنامہ جنگ
4دسمبر	رخسار	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جہاز گراؤنڈ کالونی، ساہیوال	-	روزنامہ نئی بات
4دسمبر	کرشمہ	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	حبیب آباد، خزانہ، پشاور	درج	روزنامہ آج
5دسمبر	غلام نازک	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	موضع نبی پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
5دسمبر	سکندر علی	مرد	-	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 72 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
5دسمبر	حنیف	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	کرم پور	-	روزنامہ خبریں ملتان
5دسمبر	-	مرد	-	20برس	-	-	زہر خورانی	پروآ، ڈی آئی خان	درج	روزنامہ ایکسپریس
5دسمبر	عائشہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	نولکھا، لاہور	-	روزنامہ خبریں
5دسمبر	محمد حنیف	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	کرم پور	-	روزنامہ جنگ
5دسمبر	م	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	محلّہ نذیر ٹاؤن، بھکر	-	روزنامہ دنیا
5دسمبر	-	مرد	-	20برس	-	-	زہر خورانی	ڈی آئی خان	-	روزنامہ دنیا
5دسمبر	ن	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ جنگ
5دسمبر	جاوید خانانی	مرد	-	-	شادی شدہ	-	عمارت سے کود کر	محمد علی سوسائٹی، کراچی	-	روزنامہ ڈیلی ٹائمز
5دسمبر	بھورو بھیل	مرد	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	جھول، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
5دسمبر	کرن	خاتون	-	21برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	دادو	-	روزنامہ کاوش
6دسمبر	منشا	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گاؤں شوری مانیکا، پنڈی بھٹیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
6دسمبر	محمد حسین	مرد	-	-	شادی شدہ	ناراض بیوی کے نہ ماننے پر	پھندا لے کر	دلیل والا، چنیوٹ	-	روزنامہ خبریں
6دسمبر	شبانہ	خاتون	-	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین کے آگے کود کر	محلّہ حاجی حسن پورہ، گکھڑ منڈی	-	روزنامہ خبریں
6دسمبر	زہرا بی بی	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	اڈاہری چند، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6دسمبر	نسرین	خاتون	-	35برس	شادی شدہ	-	نہر میں کود کر	قادر پور، ملتان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6دسمبر	خان محمد	مرد	-	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چاہ بلوچ والا، شجاع آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
6دسمبر	اکرم	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	چوبارہ، نواں کوٹ، لیہ	-	روزنامہ خبریں ملتان
7دسمبر	یاسین	مرد	-	20برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	خانقاہ ڈوگراں	-	روزنامہ ایکسپریس
7دسمبر	اللہ معافی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں بہادر نگر فارم، صدر گوگیرہ	-	روزنامہ ایکسپریس
8دسمبر	محمد اویس	مرد	-	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	تھانہ پھالیہ، منڈی بہاؤالدین	-	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	سونیا	خاتون	-	-	شادی شدہ	طلاق پر دل برداشتہ	زہر خورانی	واہنڈو، گجراں والا	-	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	سعدیہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	محلّہ اقبال نگر، عارف والا	-	روزنامہ جنگ
8دسمبر	فرح	خاتون	-	16برس	غیر شادی شدہ	عمر رسیدہ شخص سے رشتہ طے ہونے پر	زہر خورانی	چک 205 ڈبلیو بی، میلسی	-	روزنامہ خبریں ملتان
8دسمبر	غلام نبی	مرد	-	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد، رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں ملتان
8دسمبر	جاوید علی	مرد	-	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گمبٹ، خیر پور	-	روزنامہ کاوش
9دسمبر	غزالہ خاصخیلی	خاتون	-	28برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ٹنڈو آدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
10دسمبر	محمد زمان بھٹی	مرد	-	20برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خود کو گولی مارکر	گوٹھ واحد بخش کھبر، سیٹھارجہ، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
10دسمبر	ہرچند کولہی	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ مندرانی، سامارو، عمرکوٹ	-	روزنامہ کاوش
11دسمبر	جمیلہ بی بی	خاتون	-	14برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوباڑو، سندھ	-	روزنامہ جنگ
11دسمبر	رابعہ بی بی	خاتون	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 77 این پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
11دسمبر	جنید آفریدی	مرد	-	30برس	-	-	خود کو گولی مارکر	نیڈی بازار، جمرود، خیبرایجنسی	درج	روزنامہ آج
11دسمبر	جمیلہ بی بی	خاتون	-	14برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوباڑو	-	روزنامہ خبریں ملتان
11دسمبر	رابعہ بی بی	خاتون	-	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 77 این پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
12دسمبر	راجا جمال	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مارکر	ہری پور	درج	روزنامہ ایکسپریس
12دسمبر	راجا جمال	مرد	-	34برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مارکر	بشرکالونی، ہری پور	-	روزنامہ نیوز
12دسمبر	حنا	خاتون	-	20برس	شادی شدہ	گھریلو تشدد سے تنگ آکر	پھندا لے کر	بستی یاروو الا علی پور	-	روزنامہ خبریں
12دسمبر	صائمہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	پیراں غائب روڈ، ملتان	-	روزنامہ خبریں
12دسمبر	سلیمہ	خاتون	-	14برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
12دسمبر	رانا جمشید	مرد	-	45برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین کے آگے کود کر	فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
12دسمبر	بیجل کولہی	مرد	-	45برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چمبڑ، ٹنڈوالہیار	-	روزنامہ کاوش
12دسمبر	ح	مرد	-	28برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
12دسمبر	عرفان ببر	مرد	-	17برس	غیر شادی شدہ	شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ککڑ، دادو	-	روزنامہ کاوش
12دسمبر	پاروتی کولہی	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	ٹنڈو غلام علی، بدین	-	روزنامہ کاوش
14دسمبر	راجو کولہی	مرد	-	33برس	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	ٹنڈو باگو، بدین	-	روزنامہ کاوش
14دسمبر	جاوید اقبال	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مارکر	چوک چورہٹہ، ڈی جی خان	درج	روزنامہ خبریں ملتان
14دسمبر	محسن علی	مرد	-	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین کے آگے کود کر	چک 105/10 آر، جہانیاں	درج	روزنامہ خبریں ملتان
14دسمبر	تنویر	مرد	-	-	شادی شدہ	ناراض بیوی کے نہ ماننے پر	خود کو جلا کر	پل گدارہ، جتوئی	-	روزنامہ خبریں ملتان
14دسمبر	عبدالجبار ملاح	مرد	-	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ مراد کوریجو، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
14دسمبر	اعظم سیال	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہرخورانی	گوٹھ قادر سیال، بزدار روڈ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ ایکسپریس
14دسمبر	ش	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندا لے کر	بھکھی روڈ، شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
15دسمبر	فرحان سرور	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	خود کو گولی مارکر	کاشف چوک، پتوکی	-	روزنامہ جنگ
15دسمبر	ح	بچی	-	12برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
15دسمبر	کامران	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	پسند کا رشتہ طے نہ ہونے پر	زہرخورانی	آرائیں کالونی، صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
15دسمبر	-	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	223 پی منٹھار، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
15دسمبر	پونم میگھواڑ	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	بھٹ شاہ، ٹیاری	-	عوامی اخبار
16دسمبر	ندیم	مرد	-	16برس	غیر شادی شدہ	مالک کی ڈانٹ پر دل برداشتہ	زہرخورانی	چک 206 پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
16دسمبر	شاہین بیگم	خاتون	-	35برس	شادی شدہ	-	خود کو گولی مارکر	خویشگی پایان، نوشہرہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
16دسمبر	ابراہیم جتوئی	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	منگیتر کے شادی سے انکار پر	خود کو گولی مارکر	بدین	-	پاکستان ٹائمز
16دسمبر	عروج	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	جھنگ روڈ، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
16دسمبر	عثمان	مرد	-	22برس	-	-	زہرخورانی	غلام محمد آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16دسمبر	عاصمہ	خاتون	ـ	20برس	ـ	ـ	زہرخورانی	چک202رب،فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
16دسمبر	امتیاز لغاری	مرد	ـ	27برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مارکر	غلام شاہ موری،بدین	درج	روزنامہ کاوش
17دسمبر	پٹھانی	خاتون	ـ	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ حاجی بروہی،خان پور،شکارپور	درج	روزنامہ کاوش
17دسمبر	لالی بھیل	خاتون	ـ	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گوٹھ باندو،تھرپارکر	درج	عوامی اخبار
17دسمبر	پٹھانی جوگی	خاتون	ـ	43برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور،شکارپور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
18دسمبر	محمد عمر	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	گاؤں پڑھانہ،سرائے مغل	درج	روزنامہ خبریں
18دسمبر	صغیر	مرد	ـ	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	تالاب سرائے،مانگا منڈی	ـ	روزنامہ نیوز
18دسمبر	خوشبو	خاتون	ـ	15برس	ـ	ذہنی معذوری	زہرخورانی	تلہار،بدین	درج	عوامی آواز
18دسمبر	امام بخش چانڈیو	مرد	ـ	28برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ کولاب جیئل،خیرپورمیرس	ـ	روزنامہ کاوش
19دسمبر	مشرف بی بی	خاتون	ـ	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک280رب،فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
20دسمبر	دلشادہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندالےکر	فیز6حیات آباد،پشاور	درج	آج
20دسمبر	عمران کلہوڑو	مرد	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	سیہون،جام شورو	ـ	عوامی اخبار
20دسمبر	غلام سرور چانڈیو	مرد	ـ	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سن،جام شورو	درج	عوامی آواز
20دسمبر	معین	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سلدیرا،بورے والا	ـ	روزنامہ جنگ
20دسمبر	نمرہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	پھندالےکر	چک97/15ایل،میاں چنوں	ـ	روزنامہ جنگ
20دسمبر	علی رضا	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	پھندالےکر	گاؤں رتیکی،حویلی لکھا	ـ	روزنامہ جنگ
20دسمبر	ابرار	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	علاج کے لیے پیسے نہ ہونے پر	نہر میں کود کر	رتہ روڈ،گجراں والا	ـ	روزنامہ نوائے وقت
20دسمبر	سرفراز	مرد	ـ	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	چک646گ ب،جڑاں والا	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21دسمبر	فاطمہ	بچی	ـ	13برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
21دسمبر	آسیہ	خاتون	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کوٹ کرم خان،رحیم یار خان	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21دسمبر	ملوں	مرد	ـ	20برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کوٹ کرم خان،رحیم یار خان	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21دسمبر	خٹک	مرد	ـ	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	آدم زئی،اکوڑہ خٹک،نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
21دسمبر	ثمینہ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	آدم زئی،اکوڑہ خٹک،نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
21دسمبر	ر	خاتون	ـ	15برس	غیرشادی شدہ		زہرخورانی	گالف کالونی،کبل،سوات	درج	روزنامہ آج
21دسمبر	سلیم	مرد	ـ	30برس	ـ	ـ	ـ	ٹمبر مارکیٹ،ملتان	درج	روزنامہ خبریں ملتان
21دسمبر	امام بخش	مرد	ـ	22برس	ـ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	بستی خیمیہ،کوٹ کرم خان،رحیم یار خان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
22دسمبر	جمعون بھیل	مرد	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نبی سر،کنڑی،عمرکوٹ	درج	روزنامہ کاوش
22دسمبر	حیدر علی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	نواں کلے،پشتہ خرہ،پشاور	درج	روزنامہ آج
23دسمبر	گلزار کٹپر	خاتون	ـ	18برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندالےکر	گوٹھ بخش کٹپر،کندھرا،روہڑی،سکھر	ـ	شاکر جمالی
23دسمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ اب شریں،مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
24دسمبر	فیروز کھوسو	مرد	ـ	37برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گوٹھ نہال کھوسو،سکھر	درج	عوامی آواز
24دسمبر	زینت	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خوازہ خیلہ،سوات	ـ	روزنامہ نیوز
24دسمبر	عمران	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خودکو گولی مارکر	گرین ٹاؤن،لاہور	ـ	روزنامہ خبریں

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24نومبر	شوکت	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 90/9ایل، ساہیوال	-	روزنامہ ایکسپریس
24نومبر	زلیخاں	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 90/9ایل، ساہیوال	-	روزنامہ ایکسپریس
24نومبر	سلمٰی مہر	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مورو، نوشہروفیروز	-	روزنامہ کاوش
24نومبر	ث	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	محبت میں ناکامی	گلا کاٹ کار	موضع بھڑتھ، سیالکوٹ	-	روزنامہ خبریں
25نومبر	ساجدہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	تونسہ	-	روزنامہ دنیا
25نومبر	موراں مائی	خاتون	-	-	-	-	-	سنجرپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
25نومبر	نازومائی	خاتون	-	-	-	-	-	بہودی پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
25نومبر	علی اکبر	مرد	-	-	-	-	-	مڈدرباری، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
25نومبر	امجد علی	مرد	-	-	-	-	-	آبادپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
26نومبر	فوزیہ بی بی	خاتون	-	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک ٹبہ ٹانک سر، پاک پتن	-	روزنامہ ایکسپریس
26نومبر	مختار احمد	مرد	-	26برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 6ایس پی، پاک پتن	-	روزنامہ ایکسپریس
26نومبر	صدام حسین	مرد	-	22برس	-	-	-	تھانہ سٹی سی ڈویژن، رحیم یارخان	درج	روزنامہ خبریں ملتان
26نومبر	روبینہ	خاتون	-	26برس	-	-	-	صادق آباد	-	روزنامہ خبریں ملتان
26نومبر	آمین	مرد	-	20برس	-	-	-	چوک سوہترا، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
26نومبر	نعیم الحق	مرد	-	36برس	-	-	-	بابرکالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
26نومبر	رفیق احمد	مرد	-	30برس	-	-	-	صادق آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
27نومبر	انیلا بی بی	خاتون	-	20برس	-	-	-	چوک پٹھانستان، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
27نومبر	شہزادی	خاتون	-	22برس	-	-	-	تھلی چوک، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
27نومبر	علی احمد	مرد	-	19برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
27نومبر	عبدالجبار	مرد	-	30برس	شادی شدہ	-	-	رحمان کالونی، خان پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
27نومبر	جعفرملک	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	میرپور ماتھیلو، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
27نومبر	افضل	مرد	-	-	-	-	-	چیچہ وطنی	درج	روزنامہ ایکسپریس
27نومبر	سرفراز	مرد	-	-	-	-	-	چیچہ وطنی	درج	روزنامہ ایکسپریس
28نومبر	کرن بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	چک 72این پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	ثمرین بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	امین گڑھ، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	نبیلا بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	چک 114پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	سدرا بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	حبیب کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	ثوبیہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	لیاقت پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	فہدالرحمان	مرد	-	-	-	-	-	دین پورشریف، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	شاہدعلی	مرد	-	-	-	-	-	گڑھی اختیارخان، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	محمدعمران	مرد	-	-	-	-	-	چک 92پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	اللہ جوایا	مرد	-	-	-	-	-	میرپور ماتھیلو	-	روزنامہ دنیا
28نومبر	س	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دھیدوالی، ڈسکہ	-	روزنامہ نئی بات
29نومبر	سحرش	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	لطیف آباد، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
یکم دسمبر	راحیلہ اجن	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نزدگمبٹ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
یکم دسمبر	وقاص	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	والد کی نصیحتوں سے تنگ آکر	خودکوگولی مارکر	تہکال بالا، پشاور	درج	روزنامہ آج
2دسمبر	راحیلہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گمبٹ، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
2دسمبر	صائمہ بی بی	خاتون	-	22برس	-	-	-	گلشن اقبال، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
2دسمبر	مریم بی بی	بچی	-	13برس	غیرشادی شدہ	-	-	غریب شاہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
2دسمبر	صفدر حسین	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	خان پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
2دسمبر	کرن	خاتون	-	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فوجی کالونی، لیاقت پور	-	روزنامہ جنگ ملتان
3دسمبر	-	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	علی پور چٹھہ، گجراں والا	-	روزنامہ نوائے وقت
4دسمبر	علی شیر سولنگی	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	-	شہداد پور، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
5دسمبر	عابد علی	مرد	-	22برس	-	-	-	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5دسمبر	جاوید	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک 75پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
5دسمبر	الطاف ڈھلوں	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلا کر	چک 142/10 آر، جہانیاں	-	روزنامہ جنگ
6دسمبر	رخسانہ	خاتون	-	15برس	غیرشادی شدہ	-	-	راجن پور کلاں، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6دسمبر	سعدیہ بی بی	خاتون	-	17برس	غیرشادی شدہ	-	-	بزنس مین کالونی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6دسمبر	گوہر مائی	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	بھیل نگر، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
6دسمبر	شبیر حسین	مرد	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
8دسمبر	امیر حمزہ	مرد	-	-	-	-	-	چک 5فورڈواہ، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں ملتان
8دسمبر	امیراں چانڈیو	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	قمبر	-	روزنامہ کاوش
8دسمبر	کریم بخش بروہی	مرد	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ بالا خان بروہی، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
8دسمبر	عشرت بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	بیٹی کی طلاق پر دل برداشتہ	زہرخورانی	واہنڈو، گجراں والا	-	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	کریم بروہی	مرد	-	30برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ بالا خان، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
8دسمبر	امیراں چانڈیو	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
9دسمبر	وحیدہ چانڈیو	خاتون	-	-	-	-	نس کاٹ کر	دارالامان سکھر	-	روزنامہ کاوش
9دسمبر	صائمہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع ٹبی داتا مبارک پور، بہاول پور	-	خواجہ اسداللہ
10دسمبر	سرتاج	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
10دسمبر	سرتاج میرانی	مرد	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ سچل میرانی، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
12دسمبر	-	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کامونکی	-	روزنامہ خبریں
14دسمبر	کاشف خان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	حیات آباد، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
15دسمبر	کرن	خاتون	-	27برس	شادی شدہ	-	-	نیازی کالونی، رحیم یارخان	-	خواجہ اسداللہ
15دسمبر	ندیم احمد	مرد	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک 206پی، رحیم یارخان	-	خواجہ اسداللہ
16دسمبر	روبینہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلا کر	باٹھ کالونی، عالم چوک، گجراں والا	-	روزنامہ نوائے وقت
16دسمبر	ہارون صفدر	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	سلامت پورہ، کامونکی	-	روزنامہ خبریں
17دسمبر	بروہی جتوئی	مرد	-	-	-	بیماری سے دل برداشتہ	خودکو گولی مار کر	گوٹھ پیارو جتوئی، خان پور	-	روزنامہ کاوش
20دسمبر	ساجد آرائیں	مرد	-	22برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹری، جامشورو	-	روزنامہ کاوش
20دسمبر	حضرت علی	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	ناگمان، پشاور	درج	روزنامہ آج
20دسمبر	خالدہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سلدیرا، بورے والا	-	روزنامہ جنگ
21دسمبر	اسامہ	بچہ	-	-	غیرشادی شدہ	امتحان میں کم نمبر آنے پر	خودکو گولی مار کر	وحدت کالونی، گجراں والا	-	روزنامہ نوائے وقت
21دسمبر	کائنات	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکو جلا کر	تحصیل خوازہ خیلہ، سوات	درج	روزنامہ مشرق
21دسمبر	ز	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	کالا کلے، کبل، سوات	درج	روزنامہ مشرق
21دسمبر	ش	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	خیرآباد، سوات	درج	روزنامہ مشرق
21دسمبر	نرما	خاتون	-	16برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قاضی کالونی، ٹنڈوآدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
22دسمبر	ندیما	خاتون	-	15برس	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	سکھر	-	عوامی آواز
23دسمبر	عامر عباسی	مرد	-	35برس	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندا لے کر	شہداد پور، سانگھڑ	-	عوامی آواز
24دسمبر	ریحانہ بھٹی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈہرکی، گھوٹکی	-	عوامی آواز
24دسمبر	ثمرین	خاتون	-	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پریٹ آباد، حیدرآباد	-	روزنامہ کاوش
24دسمبر	محمد عباس	مرد	-	25برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ لطیف شاہ، ٹنڈوآدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 24 نومبر سے 24 دسمبر تک 83 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 54 خواتین شامل ہیں۔ 58 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 19 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/ نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24 نومبر	۔	خاتون	16 برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	بھرتا، سیالکوٹ	درج	۔	پاکستان ٹائمز
24 نومبر	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	چک 157/9 ایل، ساہیوال	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
24 نومبر	۔	بچہ	12 برس	غیرشادی شدہ	عبدالغفار	اہل علاقہ	وارڈ نمبر 19، گئوشالہ، چیچہ وطنی	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
26 نومبر	م	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	احسن	اہل علاقہ	موضع برخوردار، چنیوٹ	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
26 نومبر	م	بچی	3 برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	محلّہ رحمانیہ، ننکانہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
26 نومبر	آفتاب	بچہ	6 برس	غیرشادی شدہ	عارف حسین	اہل علاقہ	جڑاں والا	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
☆26 نومبر	خ	بچی	9 برس	غیرشادی شدہ	محمد گل	اہل علاقہ	ارٹ کلے، تخت بھائی، مردان	درج	گرفتار	روزنامہ آج
26 نومبر	پ	خاتون	۔	۔	اکمل	اہل علاقہ	ترنڈہ محمد پناہ، احمد پور شرقیہ	درج	۔	روزنامہ خبریں ملتان
27 نومبر	۔	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	مظفر گڑھ	درج	۔	ایکسپریس ٹریبیون
27 نومبر	۔	مرد	15 برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	مرزاپور، شکارپور	۔	گرفتار	ایکسپریس ٹریبیون
27 نومبر	م	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	عمار حقانی	اہل علاقہ	محلّہ خورشید آباد، مظفر گڑھ	درج	۔	روزنامہ جنگ ملتان
27 نومبر	ت ش	مرد	14 برس	غیرشادی شدہ	نیاز، ایون، ایاز، رضوان	اہل علاقہ	مدیجی، لاڑکانہ	درج	۔	روزنامہ کاوش
28 نومبر	۔	خاتون	۔	۔	حبیب اللہ شیخ	اہل علاقہ	پیر جو گوٹھ، خیرپور میرس	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
28 نومبر	س	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	عدنان، طارق	اہل علاقہ	کنگن پور، قصور	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
28 نومبر	نعمان	مرد	15 برس	غیرشادی شدہ	امجد، عثمان	اہل علاقہ	چکیاں والا چوک، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
28 نومبر	احتشام	بچہ	12 برس	غیرشادی شدہ	سلیم، محبوب، عابد	اہل علاقہ	کسووال	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
28 نومبر	ص	خاتون	۔	۔	اعجاز	اہل علاقہ	20 جیڈی، اوکاڑہ	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
30 نومبر	ک	خاتون	۔	۔	اشرف	اہل علاقہ	گرین ہوٹل، پتوکی	۔	۔	روزنامہ خبریں
30 نومبر	عثمان	بچہ	12 برس	غیرشادی شدہ	محسن شاہ، محمد جنید	اہل علاقہ	راجا جنگ، قصور	۔	۔	روزنامہ خبریں
30 نومبر	رضوان	بچہ	12 برس	غیرشادی شدہ	فرحان	اہل علاقہ	ٹینکی والی گراؤنڈ، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
30 نومبر	ز	مرد	۔	غیرشادی شدہ	حذیفہ، ساجد، شیر علی	اہل علاقہ	مسلم بن عقیل کالونی، ساہیوال	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
30 نومبر	م	بچی	7 برس	غیرشادی شدہ	حبیب الرحمان	استاد	قینچی امر سدھو، لاہور	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
30 نومبر	۔	مرد	14 برس	غیرشادی شدہ	فہد، رضوان	اہل علاقہ	بشارت پارک، اوکاڑہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
30 نومبر	اویس	بچہ	5 برس	غیرشادی شدہ	کرامت	اہل علاقہ	قصبہ گوپال پور، سیالکوٹ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
30 نومبر	شاہد	بچہ	11 برس	غیرشادی شدہ	ہاشم	اہل علاقہ	سیت پور	درج	۔	روزنامہ خبریں ملتان
2 دسمبر	ح س	بچہ	13 برس	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	لطیف آباد، یونٹ نمبر 10، حیدرآباد	درج	گرفتار	سندھ ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3دسمبر	م	خاتون	ـ	ـ	بوٹا،جمیل،زید،شاہد	اہل علاقہ	چک 101رب،کھڑیاں والا،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3دسمبر	ح	خاتون	ـ	ـ	اصغر	اہل علاقہ	بٹالہ کالونی،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3دسمبر	ر	خاتون	ـ	ـ	مکھن	اہل علاقہ	تاندلیاں والا،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3دسمبر	ط	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	عرفان	استاد	سیوال،سیالکوٹ	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3دسمبر	فرحان	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	عبیدالرحمان	اہل علاقہ	پٹروپی،سیالکوٹ	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3دسمبر	جمیل	بچہ	9برس	غیرشادی شدہ	علی رضا	اہل علاقہ	موضع گلی والا،جلال پور جٹاں	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
4دسمبر	ف	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	جمیل احمد	اہل علاقہ	چڑیوان،قصور	درج	ـ	روزنامہ خبریں
5دسمبر	ف ب	خاتون	ـ	شادی شدہ	فیصل	اہل علاقہ	موضع کوٹ سکھا،جھنگ	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
5دسمبر	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	چاڑاں والا،منڈی بہاؤالدین	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
5دسمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	عمران بٹ،سلیمان،احتشام	اہل علاقہ	پاہڑیاں والی	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6دسمبر	زہرا	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	ـ	رشتے دار	مظفرآباد	درج	ـ	پاکستان ٹائمز
7دسمبر	س	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ظفر	اہل علاقہ	کلہوڑا اسٹیشن،نوشہروفیروز	ـ	ـ	روزنامہ کاوش
7دسمبر	سمیرا	بچی	13برس	غیرشادی شدہ	چودھری علی،شاہد،شہزاد	اہل علاقہ	رحیم یارخان	درج	گرفتار	v نوائے وقت
8دسمبر	م	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	سرائے چھینا،قصور	درج	ـ	روزنامہ خبریں
8دسمبر	ع ب	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	جمیل احمد رند	اہل علاقہ	گوٹھ نبی بخش رند،اوباڑو،گھوٹکی	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
8دسمبر	م ب	خاتون	ـ	ـ	مقبول احمد،شان	اہل علاقہ	چک 227رب،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	عمر	بچہ	12برس	غیرشادی شدہ	سیفی،ساتھی	اہل علاقہ	اکبرٹاؤن،منصورآباد،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	ص	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	احمد حسن	اہل علاقہ	ہوتاروڈ،پاک پتن	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	فہد	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	چاند	اہل علاقہ	چک 358ج ب،گوجرہ	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8دسمبر	ع ب	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	جمیل احمد رند	اہل علاقہ	گوٹھ نبی بخش رند،اوباڑو،گھوٹکی	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
9دسمبر	ڈ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ظفر بزدار،مجبوب،ساتھی	اہل علاقہ	گوٹھ وارث بزدار،کھپرو،سانگھڑ	ـ	ـ	روزنامہ عوامی آواز
9دسمبر	ب	خاتون	ـ	شادی شدہ	روشن دین	اہل علاقہ	چک 42ڈی بی،یزمان	درج	گرفتار	خواجہ اسداللہ
9دسمبر	س	خاتون	ـ	شادی شدہ	نیاز	سوتیلا بیٹا	سالح پٹ،سکھر	ـ	ـ	روزنامہ عوامی آواز
10دسمبر	م	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	بلال،صفدر	رشتہ دار	نزداڈا کھنڑی بنگلا،یزمان	درج	ـ	خواجہ اسداللہ
12دسمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	آصف	اہل علاقہ	ریاض آباد،بورے والا	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
12دسمبر	ـ	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	لاہور	ـ	گرفتار	روزنامہ نئی بات
12دسمبر	واجد علی	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	قصبہ ڈیرہ شاہ محمد،نواں کوٹ	درج	گرفتار	روزنامہ نئی بات
12دسمبر	الف	خاتون	15برس	غیرشادی شدہ	جاوید،مزمل	اہل علاقہ	570گ ب،کنڈیاں والا،فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ خبریں
12دسمبر	سلمان	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	بشیر،ساتھی	اہل علاقہ	266رب،فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
14دسمبر	ص س	خاتون	-	-	محمد اقبال	اہل علاقہ	گاؤں کوٹ شیر سنگھ، کوٹ رادھا کشن	درج	-	روزنامہ خبریں
14دسمبر	-	بچی	10برس	غیر شادی شدہ	اختر، بلال	اہل علاقہ	تھانہ دیراوڑ، یزمان، بہاول پور	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
14دسمبر	-	بچی	10برس	غیر شادی شدہ	امجد	اہل علاقہ	تھانہ دیراوڑ، یزمان، بہاول پور	-	-	روزنامہ ایکسپریس
14دسمبر	-	خاتون	-	-	نثار، نادر، ابراہیم	اہل علاقہ	نتھو کوٹ، چھانگا مانگا	-	گرفتار	روزنامہ ایکسپریس
15دسمبر	الف	مرد	15برس	غیر شادی شدہ	شاہد ماچھی	اہل علاقہ	گوٹھ جام خان لغاری، ٹنڈو الہیار	-	گرفتار	روزنامہ کاوش
16دسمبر	بابر علی	بچہ	13برس	غیر شادی شدہ	عارف	اہل علاقہ	علی پور	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
16دسمبر	-	بچی	7برس	غیر شادی شدہ	-	معلم	گاؤں آدھا، موترا، سیالکوٹ	درج	-	روزنامہ ڈان
16دسمبر	ر	خاتون	20برس	غیر شادی شدہ	نعیم	اہل علاقہ	ٹھٹھہ لاہوے، شرقپور	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
16دسمبر	ش ب	خاتون	-	-	عابد	اہل علاقہ	موضع کوٹ بہادر، جھنگ	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
17دسمبر	ش	بچی	9برس	غیر شادی شدہ	جاوید	اہل علاقہ	اتفاق اڈہ، جمبر	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
18دسمبر	ع	مرد	-	-	شبیر احمد جمالی	اہل علاقہ	گوٹھ محمد پناہ کھوسو، ٹھل، جیکب آباد	درج	-	روزنامہ کاوش
19دسمبر	ع م	خاتون	22برس	غیر شادی شدہ	ضمیر، زبیر، امداد	اہل علاقہ	گوٹھ گھوگھی، خیر پور	درج	-	روزنامہ کاوش
19دسمبر	م	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	رئیس احمد	اہل علاقہ	نبی بخش ٹاؤن، سکھر	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
19دسمبر	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	پیر جو گوٹھ، خیر پور میرس	درج	-	روزنامہ کاوش
19دسمبر	ر	خاتون	-	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	روہڑی، سکھر	درج	-	روزنامہ کاوش
19دسمبر	سہیل	بچہ	10برس	غیر شادی شدہ	ایوب، رفیق	اہل علاقہ	آفیسر کالونی، یزمان، بہاول پور	درج	-	شیخ مقبول حسین
19دسمبر	صاحبہ	بچی	5برس	غیر شادی شدہ	عباس	اہل علاقہ	شاداب کالونی، چشتیاں	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں ملتان
19دسمبر	-	بچی	3برس	غیر شادی شدہ	محمد عباس	اہل علاقہ	نور پورہ، بہاول پور	درج	گرفتار	روزنامہ نیوز
20دسمبر	قیصر عباس	مرد	-	غیر شادی شدہ	رفیق احمد	اہل علاقہ	موضع چھپری، ترنڈہ محمد پناہ	درج	-	روزنامہ خبریں ملتان
20دسمبر	علی رضا	بچہ	-	غیر شادی شدہ	اویس	اہل علاقہ	چک 171 ر ب، ماناں والا، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
20دسمبر	ابرار	بچہ	-	غیر شادی شدہ	یاسین	اہل علاقہ	گاؤں گاہندراں، شاہ کوٹ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
20دسمبر	الف	خاتون	-	-	نثار، نامد علی	اہل علاقہ	چک 17، قصور	-	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
20دسمبر	گ ب	بچی	8برس	غیر شادی شدہ	مجاہد	اہل علاقہ	موضع کوٹ خیرا، جھنگ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
20دسمبر	م	خاتون	-	-	ندیم	اہل علاقہ	چک 502 گ ب، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
20دسمبر	الف	خاتون	18برس	شادی شدہ	فخر حیات، عمران	اہل علاقہ	قصبہ ٹھٹھہ بیگ، اوکاڑہ	-	-	روزنامہ نوائے وقت
21دسمبر	-	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	یوسف	اہل علاقہ	واپڈا ٹاؤن، گجراں والا	-	-	روزنامہ نیوز
21دسمبر	-	خاتون	-	-	سرور، ساتھی	اہل علاقہ	کے بلاک، عارف والا	درج	-	روزنامہ نیوز
24دسمبر	ر	خاتون	40برس	شادی شدہ	-	اہل علاقہ	چشتیاں، بہاول پور	-	-	روزنامہ نوائے وقت

میکارتھی ازم کے سائے

آئی۔اے۔رحمٰن

ان دنوں پاکستان میں عوامی سطح پر چلنے والی بحث کے دو ہی موضوعات ہیں یعنی احمقانہ جرأت اور بغض وعناد اور خطرہ یہ ہے کہ یہ دونوں موضوعات کہیں ایذا رسانی اور عقوبت کی شکل نہ اختیار کر لیں اور اگر ایسا ہوا تو پھر اس کا شکار وہ لوگ ہی ہوں گے جن کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ تمام بااختیار اداروں کے مخالف حلقوں میں کھڑے ہیں۔ ہم حال ہی میں ایک ایسے دور سے گزرے ہیں جس میں وزیر اعظم نواز شریف محض اس وجہ سے عوامی طعن وتشنیع کا شکار ہوئے کہ وہ بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی کے دوست ہیں۔ پراپیگنڈہ کے ماہرین، سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہی نے یہی تاثر راسخ کرنے کی کوشش کی کہ بلوچستان میں ہونے والی شورش میں مودی کا ہی ہاتھ تھا؛ چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے بارے میں سوال کرنے والوں پر مودی کے دلال کا لیبل لگایا گیا۔ مودی کے خلاف یہاں تک کہا گیا کہ پاکستان بھر میں پیدا ہونے والے سموگ (دھوئیں اور دھند کا امتزاج) جس کے باعث ملک بھر میں کاروبارِ حیات بڑی حد تک معطل ہو کر رہ گیا تھا، کا ذمہ دار بھی نریندر مودی تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مودی کو کراچی میں پھیلے ہوئے کچرے، نندی پور منصوبے کے سکینڈل اور کپاس کی فصل کو ہونے والے نقصان کا ذمہ دار کب ٹھہرایا جاتا ہے۔

اگرچہ بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے خود ہی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا عندیہ دیا ہے لیکن ہماری طرف سے جو ردّعمل سامنے آیا ہے، اس میں ہمارے مفادات کو تحفظ دینے میں نااہلی کا واضح اظہار دکھائی دیتا ہے۔ ایسا تو سرد جنگ کے حریفوں نے ایک دوسرے کے مخبروں اور جاسوسوں کو پکڑنے پر بھی نہیں کیا تھا۔ بہرحال پانامہ پیپرز کے مسئلہ کے اُبھار نے ذرائع ابلاغ کی توجہ مودی کی طرف سے ہٹانے میں بہت مدد کی۔ اس حوالے سے عدالت میں پاکستان تحریک انصاف کے وکیل کی کارکردگی پر ایسا اثر پڑا کہ وکیل کے لیے پی ٹی آئی کا مؤقف ناقابل دفاع بن کر رہ گیا۔ سماعتوں کے دوران جج حضرات جو مشاہدے کرتے ہیں ان کا مقصد سچ کی کھوج لگانا ہوتا ہے۔ جج حضرات کے مشاہدات کسی بھی معاملے پر ججوں کے فیصلے نہیں ہوتے۔ عدالت میں پیش آنے والے ہر واقعے کو اگر خبر بنا دیا جائے تو اس سے قانون کا وقار اور قانون کی عظمت متاثر ہوتی ہے۔ ذرائع ابلاغ نے پی ٹی آئی کے وکیل حامد خان کے طریق کار پر جو تنقید کی، اس پر حامد خان صاحب کا ردّعمل شاید کچھ زیادہ ہی تلخ تھا لیکن اس پر ان کا رنج و ملال جائز تھا۔ ان کی موجودگی میں کئی دوسرے وکیلوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک روا رکھا جاتا رہا ہے۔

اسی دوران ایک اور میڈیا ٹرائل شروع ہو گیا جس کا تعلق ایک رپورٹ سے تھا جس کو پہلے انکشاف کا نام دیا گیا لیکن بعد میں جعلی اور من گھڑت قرار دے کر اس کی ملامت کی گئی۔ اس معاملے میں ابلاغ عامہ سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد مدعی بن گئے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ لوگ اپنے خلاف آنے والی شکایات کے بارے میں فیصلے کرنے کی اپنی اس آزادی کا خاتمہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں جو انہوں نے بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں ایوب خان سے طویل قانونی جنگ کے بعد جیتی تھی جس کے نتیجے میں میڈیا کے افراد کے خلاف کارروائیاں روک دی گئی تھیں۔ آخرکار حکومت نے میڈیا کے اپنی الگ عدالت کے قیام کے مطالبے کو تسلیم کر لیا اور ایک طویل تکرار کے بعد پریس کونسل قائم کی گئی۔ یہ اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنے کی بدترین مثال ہے۔

جو شہری اپنی بنیادی آزادیوں اور قانون کی حکمرانی میں یقین رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ دلیل کی آوازوں کو خاموش کرنے والی نفرت انگیز کارروائیوں کے خلاف خود کو منظّم کریں کیوں کہ ایسی کارروائیاں میکارتھی ازم کے جراثیم پھیلاتی ہیں۔ فیصلہ سازوں، سیاستدانوں، منتظمین اور عام لوگوں کو سیاسی عتاب کی مہم کے اس دور کو یاد کرانا مناسب ہو گا جو میکارتھی ازم کے نام سے موسوم تھا اور اس میکارتھی ازم کے باعث امریکی سماج کے ساتھ کیا ہوا۔ بیسویں صدی کی پانچویں دہائی میں جوزف میکارتھی نامی ری پبلکن سینیٹر نے امریکہ میں کمیونسٹ خطرے کا ہوّا کھڑا کر کے اپنے تصورات کا اظہار کیا۔ اس نے ایک مہم چلائی جس کا مقصد امریکہ کے محکمہ خارجہ، دوسرے سرکاری اداروں اور ہالی ووڈ کو کمیونسٹوں سے پاک کرانا تھا۔ اس کے باعث ہزاروں امریکی بے روزگار ہو گئے اور بہت بڑی آبادی کو انتہائی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کسی کو حتیٰ کہ امریکی صدر آئزن ہاور کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ میکارتھی کی مذمت کرتا۔ میکارتھی کی خطرناک طاقت اس وقت تباہ ہوئی جب اس نے فوج کو اپنا نشانہ بنایا جس کے پاس اتنے ذرائع اور وسائل تھے کہ وہ جوابی حملہ کر کے میکارتھی کو ننگا کر سکے۔

آخرکار امریکی سینیٹ کو میکارتھی کی مذمت کرنا ہی پڑی لیکن یہ مذمت اس وقت کی گئی جب پورا امریکی معاشرہ سیاسی عتاب کی اس مہم کا شکار ہو چکا تھا۔ اس حوالے سے جو لوگ متاثر ہوئے ان میں ہالی وڈ کی نامور شخصیات جیسے کہ چارلی چپلن، آرتھر ملر اور ڈیلٹن ٹرمبو شامل ہیں۔ مؤخرالذکر کو تو فلم دی بریو ون کا سکرین پلے لکھنے پر آسکر ایوارڈ بھی مل چکا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آرتھر ملر نے اس فلم کا سکرین پلے ایک فرضی نام سے لکھا تھا اس لیے کہ انہیں اس وقت تک ناپسندیدہ افراد کی فہرست (بلیک لسٹ) میں شامل کیا جا چکا تھا۔ اس جنون کے باعث بہت سی مضحکہ خیز زیادتیاں ہوئیں۔ مثال کے طور پر بعض تعلیمی اداروں میں رابن ہڈ کی کہانی پر پابندی لگا دی گئی اس لیے کہ امیروں پر ڈاکہ ڈال کر غریبوں کی حمایت کرنے کے عمل کو کمیونزم سمجھا گیا۔ میکارتھی ازم کو جو بات قابل ملامت بناتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے تباہ کن اثرات ان لوگوں تک محدود نہیں رہتے جو اس کا براہ راست شکار بنتے ہیں۔ شک و شبہ کی فضا، نفرت اور عدم برداشت (جو کوئی بھی تخریب کار پیدا کر سکتا ہے) نہ صرف اختلافِ رائے کا گلا گھونٹ دیتی ہے بلکہ آزادانہ سوچ کو بھی پنپنے نہیں دیتی۔ عام آدمی دوسرے افراد کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے خوفزدہ رہنے لگتا ہے۔ معاشرہ سودمند انجمنوں، اجتماعات اور اجتماعی کوششوں کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک طرح سے نسلی شناخت یا سیاسی عقائد کی بنا پر افراد پر ڈھائے جانے والے مظالم سے معاشرہ احساسِ مروّت سے اس قدر عاری ہو جاتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں معاشرہ خود اپنے آپ کو ہی تباہ کر لیتا ہے۔ نازیوں نے اپنی سلطنت کی بنیادیں یہودیوں اور کمیونسٹوں کی تباہی پر رکھیں۔ اس سے جرمن عوام کے ساتھ ساتھ پوری انسانیت کو ہولناک اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

میکارتھی ازم کا سب سے بھیانک پہلو قابلِ اعتراض قوانین، ضابطے اور نام نہاد تخریب کاری کے خلاف لڑنے کے لیے اختیار کی گئی پالیسیوں کی سماجی سطح پر قبولیت ہے۔ جنوبی افریقہ کے نسل پرست حکمرانوں کے ہاتھوں میں جو سب سے بڑا ہتھیار تھا، جسے وہ استعمال کرنے میں ذرّہ بھر گریز نہیں کرتے تھے، وہ تھا کمیونسٹ سرگرمیوں سے متعلق ایکٹ (کمیونسٹ ایکٹیویٹیز ایکٹ) کے خلاف خفیہ اقدام کرنا جس کو سیاسی کارکنوں، لکھاریوں، صحافیوں اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے متحرک افراد کے خلاف بے دریغ استعمال کیا جاتا تھا۔ اس وقت پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تمام باضمیر شہریوں کے لیے تشویش کا باعث ہونا چاہیے۔ ریاست کو ہونے والی ناکامیوں اور گھپلوں پر پردہ ڈالنے کے لیے قربانی کے بکرے تلاش کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کو چُن چُن کر نشانہ بنانا، سول سوسائٹی کی تنظیموں کے خلاف پولیس گردی، حراستی مراکز اور ایکشنز (اِن ایڈ آف سول پاور) ریگولیشن کے تحت زیرحراست رکھے جانے والے افراد کے علاوہ جبراً گمشدگیوں کو دانستہ طور پر نظرانداز کرنے اور متوازی عدالتوں کے قیام کے ذریعے عدلیہ کا جُھکنا میکارتھی ازم کی طرف جھکاؤ کی علامات ہیں۔ پاکستان کے عوام کے بہترین مفاد کا تقاضہ ہے کہ خودکشی کے اس رجحان کو فوری طور پر روکا جائے۔

تتمہ:

ہانگ کانگ میں موجود ایشین ہیومن رائٹس کمیشن نے صدر پاکستان کو ان دو افراد کو پھانسی دیے جانے کے بارے میں ایک خط بھیجا ہے جنہیں بعد ازاں عدالتِ عظمٰی نے رہا کر دیا تھا۔ صدارتی سیکرٹریٹ (پبلک) کے ڈائریکٹر جنرل (سی-II) نے وہ خط ''مناسب کارروائی'' کے لیے سیکرٹری قانون وانصاف 'حکومت پاکستان' کو بھیج دیا۔ اگلے روز مؤخرالذکر کے سینئر پرائیویٹ سیکرٹری نے معمول کے مطابق وہ خط ''لاً I -'' کو بھجوا دیا۔ اس سے اگلے ہی روز لاً۔ ون کے سیکشن افسر نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو لکھا (حالانکہ اس کمیشن کا تذکرہ کہیں بھی نہیں کیا گیا تھا) ''ایشین ہیومن رائٹس کمیشن کے حوالے کا تعلق پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق سے ہے۔ اس لیے یہ خط پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو بھیجا جا رہا ہے تاکہ وہ اس پر ضروری اقدام کرے۔'' اس مراسلے پر مشیر (سی) کے بھی دستخط ثبت ہیں۔ سرکاری دفاتر میں جس رفتار سے معاملات کو نپٹایا جاتا ہے اور جس رفتار سے اہم ترین کاغذات ایک افسر کی میز سے دوسرے افسر کی میز تک پہنچتے ہیں، اس پر صرف حیرت اور تعجب کا اظہار ہی کیا جا سکتا ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ۔ بشکریہ ڈان)

’ریاستی اداروں کا طریقہ کار عدم تحفظ کا باعث‘

---- پاکستان، افغانستان اور انڈیا میں خواتین کے حقوق کے لیے سرگرم اور علاقائی امن پر نظر رکھنے والی بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کے نیٹ ورک ویمن ریجنل نیٹ ورک (ڈبلیو آر این) نے پاکستان کے جنگ زدہ علاقے سوات اور صوبہ بلوچستان سے متعلق اپنی ایک حالیہ رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ ان علاقوں میں عورتوں کو ریاستی اداروں اور کالعدم تنظیموں، دونوں کی جانب سے کئی قسم کی مشکلات کا سامنا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ان علاقوں میں ریاستی اداروں کا طریقہ کار لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کی بجائے ان میں عدم تحفظ کا باعث بن رہا ہے۔ پاکستان کی دو محققین ڈاکٹر صبا گل خٹک اور ڈاکٹر نازش بروہی کی طرف سے مرتب کردہ اس رپورٹ میں تقریباً پچاس کے قریب خواتین کے مفصل انٹرویوز کئے گئے ہیں جس کی بنیاد پر رپورٹ تیار کی گئی ہے۔ رپورٹ میں سوات اور بلوچستان کے جنگ زدہ علاقوں میں فوج کی طاقت، کرپشن اور انصاف فراہم کرنے کے اداروں تک رسائی کے موضوعات پر خواتین کی رائے لی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سوات میں فوج سے متعلق خواتین کی رائے میں تبدیلی آئی ہے۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ شاید فوج ہی تمام مسائل حل کر سکتی ہے لیکن اب وہ سمجھتی ہیں کہ علاقے میں حقیقی امن فوج کے انخلاء سے ہی ممکن ہے۔ سوات میں فوج خواتین کو ریلیف پہنچانے کے لیے کام کر رہی ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ وہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے ہیں۔ رپورٹ کا دعویٰ ہے کہ سوات میں خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے جس میں حکومتی اداروں اور شدت پسند تنظیموں کے افراد ملوث رہے ہیں۔ رپورٹ میں فوج اور طالبان کے مابین تعلق کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے ہیں اور اگرچہ حقیقت میں بعض معاملات میں ان دنوں کے درمیان تصادم بھی ہوا ہے۔

رپورٹ کے مطابق بلوچستان میں سول حکومت کو سکیورٹی اداروں پر کنٹرول حاصل نہیں جس سے وہاں غیر یقینی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ رپورٹ کا کہنا ہے کہ بلوچ خواتین کو سکیورٹی فورسز کی طرف سے دباؤ کا سامنا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ دیہی علاقوں میں رہنے والے غیر تعلیم یافتہ خواتین کا خیال ہے کہ غربت کی وجہ سے لڑائی پیدا ہوتی ہے جبکہ شہری خواتین کا خیال ہے کہ جنگ کی وجہ سے غربت پیدا ہوتی ہے۔ رپورٹ میں رائے دینے والی خواتین کا کہنا ہے کہ بلوچستان کو نظر انداز کرنے یا اسے حقوق سے محروم کرنے سے زیادہ ان کے لیے بڑا مسئلہ جبری گمشدگیاں اور اس طرح کے دیگر افواہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ’ایف سی کا کام لوگوں کو تحفظ فراہم کرنا ہے لیکن وہ خفیہ اداروں کے کہنے پر لوگوں کو غائب کر رہی ہے یا جس دن ہزارہ کمیونٹی پر حملہ ہوتا ہے اس دن وہ نہیں ہوتے۔ یہ نیم فوجی دستے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے لوگوں کے مخالف ادارے ہیں اور انہیں تشدد کا نشانہ بھی بنا رہے ہیں۔ ایسے میں وہاں ایک سیاسی حکومت صرف ایک نیا دکھاوا ہوگا۔ سوات میں سکیورٹی کے موضوع سے متعلق مختلف خواتین نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ سکیورٹی فورسز اور طالبان کے درمیان میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ ان کے مطابق امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لیے فوج کی موجودگی ضروری ہے لیکن ان کی تعیناتی سے علاقے میں عدم تحفظ بھی بڑھ رہا ہے جبکہ اس سے بچوں اور بوڑھوں کے ذہنوں پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔ سکیورٹی کی موضوع پر بلوچستان کی ایک خاتون نے اپنی رائے کا اظہار کچھ یوں کیا ہے۔ ’شک دور کرنے کے لیے میں گھر سے باہر نکلتے ہوئے نہ صرف برقعہ پہنتی ہوں بلکہ گرمیوں میں بھی میں کوئٹہ شہر میں پاؤں اور ہاتھوں کو ڈھانپنے کے لیے جرابیں اور گلوز پہنتی ہوں۔ اس کے علاوہ میں سینڈل نہیں بلکہ بوٹس پہنتی ہوں تاکہ میرے بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوں۔ اس طریقے سے میں لوگوں کو بتا سکتی ہوں کہ میں پڑھنے جاتی ہوں کسی سے دوستی کرنے یا اچھا لگنے کے لیے نہیں جاتی۔ لوگ جب روزانہ اس طرح دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ شاید یہ لڑکی واقعی کچھ پڑھنا چاہتی ہیں کیونکہ اتنی سخت گرمی میں بھی یہ اس طرح کرتی ہیں۔‘ رپورٹ میں جنگ زدہ علاقوں میں حالات کی بہتری کے لیے مختلف تجاویز بھی دی گئی ہیں جس کے مطابق ملک کو اسلحے کی بھرمار اور سکیورٹی اداروں کو سیاست کی بھینٹ چھڑنے سے آزاد کرانا ہوگا۔ رپورٹ میں زور دیا گیا ہے کہ دینی مدارس اور مساجد کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ نفرت کی بنیاد پر ہونے والے پروپیگنڈے کو روکا جاسکے۔ تجاویز کے مطابق خواتین کو ملکی، قومی اور بین الاقوامی فورمز کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ ان کی حقوق کی تحفظ کے لیے اقدامات کیے جاسکیں۔ خیال رہے کہ ویمن ریجنل نیٹ روک یا ڈبلیو آر این پاکستان، افغانستان اور انڈیا میں مختلف سول سوسائٹی کی تنظیموں سے تعلق رکھنے والی خواتین کا ایک نیٹ ورک ہے جو 2011 میں قائم ہوا۔ اس تنظیم کا مقصد ان تین ممالک میں خواتین کی حقوق کے لیے کام کرنا اور ان ممالک میں امن و آشتی کی فضا کو فروغ دینا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

سکول کے باہر نصب بم پھٹنے سے بچی جاں بحق

پشاور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے فاٹا کی شمالی وزیرستان ایجنسی میں گرلز اسکول کے گیٹ کے قریب بارودی مواد پھٹنے سے ایک بچی جاں بحق جبکہ 3 زخمی ہوگئیں۔ سکیورٹی ذرائع کے مطابق دھما کا خیز مواد شمالی وزیرستان کی تحصیل اسپن وام میں ابا خیل گرلز اسکول کے گیٹ کے باہر نصب کیا گیا تھا۔ ذرائع کے مطابق 12 ربیع الاول کے موقع پر عام تعطیل کی وجہ سے اسکول بند تھا، تاہم بچیاں وہاں کھیلنے جارہی تھیں کہ اچانک گیٹ کے باہر نصب بم پھٹ گیا۔ دھماکے کے نتیجے میں ایک بچی جاں بحق جبکہ 3 زخمی ہوگئیں، جنھیں طبی امداد کے لیے مقامی ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ گزشتہ کے آخر میں بھی شدت پسندوں نے مہمند ایجنسی میں ایک سرکاری اسکول کو بارودی مواد سے اڑا دیا تھا۔ یاد رہے کہ فاٹا میں سب سے زیادہ اسکول مہمند ایجنسی میں تباہ کیے گئے، جن کی تعداد 127 ہے اور جس میں سب سے زیادہ 64 اسکول تحصیل صافی میں تباہ ہوئے۔ شدت پسند عناصر نے کئی سال پہلے مہمند ایجنسی کے واحد ڈگری کالج کو بھی تباہ کر دیا تھا جس کے بعد آج تک وہاں تدریسی عمل شروع نہیں ہوسکا۔ یاد رہے کہ حکومت اور کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے درمیان امن مذاکرات کی ناکامی اور کراچی ایئرپورٹ پر حملے کے بعد پاک فوج نے جون 2014 میں شمالی وزیرستان میں آپریشن ضرب عضب شروع کیا تھا۔ شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی کو دہشت گردوں سے خالی کروانے کے بعد سکیورٹی فورسز نے آپریشن کا دائرہ کار شمالی وزیرستان کے دور دراز علاقوں تک بڑھا دیا۔ بعد ازاں خیبر ایجنسی اور ملحقہ علاقوں میں آپریشن ’خیبر ون‘ اور ’خیبر ٹو‘ کے تحت سکیورٹی فورسز نے اپنی کارروائیوں کا آغاز کیا، جن کا اب اختتام ہو چکا ہے۔ 16 دسمبر 2014 کو پشاور کے آرمی پبلک اسکول پر حملے کے بعد اس آپریشن میں تیزی لائی گئی، رواں برس جون میں آئی ایس پی آر کی جانب سے جاری کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق آپریشن ضرب عضب کے دوران 3500 سے زائد دہشت گرد ہلاک جبکہ 490 اہلکار بھی جاں بحق ہوئے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان اردو)

عورتیں

خاتون جاں بحق

لکی مروت لکی مروت کے نواحی علاقے طورتلہ منجی والا میں ایک خاتون نامعلوم افراد کی فائرنگ سے جاں بحق ہوگئی۔ مسماۃ زورجانہ اپنے بیٹے نوراسلم کے ہمراہ گزشتہ شب گھر سے باہر نکلی کہ نامعلوم افراد کی فائرنگ کی زد میں آکر موقع پر دم توڑ گئی۔ واقعہ یکم دسمبر کو پیش آیا تھا۔

(محمد ظاہر شاہ)

خاتون بیٹے سمیت قتل

نوشہرہ پیر پیائی بیلہ کورونہ میں میکے میں بیٹھی ناراض خاتون کو چار سالہ بیٹے سمیت فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ 3 دسمبر 2016 کو اضاخیل پولیس کے اے ایس آئی آصف مومن کو اطلاع ملی کہ بیلہ کورونہ پیر پیائی جنگل میں ایک خاتون اور بچے کی لاشیں پڑی ہیں۔ پولیس نے موقع پر پہنچ کر لاشوں کو پوسٹ مارٹم کیلئے نوشہرہ ہسپتال منتقل کر دیا جہاں مشتعل عوام نے جی ٹی روڈ بند کر دیا۔ لواحقین کے مطابق ایک روز قبل نامعلوم افراد گھر سے خاتون اور بچے کو اغواء کر کے لے گئے تھے۔ گزشتہ روز ان کی گولیوں سے چھلنی لاشیں جنگل سے پولیس نے برآمد کیں۔ پولیس کے مطابق مقتولہ دو سال سے شوہر نے ناراضگی کی بناء پر میکے بیٹھی ہوئی تھی اور خاوند کے ساتھ تنسیخ نکاح کا کیس چل رہا تھا۔ اضاخیل پولیس نے مقتولہ کے بھائی شیر باز کو گرفتار کر لیا جس پر علاقہ عوام مشتعل ہوگئے اور لاشیں جی ٹی روڈ پر رکھ کر جی ٹی روڈ بلاک کر دی۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا پرویز خٹک کی گاڑی بھی ٹریفک میں پھنس گئی۔ واقعے کی معلومات کیلئے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک تھانہ اضاخیل پہنچ گئے اور کیس کے حوالے سے تفصیلات دریافت کیں اور پولیس کو فوری طور پر شیر باز کو رہا کرنے اور شفاف اور غیر جانبدار تفتیش کے احکامات جاری کیے۔ مشتعل مظاہرین نے مقتولین کا جنازہ جی ٹی روڈ پر ادا کیا۔ وزیر اعلیٰ پرویز خٹک کی یقین دہانی پر مظاہرین منتشر ہوگئے اور جی ٹی روڈ کو کھول دیا۔

(روزنامہ آج)

سوتیلی ماں کو قتل کردیا

مالاکنڈ مالاکنڈ کے گاؤں درگئی میں بیٹے نے سوتیلی ماں کو تشدد کر کے قتل کر دیا۔ لیویز ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ شب مالاکنڈ ایجنسی کے گاؤں درگئی میں مبینہ ملزم صابر خان ولد آدم خان نے اپنی سوتیلی ماں کو تشدد کر کے قتل کر دیا اور جائے وقوعہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ مالاکنڈ لیویز پوسٹ تھانہ درگئی کے پوسٹ کمانڈر صوبیدار عبدالوہاب نے ملزم کو گرفتار کرنے کیلئے گھیرا تنگ کر دیا اور مذکورہ ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ مشرق)

خاتون کو گولی ماردی گئی

پشاور تہکال کے علاقہ پلوسئی میں گھریلو ناچاقی کی بنا پر قریبی رشتہ داروں نے گھر میں گھس کر خاتون کو گولی مار کر شدید زخمی کر دیا۔ گزشتہ روز 2 دسمبر 2016 کو مسماۃ تصویریت دختر خانزادہ نے پولیس کو بتایا کہ وہ گھر میں موجود تھی کہ اس دوران ملزمان بلال، تلاوت شاہ پسران گل مست جو کہ اس کے رشتہ دار ہیں اس کے گھر میں گھس آئے اور فائرنگ کر کے اسے شدید زخمی کر دیا۔ مدعیہ کے مطابق ان کی ملزمان کے ساتھ گھریلو ناچاقی چلی آرہی تھی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ (روزنامہ آج)

لڑکی کو قتل کردیا گیا

پشاور پشاور کے نواحی علاقہ ارمڑ میں اندھے قتل کی واردات کے دوران نامعلوم مسلح افراد نے گھر میں گھس کر فائرنگ کر کے جوانسال لڑکی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ 29 نومبر 2016 کو تھانہ ارمڑ میانہ کے رہائشی ایوب خان نے پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ گزشتہ روز اس کی بیٹی مسماۃ سیما گھر میں موجود تھی کہ اس دوران نامعلوم مسلح افراد نے گھر میں گھس کر فائرنگ کر دی جس سے اس کی بیٹی موقع پر دم توڑ گئی۔ پولیس نے واقعے کی رپورٹ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔ (روزنامہ ایکسپریس)

غیرت کے نام پر قتل یا خودکشیاں؟

فاٹا 'پاکستان میں مالاکنڈ ڈویژن اور بالخصوص وادی سوات میں نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کو خودکشیوں کا رنگ دینے کے باعث یہ معاملہ مزید پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے جسے فوری طور پر قابو کرنے کی ضرورت ہے جبکہ اس کو روکنے میں پولیس سب سے اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔' ان خیالات کا اظہار سوات یونیورسٹی میں بی بی سی اردو کی خصوصی سیریز 'قتل و غیرت' کے سلسلے میں منعقدہ ایک مباحثے میں کیا گیا۔ 'خودکشی یا قتل، کیا سوات میں خودکشی کی آڑ میں خواتین کو قتل کیا جا رہا ہے؟' اس موضوع پر منعقدہ اس مباحثے میں سوات یونیورسٹی کے وائس چانسلر سمیت یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام کی میزبانی بی بی سی کی سینیئر پروڈیوسر عنبر خیری نے کی۔ مباحثے میں مہمان کی حیثیت سے شریک عورت فاؤنڈیشن پشاور کی اعلیٰ اہلکار صائمہ منیر نے کہا کہ گزشتہ تین برسوں میں ملاکنڈ ڈویژن کے سات اضلاع میں نام نہاد غیرت کے نام پر خواتین کو قتل کرنے کے واقعات میں کمی ضرور ہوئی ہے لیکن دوسری طرف عورتوں کی خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انھوں نے پچھلے تین برس کے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ سنہ 2013 میں 17 خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا لیکن اسی سال 71 خواتین کے خودکشیوں کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے۔ اسی طرح سنہ 2014 اور سنہ 2015 میں 118 خواتین کو غیرت کے معاملے پر مارا گیا لیکن دوسری طرف ان دو برسوں میں 207 خواتین کو خودکشیوں کے نام پر دفن کیا گیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کم نہیں ہوئے بلکہ اس نے ایک نیا اور خطرناک رخ اختیار کیا ہے اور ایسے واقعات میں پولیس تفتیش بھی نہیں کرتی جس سے باآسانی سارا معاملہ دفن ہو جاتا ہے۔ صائمہ منیر کا کہنا تھا کہ جب تک پولیس اس معاملے میں خصوصی دلچسپی نہیں لیتی اور موثر تفتیشی نظام نہیں بنایا جاتا، اس وقت تک اس قسم کے واقعات کا روکنا ناممکن نظر آتا ہے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے حکومتی نمائندے اور خیبر پختونخوا اسمبلی کے رکن شوکت علی یوسفزئی نے تسلیم کیا کہ عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کرنا ایک نہایت سنگین معاملہ ہے جسے روکنے کے لیے فوری اقدامات کی ضرورت ہے۔ تاہم انھوں نے کہا کہ پہلے پولیس ایسے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتی تھی لیکن جب سے صوبے میں نیا پولیس آرڈیننس نافذ کیا گیا ہے اس کے بعد سے حالات بہتر ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ نئے پولیس ایکٹ میں ایسے جرائم کے لیے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہے لہٰذا اب یہ عوام اور متاثرہ افراد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ آگے آئیں اور ان جرائم کی رپورٹ درج کروائیں۔ انھوں نے کہا کہ تحریک انصاف کی حکومت میں خواتین کے خلاف ایسا کوئی امتیازی قانون پاس نہیں کیا گیا بلکہ خواتین کے حقوق ہمیشہ سے ان کی ترجیح رہی ہے۔

(بشکریہ بی بی اردو)

خاتون کی پھندا لگی لاش برآمد

حیدرآباد 21 نومبر کو لطیف آباد نمبر 11 کے گھر سے چوبیس سالہ خاتون کی پھندا لگی لاش ملی جسے پولیس نے تحویل میں لے کر اس کے شوہر کو گرفتار کرلیا۔ لواحقین نے شوہر پر قتل کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق تھانہ اے سیکشن کی حد لطیف آباد یونٹ نمبر گیارہ میں چوبیس سالہ عائشہ باقر زوجہ فیضان فاروقی پراسرار طور پر ہلاک ہوگئی جس کی پھندا لگی لاش پولیس نے ہسپتال حیدرآباد منتقل کردی۔ لواحقین کی جانب سے عائشہ کے قتل کا شبہ ظاہر کئے جانے پر پولیس نے فیضان فاروقی کو حراست میں لے لیا۔ اہل خانہ کے مطابق عائشہ ٹیچر تھی جس کی چار سال قبل فیضان کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی جبکہ دونوں میاں بیوی کے مابین تلخیاں بھی رہتی تھیں۔ اتوار کے روز عائشہ کو میکے آنا تھا مگر صبح ہی اس کی ہلاکت کی اطلاع ملی۔ ورثاء نے الزام عائد کیا کہ فیضان فاروقی نے دوپٹے سے پھندا لگا کر عائشہ کو قتل کیا ہے۔ پولیس کے مطابق عائشہ کی موت گلے میں پھندا لگنے سے ہوئی تاہم پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد صورتحال مزید واضح ہوجائے گی۔ پولیس نے قانونی کارروائی کے بعد لاش ورثاء کے حوالے کردی۔ واقعے کا مقدمہ درج نہیں ہوسکا۔

(لالہ عبدالحلیم)

خاتون فائرنگ سے جاں بحق

نوشہرہ نوشہرہ کے علاقے خویشگی پایان میں شیخ شہباز بابا کورونہ میں خاتون فائرنگ سے ہلاک ہوگئی۔ شوہر کی رپورٹ پر تھانہ نوشہرہ کلاں پولیس نے عدالتی تحقیقات شروع کردی۔ گزشتہ روز 15 دسمبر 2016 کو ساجد ساکن شیخ شہباز بابا نے پولیس رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ اور اس کی بیوی 35 سالہ مسماۃ شاہین بیگم کمرے میں سو رہے تھے کہ اس دوران فائرنگ کی آواز سنی، جب اس نے دیکھا تو اس کی بیوی مسماۃ شاہین بیگم خون میں لت پت پڑی تھی جس نے بندوق سے خود پر فائرنگ کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا تھا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کردی۔ (روزنامہ ایکسپریس)

بیوی اور سسرالیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا

جام پور عائشہ نے اپنے شوہر سے گھریلو اخراجات کے لیے رقم مانگی تو شوہر نے گالیاں دینا شروع کردیں۔ اس کے بعد اس پر تشدد کیا اور جسم کے مختلف حصوں پر دانتوں سے کاٹا اور آخر میں زمین پر لٹا کر گلا دبانے کی کوشش کی۔ جب اپنی بیٹی کو چھڑانے کے لیے منظور مائی آگے بڑھی تو یار محمد نے اپنی زوجہ عائشہ کو چھوڑ کر ساس کو مارنا شروع کردیا جس سے منظور مائی کے جسم پر زخموں کے نشانات پڑ گئے۔ اس کے بعد یار محمد نے گھر میں موجود اپنی سالی کو برا بھلا کہا اور اس نے اپنی بڑی سالی شمیم مائی بیوہ لعل خان کو جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی۔ آخر میں میاں یار محمد اپنے سالے کی بیوی پر جو موقع پر موجود تھی اور سب کچھ دیکھ رہی تھی، حملہ کردیا۔ سسر کی مداخلت پر بیوی سمیت تمام گھر والوں کو جان سے مارنے اور سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتا ہوا گھر سے چلا گیا۔ یہ واقعہ 14 اکتوبر کو پیش آیا۔ متاثرین نے ملزم کے خلاف ایف آئی آر کے لیے درخواست پیش کی تھی مگر پولیس نے ایف آئی آر درج نہیں کی۔

(ثروت سحر)

جواں سالہ دوشیزہ گھر کے اندر پراسرار طور جاں بحق

پشاور تھانہ فقیر آباد کے علاقے افغان کالونی میں جوانسال لڑکی پراسرار طور پر جاں بحق ہوگئی۔ پولیس نے لاش پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کردی اور مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی ہے۔ جمعرات کے روز تھانہ فقیر آباد پولیس کو اطلاع ملی کہ افغان کالونی میں 18 سالہ ماریہ دختر محمد علی نامی لڑکی پراسرار طور پر جاں بحق ہوگئی ہے جسے مبینہ طور زہر دیا گیا ہے یا اس نے خود زہر کھایا ہے۔ گزشتہ کئی دنوں سے ان کے گھر سے لڑائی جھگڑوں کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔ پولیس نے موقع پر پہنچ کر لڑکی کی نعش کو تحویل میں لے لی اور اسے پوسٹ مارٹم کیلئے مردہ خانہ منتقل کردیا۔ پولیس کے مطابق متوفیہ کے رشتہ داروں نے بیان میں بتایا کہ ماریہ گزشتہ کئی دنوں سے بیمار تھی۔ تاہم اچانک طبیعت بگڑ جانے پر اسے ہسپتال منتقل کردیا گیا جہاں وہ دم توڑ گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ آج)

شوہر نے بیوی کو قتل کردیا

مردان کس کورونہ میں گھریلو ناچاقی پر شوہر نے فائرنگ کر کے بیوی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مقتولہ کے 18 سالہ بیٹے نے باپ کے خلاف ماں کے قتل کی رپورٹ درج کرادی۔ 5 دسمبر 2016 کو سعید آباد کس کورونہ کے رہائشی ملزم عمران ولد رضوان اللہ کا اپنی اہلیہ 35 سالہ مسماۃ (الف) جو کہ خیرآباد میں بطور لیڈی ہیلتھ ورکر ملازمت کرتی تھی کے ساتھ گھریلو جھگڑا ہوا جس پر اس نے مبینہ طور پر فائرنگ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ مقتولہ کے بیٹے 18 سالہ نعمان نے پولیس کو اپنی رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنی والدہ کے ہمراہ خیرآباد سے واپس گھر آرہا تھا کہ سعید آباد پہنچنے پر راستے میں موجود اس کے باپ عمران نے اس کی ماں پر پستول سے فائرنگ کردی جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہوگئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی۔ (روزنامہ آج)

شوہر کا بیوی پر تشدد، بال کاٹ ڈالے

پشاور پشتہ خرہ کے علاقے سواتی پھاٹک میں شوہر نے والد اور بھائی کے ہمراہ مل کر اپنی جواں سالہ بیوی کو تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے اس کے سر کے بال کاٹ ڈالے جبکہ اسے جان سے مارنے کی غرض سے فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔ پولیس نے خاتون کی رپورٹ پر اس کے شوہر کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کرلیا ہے۔ 16 دسمبر 2016 کو سواتی پھاٹک کی رہائشی مسماۃ شہزادی رحمان نے پولیس کو بتایا کہ وہ اپنے گھر میں موجود تھی کہ اس کے شوہر عادل نے اس کے ساتھ جھگڑا شروع کردیا اس دوران اس کے دیور شہزادا اور سسر حافظ اللہ نے بھی بیٹے کے ہمراہ مل کر اسے تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے زخمی کردیا اور اسے پکڑ کر زبردستی اس کے سر کے بال کاٹ ڈالے۔ مشتعل شوہر نے اسے جان سے مارنے کی غرض سے اس پر فائرنگ بھی کی جس سے وہ بال بال بچ گئی۔ پولیس نے خاتون کی رپورٹ پر ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے اس کے شوہر عادل کو گرفتار کر کے تفتیش شروع کردی ہے۔

(روزنامہ آج)

قتل وغیرت: تین برس میں 2000 سے زیادہ خواتین نام نہاد غیرت کے نام پر قتل

اسلام آباد پاکستان میں نام نہاد غیرت کے نام پر خواتین کے قتل کو روکنے کے لیے قانون کا مسودہ تقریباً تین برس التوا میں رہنے کے بعد حال ہی میں پارلیمنٹ سے منظوری حاصل کر سکا ہے۔اس دوران 2000 سے زائد خواتین اس جرم کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔خواتین کے خلاف تشدد کو روکنے کے دو قانونی مسودے جنوری 2014 سے قومی اسمبلی میں زیر التوا تھے۔حکومت نے پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا کر ان قوانین کو منظور کروانے کا اعلان کیا تھا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔اس دوران پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مطابق 2300 خواتین نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کر دی گئیں۔ ایسے میں سوال یہ ہے کہ حکومت ان خواتین کے قتل کی کس حد تک ذمہ دار ہے؟ وہ ارکان پارلیمنٹ اس جرم کو روکنے میں ناکامی کے کتنے ذمہ دار ہیں جنھوں نے حکومت مخالف دھرنے کو روکنے کے لیے بلائے گئے پارلیمنٹ کے اجلاس میں تو شرکت کی لیکن اس دوران دس منٹ ان قوانین کی منظوری کے لیے مختص نہیں کروائے؟ خواتین کے حقوق کے نام پر بننے والی تنظیموں نے اس دوران خواتین کے قتل کے واقعات کا ریکارڈ مرتب کرنے کے علاوہ اس جرم کو روکنے کے لیے کیا کوئی اور کام بھی کیا؟

اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ جب سے نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کے خلاف قانون سازی کا مسودہ پارلیمنٹ میں زیر بحث آیا، اس جرم میں مسلسل اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مطابق 2015 میں 1096 خواتین کو نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔یہ ملک میں ایک سال میں اس طرح سے قتل کی جانے والی خواتین کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

2014 میں غیرت کے نام پر قتل کی جانے والی خواتین کی تعداد 1005 تھی۔

اس سے ایک سال پہلے یعنی 2013 میں قتل ہونے والی خواتین کی تعداد 869 تھی۔

سال____	قتل ہونے والی خواتین کی تعداد
2013	869
2014	1005
2015	1096
2016	212 (مئی تک)

قانون سازی میں سرکاری عدم دلچسپی

غیرت کے نام پر قتل کی حوصلہ شکنی کے لیے سخت قوانین بنانے کا مطالبہ کئی برسوں سے کیا جا رہا ہے۔اس سلسلے میں پیش رفت کرتے ہوئے پیپلز پارٹی نے 2014 فروری میں سینیٹ میں ایک قانونی مسودہ پیش کیا۔

حکومت نے اس بل کی حمایت کرتے ہوئے اسے پارلیمنٹ سے منظور کروانے کا اعلان کیا۔اس بل کی حکومت کی حلیف مذہبی جماعتوں کی جانب سے مخالفت کے بعد اسے پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی سے منظور کروانے کے بعد پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں پیش کیا جانا تھا۔اس دوران حکومت کے خلاف عمران خان کی تحریک انصاف نے تحریک شروع کر دی، اسلام آباد میں دھرنا ہوا اور پھر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بھی۔لیکن اس دوران اس قانون کو منظور کروانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔قانون وانصاف کے امور پر وزیراعظم کے مشیر بیرسٹر ظفر اللہ خان کہتے ہیں کہ ان قانونی مسودے بروقت منظور نہ ہو سکنے کا سرکاری عدم دلچسپی سے تعلق نہیں ہے۔'ہم اس قانون پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے اسی لیے یہ قانون کچھ تاخیر سے منظور ہوئے۔'

عورت کے قاتل مرد رشتہ دار

انسانی حقوق کمیشن کی تحقیق کے مطابق نام نہاد غیرت کے نام پر قتل میں تقریباً ہمیشہ مقتول خواتین کے شوہر اور بھائی ملوث پائے جاتے ہیں۔تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ قتل کی جانے والی خواتین پر غیر ازدواجی تعلقات کا الزام لگانے کا رواج بہت عام ہے لیکن دراصل غیرت کے نام پر ہونے والی زیادہ تر وارداتیں لڑکی کی اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر شادی یا اس کی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہیں۔انسانی حقوق کمیشن کی تحقیق کے مطابق نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کی 30 فیصد وارداتوں میں خواتین کے شوہر اور 20 فیصد سے زائد میں ان کے اپنے بھائی ملوث پائے جاتے ہیں۔

ایسے میں انسانی حقوق کے علمبردار سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر ملک کا قانون ایک عورت کو اپنی مرضی سے شادی کی اجازت دیتا ہے اور سپریم کورٹ بھی اس کا حق تسلیم کرتی ہے تو پھر لوگ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی پسند سے شادی کی خواہش پر کیوں مار دیتے ہیں؟

مقتول صرف عورتیں

جب بھی کسی خاتون کو نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کیا گیا ہے اس کے مبینہ 'جرم' میں فریق ثانی کے طور پر کسی مرد کا نام ضرور موجود ہوتا ہے یعنی نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کی بنیاد ہی یہ بنائی جاتی ہے کہ کسی خاتون کے مرد کے ساتھ ناجائز روابط تھے یا اس کا شک تھا۔

تاہم انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹ بتاتی ہے کہ نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کی گذشتہ دس برس میں ہونے والی وارداتوں میں جن میں کوئی عورت قتل کی گئی اس کے مقابلے میں اسی واردات میں کسی مرد کو بھی یہی سزا دینے کا تناسب صرف ایک فیصد ہے۔

شہری علاقوں میں وارداتیں دیہات سے زیادہ

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیم عورت فاؤنڈیشن کی تحقیق بتاتی ہے کہ عام تاثر کے برعکس دیہی اور دور دراز علاقوں میں اس جرم کی شرح بڑے شہری علاقوں کی نسبت بہت کم ہے۔

اسی طرح آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ عورت کے خلاف اس جرم میں بھی سب سے آگے ہے۔

عورت فاؤنڈیشن کے مطابق نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کی وارداتوں میں صوبوں کے لحاظ سے پنجاب پہلے نمبر پر ہے جہاں پورے ملک کے دیگر صوبوں کے برابر اس جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔پنجاب کے صنعتی شہر فیصل آباد میں پورے ملک میں سب سے زیادہ نام نہاد غیرت کے نام پر قتل کیے جاتے ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

بھٹہ مزدوروں کے مسائل اوران کے حل کے لئے ایک مشاورتی اجلاس

پاکپتن 15 نومبر کوایچ آر سی پی ضلعی کورگروپ نے بھٹہ مزدوروں کے مسائل اوران کے حل کے بارے میں ایک مشاورتی اجلاس منعقد کیا جس میں وکلاء، صحافی، کونسلرز، سماجی خواتین وحضرات، شہریوں اور خاص طور پر بھٹہ مزدور، مزدور یونین کے نمائندوں نے بھرپور شرکت کی۔ ایچ آر سی پی کے نامہ نگار غلام نبی ڈھڈی نے کہا کہ ضلع پاکپتن میں سب سے زیادہ پسا ہوا اور محروم طبقہ بھٹہ مزدوروں کا ہے جن کو نہ تو پوری مزدوری ملتی ہے نہ تعلیم اور صحت کی سہولیات میسر ہیں۔ بھٹہ مزدور نائب صدر بھٹہ مزدور ایسوسی ایشن پاکپتن خادم حسین نے کہا کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہماری مزدوری کا ہے۔ ہمیں گورنمنٹ کے مقرر کردہ ریٹ کے مطابق اجرت نہیں ملتی جبکہ ہم سے کام پورا لیا جاتا ہے۔ ہمیں گورنمنٹ کے مقرر کردہ ریٹ سے کم مزدوری ملتی ہے۔ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے پھر ہمیں ایڈوانس لینا پڑتا ہے۔ بعد میں ہمارے لیے یہ ایڈوانس اتارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر ہمیں اجرت پوری ملے ہمارے بچوں کو تعلیم اور صحت کی پوری سہولیات ملیں تو ہمیں ایڈوانس/پیشگی لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ بھٹہ مزدور امانت بی بی نے کہا کہ ہم خواتین دن رات کام کرتی ہیں۔ ملکی قانون کے مطابق حاملہ ہونے کی صورت میں ہم سے کام نہیں لیا جا سکتا مگر بھٹہ مالکان ہم سے حاملہ ہونے کی صورت میں بھی کام کراتے ہیں۔ نہ صحت کی کوئی بہتر سہولت دی جاتی ہے۔ حاملہ ہونے کی صورت میں چیک اپ نہیں ہوتا، نہ ہی کوئی LHW ان کی طرف چکر لگاتی ہے۔ انہیں ڈلیوری سے ایک دن پہلے تک کام کرنا پڑتا ہے۔ بھٹہ مزدور محمد رمضان نے کہا کہ ان کے ضلع میں اکثر بھٹے سرکاری سکولوں سے بہت دور ہیں اس لیے چھوٹے بچوں کا سکول جانا مشکل ہوتا ہے۔ اکثر بھٹوں پر جو آبادی اور سرکاری سکولوں سے دور ہیں، بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ غلام مصطفیٰ بھٹی ایڈووکیٹ نے کہا کہ ان بھٹہ مزدوروں کی باتیں ٹھیک ہیں۔ یہ لوگ تعلیم اور صحت کی سہولتوں سے محروم بھی ہیں ان کو اجرت بھی پوری نہیں ملتی جس کی وجہ سے ان کو پیشگی کے عوض بھٹہ مالکوں کے پاس غلاموں جیسی زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ صحافی میاں محمد عامر ہانس نے کہا کہ ان کے مسائل کا حل ڈسٹرکٹ نگران کمیٹی کے پاس ہے جن کے چیئرمین ڈی سی او ہیں۔ ڈی او لیبر اس کا جنرل سیکرٹری ہے اور ای ڈی او ایجوکیشن، ای ڈی او ہیلتھ ڈسٹرکٹ اٹارنی صدر بار ایسوسی ایشن بھٹہ مزدور بھٹہ مالک اور سماجی کارکن ممبران میں شامل ہیں۔ اس کمیٹی کا ہر ماہ باقاعدگی سے اجلاس ہونا چاہئے جہاں مزدوروں کے مسائل پر بات ہو اور ان کے حل کے لیے لائحہ عمل طے ہو۔ سابق ممبر ضلع کونسل کشور پروین نے کہا کہ اگر ان کے سوشل سکیورٹی کارڈز بن جائیں تو ان کو تعلیم اور صحت کی سہولیات مفت مل سکتی ہیں۔ ان کے ای او بی آئی کارڈز بن جائیں تو بڑھاپے کی صورت میں ساٹھ سال کی عمر کے بعد حکومت کی طرف سے ان کو پینشن مل سکتی ہے اور یہ اپنا بڑھاپا آسانی سے گزار سکتے ہیں۔ جمیلہ اقبال سماجی کارکن نے کہا کہ ان بھٹہ مزدوروں کے اکثر لوگوں کے شناختی کارڈز بھی نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ان کو شریف شہری تصور نہیں کیا جاتا اور شناختی کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اس لیے ایم این ایز اور ایم پی ایز ان کو اہمیت نہیں دیتے کیونکہ ان کے ووٹ درج نہیں ہوتے۔ فریاد حسین انجم رکن پاکستان پیپلز پارٹی ملکہ ہانس نے کہا کہ ان مزدوروں میں اگر کچھ مزدور اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں تو ان پر تشدد کیا جاتا ہے اور ان کے بچوں پر ظلم وتشدد کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ ان کو ناجائز مقدمات میں شامل کیا جاتا ہے، ان کے خلاف جھوٹی ایف آئی آر درج کروائی جاتی ہے۔ ان کے حقوق کے دفاع کے لیے تمام قوانین بنے ہوئے ہیں جن پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ پولیس بھٹہ مالکان کی کی طرف داری کرتی ہے، ان سے رشوت وصول کرتی ہے اور مزدوروں پر ناجائز مقدمات درج کرتی ہے۔

(غلام نبی ڈھڈی)

انجینئر کے قتل کے خلاف احتجاج

کرم ایجنسی ایبٹ آباد میں کرم ایجنسی سے تعلق رکھنے والے انجینیر یوسف حسین کے نامعلوم افراد کے ہاتھوں قتل کے خلاف ٹیسکو ہنگو ملازمین اور مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں نے پاراچنار میں احتجاج کیا اور ان کے قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا۔ پاراچنار میں ٹیسکو ہنگو ملازمین اور مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں نے ایبٹ آباد میں پاراچنار سے تعلق رکھنے والے ایکسیئن انجینئر یوسف حسین کے قتل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین سے خطاب میں ظاہر حسین، عظمت علی اور تنویر حسین نے کہا کہ انجینئر یوسف حسین ایک قابل، فرض شناس اور ایمان دار اور شریف انسان تھے اور ان کے قتل سے ملک وقوم اور ان کے خاندان کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کرکے سزا دی جائے۔ واضح رہے کہ انجینئر یوسف حسین کو گزشتہ شام ایبٹ آباد شہر میں ان کے گھر کے قریب تین نامعلوم افراد نے گولیاں مار کر اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ اپنی گاڑی قریبی علاقے میں پارک کرنے کے بعد اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ انھیں آج ان کے آبائی وطن پاراچنار میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں انسانی حقوق کے کارکن رشید نے کہا کہ کرم ایجنسی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری ہے اور یہ پہلا موقع نہیں کہ کرم ایجنسی سے تعلق رکھنے والے کسی افسر کو قتل کیا گیا ہو۔ اس سے قبل بھی بے شمار لوگوں کو پشاور، اسلام آباد اور ملک کے دیگر علاقوں میں ٹارگٹ کیا گیا ہے جن میں افسران کے علاوہ تاجر اور قبائلی عمائدین اور علماء شامل ہیں۔ اس کا آغاز یکم اکتوبر 2009ء کو اس وقت ہوا جب پشاور میں پاراچنار سے تعلق رکھنے والے چیف ویلفیئر آفیسر ریحان علی بنگش کو علی الصبح دو نامعلوم افراد نے ان کے دفتر میں داخل ہو کر گولیاں مار کر قتل کر دیا تھا اور موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر پشاور کے گنجان آباد علاقے کو فرار ہو گئے تھے۔ ان کے قتل کے بعد ان کے والدین اور اہلیہ صدمہ کا شکار ہو کر اسی سال جان بحق ہو گئے اور ان کا خاندان درہم برہم ہو گیا۔ ان کے بچوں کا تعلیمی سلسلہ رک گیا اور وہ پاراچنار میں رہائش پذیر ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اسی طرح آج انجینئر یوسف حسین کا خاندان بھی اس قسم کے صدمے، اذیت اور کرب سے گزر رہا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ریحان علی بنگش کے قاتلوں کو سات سال گزرنے کے باوجود آج تک انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا جا سکا اور ان کے قتل کی تحقیقات میں کسی قسم کی پیش رفت نہیں ہو سکی۔ اسی طرح دوسرے ٹارگٹ کلنگ کے واقعات کی بھی کچھ یہی صورت حال ہے۔ تعزیت کے موقع پر ان کے بھائی اقبال حسین نے کہا کہ ان کی کسی کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ان کے بھائی انجینئر یوسف حسین گذشتہ 20 بیس سال سے ملازمت کے سلسلے میں ایبٹ آباد میں مقیم تھے اور کچھ عرصہ قبل ان کا تبادلہ ایبٹ آباد سے کوہاٹ کر دیا گیا تھا تاہم وہ کوہاٹ میں ڈیوٹی انجام دینے کے بعد چھٹیوں پر ایبٹ آباد جایا کرتے تھے۔ اسی ماہ کی 20 تاریخ کو ان کو ایکسیئن سے اے سی کی پوسٹ پر ترقی دی جانی تھی لیکن اس سے قبل یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا جس سے ان کا خاندان بری طرح متاثر ہوا ہے۔ انجینئر یوسف حسین کی پسماندگان میں چار بھائی اور دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں جن میں ان کی ایک بیٹی عندیل زہراء کی عمر صرف چھ ماہ ہے۔

(محمد حسن)

نوجوان کی نعش برآمد

مردان تھانہ ساڑوشاہ کی حدود جہازونوں ڈاگ میں پولیس کو 24 سالہ نوجوان کی لاش ملی ہے جسے شدید تشدد کے بعد فائرنگ کرکے قتل کیا گیا۔ مقتول کی جیب سے برآمدشدہ قومی شناختی کارڈ پر نام شیر بہادر ولد شمند روز خان سکنہ پشت تحصیل سلارزئی باجوڑ ایجنسی درج ہے۔ ساڑوشاہ پولیس نے نعش کو قبضے میں لے کر پوسٹ مارٹم کیلئے تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال تخت بھائی منتقل کردیا۔ آخری اطلاع تک مقتول کے ورثاء نے مقامی پولیس سے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔ (روزنامہ مشرق)

پینے کے صاف پانی کا مسئلہ

پسنی بلوچستان کے ساحلی شہر پسنی میں عوام پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں۔ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے علاقہ میں پانی کا بحران شدت اختیار کرگیا۔ محکمہ پبلک ہیلتھ کی جانب سے لوگوں کو پانی نہیں مل سکا۔ دیہی علاقہ کے لوگ شہروں کی جانب نقل مکانی کرنے لگے مگر شہروں کی حالت ابتر ہے۔ عوام کا کہنا ہے کہ حکمران گوادر کو وسطی ایشیا اور دیگر یورپی ممالک کے ساتھ ملانے کی باتوں میں مصروف ہیں مگر گوادر کی تحصیل پسنی کے لوگ پانی جیسی بنیادی ضرورت کے لیے مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور ہیں۔ عوام کا مطالبہ ہے کہ حکومت پوری طور پر پسنی میں واٹر ٹینک کے ذریعے پانی کی سپلائی یقینی بنائے۔ صوبائی حکومت پسنی شہر کے لیے فنڈ مختص کرکے پانی کا مسئلہ حل کرے اور ساتھ ساتھ شادی کور ڈیم سے پسنی شہر تک 25 کلومیٹر کی پائپ لائن کی تکمیل کرکے مستقبل میں پانی کی سپلائی کا کام بھی تیز کیا جائے۔

(غلام یاسین)

متاثرہ افراد کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ

چمن 3 دسمبر کو کوژک ویلفیئر فاؤنڈیشن اور البحر فاؤنڈیشن چمن کے زیر اہتمام معذوران کے عالمی دن کی مناسبت سے ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس میں انسانی حقوق کے کارکنوں کے علاوہ سماجی کارکنوں نے بھی شرکت کی۔ اجلاس سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (HRCP) کے ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیٹر محمد صدیق، البحر فاؤنڈیشن چمن کے چیئرمین غلام محمد مخلص، کوژک ویلفیئر فورم کے صدر عبداللہ گل، ادیب محمد اشرف، عبدالحنان اور بہادر خان خان اچکزئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج معذوران کے عالمی دن ہے۔ اس دن ہمیں احساس دلاتے ہیں کہ معاشرے میں معذوران کے خیال خاص رکھنا چاہیے اسے اپنوں سے کم تر نہیں سمجھنا چاہیے۔ معاشرے میں معذوران کو پورا حصہ دینا چاہیے۔ مقررین نے عہد کیا کہ ہم معذوران کے حقوق دلانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔ (نامہ نگار)

ادویات کا شدید فقدان

چمن علاقہ چمن میں 12 لاکھ نفوس پر مشتمل آبادی ہے۔ اس میں قائم ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال چمن میں ادویات کا شدید فقدان ہے۔ مریضوں محمد اسلم خان، عصمت اللہ اور عبدالولی نے ایچ آر سی پی نامہ نگار کو بتایا کہ ہسپتال میں ڈاکٹرز حضرات صرف ایک گھنٹہ ہی بیٹھتے ہیں۔ دیگر اوقات اپنے نجی کلینکوں میں گزار دیتے ہیں۔ مریضوں کو اپنے کلینکوں پر بلاتے ہیں۔ یہاں ہسپتال میں مریضوں کو صرف دو قسم کی گولیاں دی جاتی ہیں جو انسانیت کے ساتھ مذاق ہیں۔ جبکہ ہسپتال کے عملہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ ہسپتال میں مریضوں کی تعداد زیادہ اور ادویات کوٹہ کم ہیں۔ ہسپتال پر مریضوں کے علاوہ نزدیک افغانستان کے کئی علاقوں کے مریض بھی یہاں آتے ہیں۔ حکومت سے کئی دفعہ اپیل کی ہے کہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال چمن کے ادویات کے کوٹہ کو بڑھایا جائے لیکن تاحال کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے۔ (نامہ نگار)

گھریلو ملازم پر وحشیانہ تشدد

پشاور یونیورسٹی ٹاؤن میں مالک نے بغیر پوچھے نماز کی ادائیگی کیلئے جانے والے گھریلو ملازم اور اس کی اہلیہ کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے لہولہان کردیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی ہے۔ 19 دسمبر 2016 کو مسماۃ نبیلہ زوجہ مشتاق نے پولیس کو بتایا کہ وہ اور اس کا شوہر جمال الدین افغانی روڈ پر احمر اور خرم پسران نواب علی کے گھر میں کام کرتے ہیں گزشتہ روز اس کا شوہر نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد گیا ہوا تھا اور جب واپس آیا تو مالکان نے اسے یہ کہہ کر وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا کہ وہ ان سے پوچھے بناء کیوں گھر سے نکلا اور جب اس نے تشدد سے منع کیا تو ملزمان اسے بھی مارا پیٹا اور بے آبرو کردیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ (روزنامہ آج)

اساتذہ کو مشکلات کا سامنا

چمن گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے جنرل سیکرٹری حاجی مجتبیٰ کاکڑ، تحصیل چمن کے جنرل سیکرٹری محمد فاروق بٹ نے ایچ آر سی پی نامہ نگار کو بتایا کہ بلوچستان میں اساتذہ کرام بہت سے مسائل کا شکار ہیں۔ حکومت سولہ نکاتی ایجنڈا تسلیم کرکے اب مختلف حیلوں سے اساتذہ کو اپنے جائز مطالبات سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اساتذہ کے مسائل میں اہم مسائل سردیوں میں ٹیچنگ الاؤنس کی کٹوتی، 50 فیصد پروموشن کوٹہ، سکیل ریوائزڈ اور دیگر مسائل شامل ہیں۔

(نامہ نگار)

غیرت کے نام پر نوجوان قتل

شورکوٹ شورکوٹ چھاؤنی، پولیس نے نوجوان کی پراسرار گمشدگی کا معمہ حل کرتے ہوئے اس کی نعش کھیت سے برآمد کرلی، پانچ افراد نے ناجائز تعلقات کے شبہ میں موت کے گھاٹ اتارا۔ ڈی ایس پی شورکوٹ سرکل سعادت علی چوہان نے پریس کانفرنس کے دوران بتایا کہ چک 503 سادے والا کا نوجوان صفدر آٹھ روز قبل لاپتہ ہوگیا۔ تھانہ وریام اور تھانہ کینٹ کے اہلکاروں نے اس کی تلاش شروع کی اور موبائل فون ڈیٹا کے ذریعے چک 493 باٹیانوالا سے خاتون سمیت پانچ افراد کو حراست میں لے لیا۔ تفتیش کے دوران ملزمان نے انکشاف کیا کہ صفدر نے ان کی رشتہ دار خاتون سے تعلقات قائم کررکھے تھے جس پر انہوں نے اسے تشدد کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتارا اور نعش قریبی کھیت میں دبادی۔ 10 دسمبر کو پولیس نے ملزمان کی نشان دہی پر نعش برآمد کرلی۔ ڈی ایس پی نے کہا کہ مقتول کی نعش ورثا کے سپرد کردی گئی ہے، کیس میں انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔ (اعجاز اقبال)

بچے

بچی بازیاب

پشاور تھانہ پھندو کے علاقہ تاج چوک میں رشتہ داروں کے گھر شادی کی تقریب میں شرکت کیلئے آنے والی معصوم بچی کو بد فعلی کی غرض سے اغواء کرلیا گیا۔ بچی کے باپ اور رشتہ داروں نے فوری طور پر بچی کو بازیاب کراتے ہوئے واقعہ میں ملوث ملزم کو پولیس کے حوالے کردیا۔ سدا بہار کالونی کی رہائشی ناصر ولد رحمت گل نے پولیس کو بتایا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی شادی کی تقریب میں شرکت کی غرض سے چیئرمین دفتر محلّہ سعید آباد تاج چوک آیا ہوا تھا کہ اس دوران رسول خان ولد اکبر خان نامی شخص اس کی 8 سالہ معصوم بچی کو بدفعلی کرنے کی غرض سے اغواء کرتے ہوئے اپنے گھر لے گیا۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی فوری طور پر بچی کا باپ اپنے دیگر رشتہ داروں کے ہمراہ ملزم کے گھر پہنچ گیا اور بچی کے ساتھ بدفعلی کی کوشش ناکام بناتے ہوئے اسے بازیاب کراتے ہوئے ملزم رسول خان کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے۔ (روزنامہ آج)

بچوں کے حقوق کے تحفظ پر زور

چمن 20 نومبر کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق اور صحافی تنظیم شمشاد رائٹرز فورم بلوچستان نے مشترکہ طور پر اچکزئی ہاؤس کالج روڈ چمن میں ایک تقریب منعقد کی جس میں انسانی حقوق کے کارکنوں کے علاوہ صحافیوں اور سماجی اور سیاسی حضرات نے بھرپور شرکت کی۔ تقریب سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کور گروپ کو آرڈینیٹر محمد صدیق، طور باز گل یوسف زئی، غلام محمد مخلص، عبداللہ خان، بہادر خان اچکزئی، صحافی عزیز الرحمٰن کاکوزئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بچوں کا عالمی دن اس لیے منایا جاتا ہے کہ بچے بھی اپنے حقوق رکھتے ہیں۔ بچوں کو اپنے بچپن میں پڑھائی اور تعلیم کی آزادی ہونی چاہیے۔ اگر بچے بچپن میں کچھ نہ پڑھیں تو ساری زندگی میں غلام ہی رہیں گے اور قوم کے لیے دردسر بنیں گے۔ بچوں کو تعلیم دلوانا سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ آج ہم سب کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ بچوں کو تعلیم سے روشناس کرائیں گے اور اچھی صحت اور محبت کے ماحول فراہم کریں گے۔

(محمد صدیق)

بچوں کو حبس بیجا میں رکھنے پر ایس ایچ او کی طلبی

پشاور پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مظہر عالم خان میاں خیل اور جسٹس ابراہیم خان پر مشتمل ڈویژن بنچ نے ہنگو کی رہائشی خاتون کے پانچ بچوں کو حبس بیجا میں رکھنے پر ایس ایچ او حیات آباد، ایس ایچ او ہنگو اور انچارج دارالامان پشاور کو آئندہ پیشی پر عدالت طلب کرلیا ہے۔ فاضل عدالت نے ایڈوکیٹ ارشد زمان کی وساطت سے درخواست گزار بخت ملی جانہ سکنہ ہنگو کی جانب سے دائر رٹ پر درخواست کی سماعت کی۔ (روزنامہ آج)

ہوائی فائرنگ سے بچی جاں بحق

پشاور تھانہ بڈھ بیر کے علاقے سوڑیزئی میرہ میں 6 سالہ بچی ہوائی گولی کی زد میں آکر گھر جاں بحق ہوگئی۔ پولیس کے مطابق سوڑیزئی میرہ میں ہوائی گولی کی زد میں آکر موجود 6 سالہ بچی عالیہ شدید زخمی ہوگئی جسے طبی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کردیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ پولیس کے مطابق نعش پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کردی گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ آج)

صوبائی چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی کے قوانین تاحال نہ بن سکے

حیدرآباد پانچ سال گزرنے کے باوجود سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی ایکٹ کے قوانین نہیں بنائے جاسکے اور نہ ہی سندھ کے تمام اضلاع میں چائلڈ پروٹیکشن یونٹ قائم ہوئے ہیں جس کے باعث خدشہ ہے کہ رواں سال اس مد میں مختص کیا گیا بیس کروڑ روپے کا بجٹ ضائع ہوجائے گا۔ یہ بات غیرسرکاری تنظیم اسپارک کی چائلڈ رائٹس کے رکن طلباء عبدالرحمان اور عبداللطیف عطار نے پریس کلب حیدرآباد میں پریس کانفرنس میں کہی۔ اس موقع پر اسپارک کے رہنما کاشف، زاہد ڈیتھو بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس جدید دور میں بھی ہمارے بچے بہتر، معیاری تعلیم، صحت، خوراک اور بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں جس کا سبب بچوں کے حقوق کے حوالے سے موجود قوانین پر عملدرآمد نہ ہونا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی 2011ء میں بنائی گئی مگر اب تک اس کے قوانین نہیں بنے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت سندھ کی جانب سے لاڑکانہ کیڈٹ کالج کے معصوم بچے محمد احمد کا بیرون ملک سرکاری خرچ پر علاج کرانا قابل تعریف عمل ہے۔ تاہم حکومت سکولوں اور مدارس میں بچوں پر تشدد پر پابندی عائد کرے، تاکہ اسکول نہ جانے والے ملک کے پچیس ملین اور سندھ کے چھ ملین بچے سکول آکر تعلیم حاصل کرسکیں۔ انہوں نے حکومت سے سندھ چائلڈ پروٹیکشن اتھارٹی ایکٹ کے رولز بنانے، سندھ کے تمام اضلاع میں چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کے قیام، جبری مشقت کے شکار بچوں کو تعلیم کی فراہمی، تمام بچوں کے لیے تعلیم لازمی اور مفت کرنے، اسٹریٹ چائلڈ کی بحالی کے لیے سینٹرز کے قیام اور گھروں میں کام کرنے میں بچوں کی اجرت اور کام کے اوقات کار پر عملدرآمد کا مطالبہ کیا۔

(لالہ عبدالحلیم)

بچے کی نعش برآمد

صوابی پشاور اسلام آباد موٹروے کے قریب علاقہ مانکی کے حدود میں پولیس نے تیرہ سالہ نامعلوم بچے کی لاش برآمد کرلی۔ پولیس تھانہ چھوٹا لاہور کی رپورٹ کے مطابق اطلاع ملنے پر پولیس نے مانکی کے قریب ایک نامعلوم بچے کی لاش برآمد کی جسے ملزمان نے پھانسی دے کر قتل کیا ہے۔ پولیس نے لاش تحویل میں لیکر امانتاً دفنادی اور مقتول کے ورثاء کی تلاش شروع کردی ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے تفتیش شروع کردی۔ (روزنامہ آج)

بچوں سے مشقت لینے کا نوٹس لیا جائے

چنیوٹ حکومت پنجاب نے چائلڈ لیبر کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کر رکھا ہے لیکن آج بھی بھٹوں کے علاوہ دکانوں، ہوٹلوں، فرنیچر ورکشاپوں، ٹی سٹال، دیہات میں زمینداروں کے پاس بانڈڈ لیبر اور چائلڈ لیبر بچے مزدوری کررہے ہیں۔ چنیوٹ میں پانچ ہزار سے زائد بچے فرنیچر ورکشاپ، ٹی سٹال، آٹو مکینک کی دکانوں پر مزدوری کر رہے ہیں۔ چنیوٹ کے علاوہ ٹھٹھہ ٹھاکر کا رہائشی نو سالہ سرفراز جو فرنیچر کی ورکشاپ میں کام کرتا ہے، نے بتایا کہ اس کا باپ نشہ کرتا ہے جبکہ اس کی والدہ لوگوں کے گھروں میں کام کرکے زندگی بسر کررہی ہے۔ اس کی ایک بہن اور دو بھائی ہیں جبکہ ضلعی چنیوٹ میں ڈی او لیبر تعینات نہیں۔ فیصل آباد کے ڈی او کو عارضی چارج دیا گیا ہے۔

(نامہ نگار)

ملازمہ پر تشدد کا معاملہ، 10 سالہ کمسن کیلئے محفوظ مقام عدم دستیاب

اسلام آباد حالیہ دنوں میں 10 سالہ گھریلو ملازمہ پر تشدد کے معاملے نے جہاں 'ملازموں کی حالت زار' سے پردہ اٹھایا ہے، تو دوسری جانب بچوں کے تحفظ کے حوالے سے وفاقی حکومت کے ناقص اقدامات کو بھی ظاہر کیا۔ بچوں پر استحصال کے کیسز کے حوالے سے کوئی آزاد ادارہ قائم ہونے کے بجائے ایسے کیسز سے نمٹنے کے لیے وفاقی حکومت کے پاس وزارت برائے انسانی حقوق کا نیشنل چائلڈ پروٹیکشن سینٹر (این سی پی سی) نامی واحد غیر مؤثر مرکز ہے۔ وزارت انسانی حقوق کے سینئر افسر نے ڈان کو بتایا کہ اس سینٹر میں بچیوں کے قیام کا کوئی انتظام موجود نہیں، جبکہ وزارتِ خصوصی تعلیم کا ایک ہاسٹل ہے، جس میں بھی زیادہ گنجائش موجود نہیں، تشدد سے متاثرہ بچوں کو یہاں 2 یا 3 دن سے زیادہ نہیں رکھا جا سکتا۔ افسر نے بتایا کہ استحصال کی شکار چھوٹی لڑکیوں کو وومین کرائسز سینٹرز میں رکھا جاتا ہے، جو کہ ان کے لیے مناسب نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ چائلڈ پروٹیکشن سینٹر نے بچوں کے لیے 35 کروڑ روپے کی لاگت کے رہائشی یونٹ کے قیام کی تجویز پیش کی تھی، جس پر اب تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ بچوں کے تحفظ کے حوالے سے ایک بااختیار اور مؤثر کمیشن کی قانون سازی کا معاملہ بھی تعطل کا شکار ہے۔

شاید اسی وجہ سے پولیس نے مالکان کے ہاتھوں مبینہ طور پر تشدد کا نشانہ بننے والی بچی کو اپنی تحویل میں لینے کے لیے 24 گھنٹے لگا دیے۔ چند دنوں پہلے سوشل میڈیا پر خبریں گردش کر رہی تھیں کہ حاضر سروس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ سیشن جج اور ان کی زوجہ نے بچی کو مبینہ طور پر تشدد کا نشانہ بنایا۔ 10 سالہ ملازمہ طیبہ دو سال تک ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اور سیشن جج راجہ خرم علی خان کے ہاں ملازمت کرتی رہی۔ 28 دسمبر کو اہل محلّہ میں سے کسی نے راولپنڈی میں واقع چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے دفتر کو فون پر طیبہ کی حالت زار کی اطلاع دی۔ چونکہ بیورو قانونی طور پر وفاقی دارالحکومت سے شکایات موصول نہیں کر سکتے اس لیے انہوں نے وزارت انسانی حقوق کے چائلڈ پروٹیکشن کے ڈائریکٹر کا نمبر فراہم کر دیا۔ تاہم انڈسٹریل ایریا پولیس کو مقدمہ درج کرنے میں پورے 24 گھنٹے لگے۔ پولیس کی تحویل میں لیے جانے سے قبل طیبہ ایک دن تک لاپتہ رہی، جس کے بعد طیبہ نے جج اور ان کی اہلیہ کی جانب سے کسی قسم کے تشدد کے الزام رد کر دیا تھا۔ ذرائع کے مطابق جج کے اہل خانہ نے ہی بچی کو ایک دن گھر پر چھپا کر رکھا تھا اور پولیس کے حوالے کرنے سے پہلے بچی کو ان کے خلاف بیان نہ دینے کی ہدایات کی تھیں۔

پولیس اور میڈیکولیگل افسر نے پہلے تو یہ خیال ظاہر کیا کہ طیبہ سیڑھیوں سے گر کر زخمی ہوئی تھی مگر بعد میں بچی نے اسٹنٹ کمشنر نشاء اشتیاق کو بیان دیا کہ جج اور ان کی اہلیہ نے جھاڑو گم ہو جانے پر اسے تشدد کا نشانہ بنایا تھا اور اسٹور روم میں قید رکھا۔ اس معاملے کو میڈیا نے بھی اٹھایا جس کے بعد اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس محمد انور خان کاسی نے معاملے کی تحقیقات کا حکم دیا۔ ذرائع نے ڈان کو بتایا کہ اسلام آباد ہائی کورٹ کے رجسٹرار راجہ جواد عباس حسن نے انکوائری مکمل کر کے جسٹس کسی کو جمع کروا چکے ہیں۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو اس سے قبل 2013 میں اختیارات کے غلط استعمال کرنے پر انکوائری کا سامنا کرنا پڑا اور 8 ماہ کے لیے برطرف کر دیا گیا تھا، ذرائع کے مطابق اسلام آباد ہائی کورٹ انتظامیہ نے 2013 کے برعکس اس انکوائری کے دوران انہیں برطرف کرنے کا حکم جاری نہیں کیا۔ چائلڈ پروٹیکشن بیورو اینڈ ویلفیئر بورڈ کی چیئرپرسن صبا صادق نے بھی واقعہ نوٹس لیا ہے اور راولپنڈی کے ضلعی افسر علی عابد نقوی کو اسلام آباد کے چائلڈ پروٹیکشن سیل کے ساتھ معاملے پر معاونت کی ہدایت کی۔ بیورو کے نمائندگان متاثرہ بچی سے ملاقات کرنا چاہتے تھے مگر چائلڈ پروٹیکشن سینٹر کے ڈائریکٹر کی جانب سے اس تک رسائی حاصل کرنے نہیں دی۔ علی عابد نقوی کے مطابق چائلڈ پروٹیکشن بیورو اینڈ ویلفیئر بورڈ کی چیئرپرسن صبا صادق نے بچی کے علاج، قانونی معاونت اور اس کے والدین کو تلاش کرنے کی پیشکش کی ہے۔ جب نیشنل چائلڈ پروٹیکشن سینٹر کے ڈائریکٹر یوسف شاہ سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بورڈ ایک صوبائی ادارہ ہے، جس کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں ہے، تاہم طیبہ کے اہل خانہ کو ڈھونڈنے میں بیورو کی مدد درکار ہوگی۔ انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ بچیوں کی رہائش کا مناسب بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے طیبہ اس وقت شہید بینظیر بھٹو کرائسز سینٹر برائے خواتین میں قیام پذیر ہے، انہوں نے مزید کہا کہ جیسے ہی والدین کو تلاش کر لیا جائے گا ویسے ہی بچی کو ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جہاں نیشنل چائلڈ پروٹیکشن سینٹر طیبہ کے والدین تک رسائی کا سوچ رہا ہے وہاں میڈیا پہلے ہی طیبہ کے والد کو تلاش کر چکی ہے۔ جڑانوالہ گاؤں کے رہائشی محمد اعظم نے بتایا کہ بیٹی کو دیکھنے کے لیے اسلام آباد جانے کے پیسے نہیں ہیں، مگر انہوں نے انصاف کا مطالبہ کیا اور مزید بتایا کہ طیبہ جب 8 برس کی تھی تب وہ اسے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے پاس چھوڑ آئے تھے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

خسرہ کے ٹیکے لگنے سے 2 بچے جاں بحق، 11 کی حالت غیر

خیبر ایجنسی محکمہ صحت خیبر ایجنسی کی غیر ذمہ دارانہ کارکردگی کی بدولت تحصیل باڑہ کے علاقہ یونین کونسل شلوبر پوردل آباد، نوگزی بابا میں نان گورنمنٹ آرگنائزیشن کی جانب سے بچوں کو خسرہ کے ٹیکے جان لیوا ثابت ہوگئے۔ مہلک امراض کے ٹیکے لگوانے سے دو بچے جاں بحق جبکہ 11 کی بے ہوش ہوگئے، بے ہوش بچوں میں 9 بچوں کو حیات آباد میڈیکل کمپلیکس جبکہ دو کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ سیکورٹی فورسز نے کارروائی کر کے آرگنائزیشن کے چار افراد کو گرفتار کر کے ویکسین کے نمونے ٹیسٹ کیلئے لیباٹری منتقل کر دیئے۔ محکمہ صحت خیبر ایجنسی کے زیر نگرانی مقامی ہسپتالوں اور میڈیکل سہولیات فراہم کرنے والی CERD نامی آرگنائزیشن نے قبیلہ شلوبر کے مختلف علاقوں میں بچوں کو خسرہ وغیرہ کے مہلک بیماریوں کے ٹیکے لگوانے کی مہم شروع کی تھی، اس دوران ٹیکوں میں استعمال ہونے والی ویکسین ری ایکشن کے باعث گاؤں پوردل آباد میں ایک درجن سے زائد بچوں کی حالت غیر ہوگئی جس میں معصوم بچہ ابوبکر ولد فرمان اللہ قوم شلوبر سکنہ پوردل آباد طبی امداد سے قبل ہی دم توڑ گیا جبکہ تحصیل جمرود سے تعلق رکھنے والا چار ماہ کا مہمان بچی بھی خسرہ کا ٹیکہ لگنے سے جاں بحق ہوگیا۔ این جی او ذرائع کا کہنا ہے کہ مذکورہ ویکسین ڈوگرہ ہسپتال باڑہ سے حاصل کی گئی ہے، شلوبر قومی سرشتہ مشر حاجی کپتان خان آفریدی نے واقعہ میں ملوث آرگنائزیشن اہلکاروں اور محکمہ صحت کی لاپرواہی پر ان کے خلاف انکوائری اور فوری تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ واقعہ کے بعد محکمہ صحت اور پولیٹیکل انتظامیہ نے فوری طور پر میڈیکل ٹیمیں بھجوادی ہیں۔ جب اس سلسلے میں ایجنسی سرجن ڈاکٹر نیاز آفریدی سے رابطہ کیا تو انہوں نے میڈیا کو بتایا کہ بچوں کو خسرہ سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے اور پولیو کے قطرے پلوائے گئے تھے تاہم ابھی تک بچوں کی اموات کی بنیادی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

تعلیم

طالب علم پر تشدد

پیر محل دو ٹیچرز نے سبق یاد نہ کرنے پر طالب علم کو تشدد کا نشانہ بنا کر اس کا بازو توڑ ڈالا۔ پیر محل کے رہائشی طارق شہزاد کے مطابق اس کا بیٹا فداالرحمٰن گورنمنٹ پرائمری سکول غریب آباد میں پہلی جماعت کا طالب علم ہے۔ سبق یاد نہ ہونے پر سکول میں تعینات ٹیچر حبیب الرحمٰن اور رب نواز نے اسے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں بچے کا بازو ٹوٹ گیا۔ متاثرہ بچے کے والد نے پولیس کو اندراج مقدمہ کیلئے درخواست دے دی تھی۔ واقعہ 24 اکتوبر کو پیش آیا۔ (اعجاز اقبال)

انسانی حقوق کی آگہی

ٹوبہ ٹیک سنگھ 27 اکتوبر 2016 کو ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک غیر سرکاری اسکول کا نونٹ آف جیز زاینڈ میری سکول میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے "اسکول میں جمہوریت اور انسانی حقوق کی آگہی کا منصوبہ" کے عنوان سے ایک تقریب منعقد کی گئی۔ تقریب کا اہتمام سکول کے ہال میں کیا گیا۔ حاضری کے بعد ادارے اور پروگرام کا تعارف ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے کوآرڈینیٹر اعجاز اقبال نے کروایا۔ اس کے بعد ہیومن رائٹس کمیشن کے رکن آکاش اشفاق نے ریسورس پرسن کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے طلبہ طالبات کو جمہوریت اور انسانی حقوق کی تاریخ اور ان کے مابین رشتے پر تفصیلی گفتگو کی۔ بعد ازاں طلبہ کو 20 سوالات پر مشتمل سوالنامہ دیا گیا جس میں بچوں نے انتہائی دلچسپی سے حصہ لیا اور سوالات کے جوابات لکھے۔ سکول انتظامیہ کے جانب سے انسانی حقوق کی اس تقریب کو بہت پسند کیا گیا اور کہا گیا کہ آئندہ بھی سکول میں انسانی حقوق کے حوالہ سے پروگرام منعقد کیے جائیں۔ طالب علم خوش نظر آرہے تھے اور انہوں نے دلچسپی اور توجہ سے تمام باتیں سُنیں اور سوالات حل کیے اور انہوں نے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اور جب ان میں شرٹس تقسیم کی گئیں تو خوشی کا اظہار کیا۔

(اعجاز اقبال)

لاپتہ طالب علم کی مسخ شدہ نعش برآمد

مہمند ایجنسی مہمند ایجنسی کی تحصیل حلیمزئی بابی خیل کے پہاڑی سے ساتویں جماعت کے طالب علم کی مسخ شدہ لاش برآمد ہوئی۔ افتخار تین روز قبل سکول سے نکلا اور غائب ہوگیا تھا، تحصیل حلیمزئی کے علاقہ بابی خیل کی حدود میں قریبی پہاڑ سے تین روز قبل لاپتہ ہونے والے 16 سالہ افتخار ولد نعمت اللہ سکنہ میل کی مسخ شدہ لاش برآمد ہوئی جس کو نامعلوم افراد نے قتل کرنے کے بعد کھائی میں پھینک دیا تھا۔ پولیٹیکل انتظامیہ نے لاش کو تحویل میں لیکر قانونی کاروائی مکمل کرنے کے بعد لاش ورثاء کے حوالے کردی۔ بتایا جاتا ہے کہ مقتول افتخار 26 ستمبر کو 11 بجے سکول سے نکلنے کے بعد لاپتہ ہوگیا تھا۔ (روزنامہ ایکسپریس)

تعلیمی سہولیات کے بغیر سکول

عمرکوٹ گورنمنٹ ہائی سکول بودر فارم بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ یہ اسکول تحصیل وضلع عمر کوٹ میں واقع ہے۔ اسکول کے ہیڈ ٹیچر محمد الیاس تھیبو کے مطابق سن 1835ء میں قائم ہونے والے تاریخی مڈسکول بودر فارم کو 1988ء میں حکومت کی طرف سے ہائی سکول کا درجہ دے کر عمارت تعمیر کرائی گئی تھی جو مرمت نہ ہونے کی وجہ سے خستہ حال ہوگئی ہے۔ سکول کی چار دیواری بھی ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ عمارت کی خستہ حالی کی وجہ سے زیرِ تعمیر تقریباً چار سو طالب علم خوف کے ماحول میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ 2008ء میں اٹھانوے لاکھ روپے کی لاگت سے نئی عمارت منظور ہوئی تھی لیکن تا حال صرف اس کی بنیاد کا کام ہوا ہے۔ یہ کام بھی ناقص میٹریل سے کیا گیا ہے۔ نئی عمارت کا تعمیراتی کام گزشتہ آٹھ برسوں سے نہ ہونے کی وجہ سے بھی کافی مشکلات کا سامنا ہے۔ سکول میں کمروں اور فرنیچر کی بھی شدید کمی ہے۔ سکول میں راجر تھامس نامی انگریز کی طرف سے اپنے دور میں قائم کی گئی لائبریری کا کمرہ نہ ہونے کے باعث تقریباً 1500 نایاب کتابوں کو لیبارٹری والے کمرے میں رکھا گیا ہے۔ سکول میں زیرِ تعمیر طالبات کی جدا کمروں میں شفٹ سسٹم چلا کر ہر جماعت کو ہفتے میں دو دن تعلیم دی جاتی ہے۔ ہیڈ ٹیچر کے مطابق اس تاریخی سکول کے تمام مسائل کے حوالے سے متعلقہ اعلیٰ حکام کو تحریری آگاہی دی گئی ہے۔

(راجندر کمار)

طالب علم کو قتل کردیا گیا

قلات 27 اکتوبر کو قلات کی تحصیل سوراب طارکی کے مقام پر مسلح افراد نے فائرنگ کر کے دسویں جماعت کے طالب علم نعمت اللہ کو ہلاک جبکہ پتھر مار کر اس کے چچا محمد اکرم کو زخمی کر دیا۔ زخمی کو ہسپتال منتقل کیا گیا۔ ضروری کارروائی کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کر دی گئی تھی۔ پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے ملزمان کی تلاش شروع کر دی ہے۔

(محمد علی)

یونیورسٹی کے قیام کا مطالبہ

جھنگ 2013ء کے عام انتخابات کے موقع پر مسلم لیگ ن کی جانب سے جھنگ میں یونیورسٹی بنانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ 2015ء میں کہا گیا کہ اگلے سال کے مالی بجٹ میں مجوزہ یونیورسٹی کے لئے فنڈز مختص کردیئے جائیں گے لیکن تاحال اس بارے میں عملی طور پر کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ جھنگ جس کے رہائشی ڈاکٹر عبدالسلام کو فزکس کے مضمون میں پاکستان کا پہلا نوبل انعام ملا تھا اور انہوں نے یہ رقم جھنگ کے دو تعلیمی اداروں کو جہاں سے انہوں نے پرائمری اور ثانوی تعلیم حاصل کی تھی عطیہ کردی تھی۔ ضروری ہے کہ جھنگ میں مجوزہ یونیورسٹی کو نوبل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کے نام سے موسوم کیا جائے۔

(قمر زیدی)

طلبہ کا احتجاج

پشاور یونیورسٹی ٹاؤن میں واقع سکولوں کے طلبہ نے تعلیمی اداروں کو منتقل کرنے اور ان کی ممکنہ بندش کے خلاف یونیورسٹی ٹاؤن احتجاجی مظاہرہ کیا، مظاہرین طلبہ نے ہاتھوں میں بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر مختلف نعرے درج تھے۔ اس موقع پر طلبہ کا کہنا تھا کہ وزیر اعلیٰ ان کا مستقبل تاریک ہونے سے بچائیں۔

(روزنامہ آج)

اسکول کی عمارت مرمت کروانے کا مطالبہ

شہداد کوٹ 19 نومبر کو تحصیل سجاول جونیجو کے رہائشی شیراز بھٹو، رشید چانڈیو اور اختیار احمد نے عرضی بھٹو کے گرلز مڈل سکول اور پرائمری بوائز سکول عرضی بھٹو کی مرمت نہ کرنے کے اخلاف احتجاجی مظاہرہ کیا اور پریس کلب کے سامنے بھوک ہڑتال کی۔ شہریوں، والدین اور سکولوں کے بچوں نے احتجاج میں بھرپور شرکت کر کے ایجوکیشن اینڈ ورکس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف فلک شگاف نعرے لگائے۔ اس موقع پر مظاہرین نے میڈیا سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ گرلز مڈل سکول عرضی بھٹو اور بوائز پرائمری سکول عرضی بھٹو کی بلڈنگ کی حالت زبوں ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں بچوں کی زندگیوں کو خطرہ ہے۔ ایجوکیشن اینڈ ورکس ڈیپارٹمنٹ کے افسران کو کئی بار شکایت کی گئی لیکن بلڈنگ کی مرمت کے لیے آئی ہوئی رقم ایجوکیشن اینڈ ورکس ڈیپارٹمنٹس کے انجینئر شوکت شیخ نے ملی بھگت کر کے ہڑپ کر لی ہے اور گرلز مڈل سکول عرضی بھٹو اور بوائز پرائمری سکول عرضی بھٹو کی مرمت نہیں کرائی۔ انہوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر مرمت کرا کر بچوں کو کسی خوفناک حادثے سے بچایا جائے۔

(شہداد کوٹ)

چار دیواری نہیں

چمن پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے رہنما محمد یوسف خان اچکزئی نے ایچ آر سی پی کے نامہ نگار کو بتایا کہ چالیس سال پہلے قائم شدہ پرائمری سکول کلی عبداللہ خان دامان چمن چار دیواری سے تاحال محروم ہے جس کے باعث سکول کے عمارات حیوانات سے محفوظ نہیں۔ دن کو بچے سکول پڑھتے ہیں اور رات کو جانور پناہ لیتے ہیں۔ انہوں نے جہد حق کی توسط سے حکومت سے اپیل ہے کہ سکول کے لئے چار دیواری کی منظوری دی جائے۔

(محمد صدیق)

ٹیچر کے بغیر اسکول

چمن چمن کے محلہ حاجی کرم کاکوزئی گھوڑا ہسپتال روڈ چمن میں نیا گورنمنٹ پرائمری سکول قائم کیا گیا ہے لیکن کوئی استاد تعینات نہیں ہے۔ مقامی لوگوں نے کئی دفعہ محکمہ تعلیم کے ضلعی حکام کو آگاہ کیا ہے مگر تاحال اس مسئلے کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ محکمہ تعلیم کے حکام نے نوٹس لینے کی اپیل کی ہے۔

(نامہ نگار)

سکول کے قیام کا مطالبہ

چمن کاکوزئی قومی اتحاد کے مرکزی چیئر مین حاجی عبداللہ کاکوزئی، عبدالحنان کاکوزئی محمد اکرم کاکوزئی، خلیل احمد کاکوزئی اور حبیب الرحمان کاکوزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے نامہ نگار کو بتایا کہ چمن شہر کے سب سے بڑے محلہ حاجی اللہ محمد کاکوزئی میں کوئی تعلیمی ادارہ نہیں ہے جس کے باعث علاقے کے بچے تعلیم کے حصول سے محروم ہیں۔ وہ 2003ء سے کوششوں میں مصروف ہیں لیکن تاحال کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ انہوں نے جہد حق کی وساطت سے محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے سکول کے قیام اور منظوری کی اپیل کی ہے۔

(محمد صدیق)

سکول ملازم پر تشدد

لکی مروت لکی مروت کے نواحی علاقے کوٹکہ اطلس خان میں مستورات کے تنازعہ پر سکول کی ملازمہ پر تشدد اور فائرنگ کے الزام میں متعدد ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ مدعی فرہادہ شرین بیوہ دل نواز نے مقدمہ درج کرتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ گزشتہ روز کوٹکہ اطلس خان میں مستورات کے تنازعے پر ملزمان سردار نواز عارف نواز اور عابد نواز نے اسے گالیاں دیں اور فائرنگ بھی کی۔ اس دوران بیچ بچاؤ کرانے والے راہگیر شعیب نواز کو بھی ملزمان نے بیلچے مار کر شدید زخمی کر دیا۔ وقوعہ 23 نومبر کو پیش آیا تھا۔

(محمد ظاہر شاہ)

سکول ٹیچر کا تشدد

گوجرہ گوجرہ کے نواحی گاؤں 95ج ب کے صدیق نے دعویٰ کیا کہ اس کا نو سالہ بیٹا عمر فاروق گاؤں کے گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول میں پنجم کا طالب علم ہے۔ اسے خاتون ٹیچر نے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ ی۔ صدیق نے پولیس کو کارروائی کے لیے درخواست دے دی ہے۔ واقعہ یکم دسمبر کو پیش آیا تھا۔ (اعجاز اقبال)

''اسکول میں جمہوریت اور انسانی حقوق کی آگہی کا منصوبہ'' کے عنوان سے تقریب کا انعقاد

ٹوبہ ٹیک سنگھ 27 اکتوبر 2016 کو ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک غیر سرکاری اسکول کانونٹ آف جیز ز اینڈ میری سکول میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی جانب سے ''اسکول میں جمہوریت اور انسانی حقوق کی آگہی کا منصوبہ'' کے عنوان سے ایک تقریب منعقد کی گئی۔ ادارے اور پروگرام کا تعارف ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے کوآرڈینیٹر اعجاز اقبال نے کروایا۔ اس کے بعد ہیومن رائٹس کمیشن کے ممبر آکاش اشفاق نے ریسورس پرسن کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے طلبہ طالبات کو جمہوریت اور انسانی حقوق کی تاریخ اور ان کے مابین رشتے پر تفصیل سے بتایا۔ بعد ازاں طلبہ کو 20 سوالات پر مشتمل سوالنامہ دیا گیا جس میں بچوں نے انتہائی دلچسپی سے حصہ لیا اور سوالات کے جوابات لکھے اور کہا گیا کہ وہ خود ہی سوال نامے میں اپنی مارکنگ کریں۔ اس کے بعد طلبہ و طالبات کو جوابات بتانے شروع کیے تو طلبہ و طالبات نے خود ہی درست جواب بتانے شروع کر دیے، اور سوالنامے کے سارے جوابات 95% درست تھے۔ اس کے بعد قرعہ اندازی کے ذریعہ شرٹس تقسیم کی گئیں اور پروگرام میں حصہ لینے والے تمام طلبہ واساتذہ کو ریفریشمنٹ دی گئی۔

سکول انتظامیہ کے جانب سے انسانی حقوق کی اس تقریب کو بہت پسند کیا گیا اور کہا گیا کہ آئندہ بھی سکول میں انسانی حقوق کے حوالہ سے پروگرام منعقد کیے جائیں۔ طلبا نے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

(اعجاز اقبال)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

وکیل پر پولیس اہلکاروں کے تشدد کے خلاف مظاہرہ

بنوں بنوں کے وکلاء نے وکیل اور اس کے موکل پر سفید کپڑوں میں ملبوس صدر پولیس اہلکاروں کے تشدد کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ ایس ایچ او سمیت پولیس اہلکاروں کی معطلی کیلئے 24 گھنٹے کی ڈیڈ لائن دی اور عدالتوں کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ بنوں کے وکلاء احتجاجی جلوس لیکر صدر پولیس اسٹیشن گے جہاں بنوں بار ایسوسی ایشن کے صدر وسیم خان اور دیگر رہنماؤں نے کہا کہ ڈسٹرکٹ بار کے وکیل نصیب الرحمٰن اپنے موکل کی پیشی بھگت کر گاؤں جا رہے تھے کہ سلامی چوک نزد تھانہ صدر مین روڈ پر سفید کپڑوں میں ملبوس پولیس اہلکاروں نے وکیل اور اس کے موکل کو گاڑی سے اتار کر شدید زدوکوب کر کے کالی ٹوپی پہنائی اور تھانہ لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ 24 گھنٹے کے اندر ایس ایچ او کو پولیس اہلکاروں سمیت معطل نہ کیا گیا تو احتجاج کا دائرہ کار پشاور ہائی کورٹ تک بڑھائیں گے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

طلباء گرفتار، حوالات میں تشدد

مردان پولیس نے طلباء کو آوارہ گردی کے الزام میں گرفتار کر کے مبینہ طور پر تشدد کا نشانہ بناڈالا اور رات بھر حوالات میں پنکھے کے نیچے بٹھائے رکھا۔ واقعہ کے خلاف شہریوں میں شدید اشتعال پھیل گیا۔ علاقہ کے عوام نے تشدد میں ملوث پولیس اہلکاروں کو معطل کرنے اور قرار واقعی سزا دلوانے کا مطالبہ کیا۔ بصورت دیگر پیر کے روز احتجاج کیا جائیگا۔ ہفتہ کی شام ہنگامی پریس کانفرنس کرتے ہوئے ضلع کونسل کے رکن اقتدار خان اور مسلم لیگ (ن) کے ڈپٹی سیکرٹری سعید اکبر نے متاثرہ طلباء کے ہمراہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے بتایا کہ کینال روڈ مستری آباد کے رہائشی آئی ایس ایف اور آئی جے ٹی کے طلباء شہباز، عباس، محمد عباس، محمد طاہر، اعتزاز اور عابد علی کے ہمراہ ایک دوست کی شادی میں شرکت کے بعد چنگ چی رکشہ میں واپس جا رہے تھے کہ پولیس حوالدار خان زیب اپنے دیگر اہلکاروں کے ہمراہ انہیں روک کر تلاشی لی اور بعد ازاں تھانہ ہوتی لے جا کر تشدد بنایا اور مُضیں اتر وا کر رات بھر حوالات میں پنکھے کے نیچے بٹھایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ پولیس نے طلباء سے ایک لائسنس یافتہ پستول بھی غائب کر لی ہے۔ اس موقع پر ضلع کونسل کے رکن نے کہا کہ وہ طلباء کی رہائی کیلئے تھانہ گئے لیکن ایس ایچ او نے طلباء کو مچلکے پر رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے آئی جی پی، ڈی آئی جی مردان اور ڈی پی او مردان سے مطالبہ کیا ہے کہ واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرتے ہوئے ملوث اہلکاروں کو معطل کیا جائے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

پولیس اور مقامی با اثر افراد کے خلاف مظاہرہ

عمرکوٹ یکم دسمبر کو تحصیل وضلع عمرکوٹ کے گوٹھ عالم پلی کے رہائشی بھیل برادری کے مردوں اور عورتوں نے با اثر اور پولیس کی زیادتوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر ساجن بھیل نے اپنی بیوی اور دیگر اہل خانہ کے ہمراہ بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ تین دن قبل میری بیوی مرچوں کے کھیت میں چنائی کر رہی تھی کہ علاقے کے با اثر زمینداروں نے اسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ بیوی کی طرف سے مزاحمت کرنے پر سخت تشدد کا نشانہ بنایا اور کپڑے بھی پھاڑ دیئے۔ بیوی کی طرف سے چلانے اور مدد کے لیے پکارنے پر میں اور میری والدہ وہاں پہنچے تو انہیں بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جس کے بعد زمیندار کے حواریوں نے اسے پکڑ کر اوطاق کے کمرے میں قید کر کے تشدد کا نشانہ بنایا جس کے بعد گوٹھ کے دیگر افراد کی منت سماجت اور مداخلت کے بعد بڑی مشکل سے اسے آزاد کیا گیا۔ با اثر زمیندار کیس درج کرانے کی صورت میں میری بیوی کو اغوا کرنے اور گوٹھ سے بیدخل کرنے سمیت قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ جس کے باعث وہ خوف میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ انہوں نے متعلقہ اعلیٰ حکام سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ معاملے کا نوٹس لے کر ملزموں کے خلاف مقدمہ درج کر کے انہیں تحفظ اور انصاف فراہم کیا جائے۔

(اوکھو منروپ)

لیویز فورس کے حوالدار کو قتل کر دیا گیا

بنوں بکا خیل میں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے لیویز فورس کے حوالدار جاں بحق ہو گیا جبکہ حملہ آور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ 28 نومبر 2016 کو بنوں کے علاقہ بکا خیل میں واقع منڈی بکا خیل کے قریب مسلح موٹر سائیکل سوار نقاب پوشوں نے لیویز فورس کے حوالدار نورزمان ولد قسمت خان ساکن نرمی خیل بکا خیل پر فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا اور موقع واردات سے فرار ہو گئے۔ بکا خیل پولیس کو مقتول کے بھائی نائیک زمان نے بتایا کہ ہم گاڑی میں سوار ہو رہے تھے کہ موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کی۔ پولیس نے مقتول کے بھائی کی رپورٹ پر نامعلوم ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا تھا۔

(روزنامہ مشرق)

شہری پر پولیس کا تشدد

ڈیرہ اسماعیل خان آر پی او ڈیرہ نے نوجوان شہری پر بہیمانہ تشدد کا نوٹس لیتے ہوئے ایس ایچ او کینٹ اور انچارج انوسٹی گیشن کینٹ سمیت تین اہلکاروں کو معطل کر کے لائن حاضر کر دیا۔ 20 نومبر کو نوجوان امتیاز علی سکنہ بستی گائیوالی جو پی ٹی آئی کا کارکن تھا کو چوری کے الزام میں پولیس نے اس وقت گرفتار کیا جب وہ پی ٹی آئی کی محکمہ تعلیم سے متعلق بنائی گئی کمیٹی کے انچارج سمیع اللہ برکی کے ہمراہ تھانہ کینٹ گیا تھا، پولیس نے مذکورہ شہری کو تین روز آر آئی یو تھانہ میں قید رکھا اور انتہائی بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا۔ ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق پولیس تشدد کا نشانہ بننے والے امتیاز علی کے کچھ اعضاء کام نہیں کر رہے۔ اس کی اطلاع صوبائی وزیر مال علی امین خان گنڈہ پور کو دی گئی انہوں نے آئی جی سے بات کی تو انہوں نے آر پی او ڈیرہ شیر اکبر کو اس واقعہ کی فوری انکوائری کا حکم جاری کیا۔ انکوائری کے بعد ایس ایچ او کینٹ انسپکٹر ضیاء اللہ، انچارج شعبہ تفتیش تھانہ کینٹ کاشف ستار اور اے ایس آئی عبدالغفار کو معطل کر کے لائن حاضر کر دیا گیا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

پولیس اہلکاروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ

کمالیہ کمالیہ کے تاجر پر تشدد کرنے والے پولیس اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج نہ ہونے پر انجمن تاجران نے چیچہ وطنی روڈ بلاک کر کے احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں مختلف سیاسی وسماجی تنظیموں کے رہنما اور کارکن بھی شریک ہوئے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ تھانہ سٹی کے سابق ایس ایچ او ندیم جٹ نے ماتحت ملازمین کے ہمراہ محلّہ چڑھ سے کچھ افراد کو گرفتار کیا تا ہم اس دوران پولیس نے ایک مقامی تاجر زاکت علی کو بھی بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جس سے ان کا باز و ٹوٹ گیا تھا۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کمالیہ نے پولیس اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا لیکن سٹی پولیس ملزمان کو بچانے کے لیے لیت ولعل سے کام لے رہی ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ملزمان کے خلاف کارروائی نہ ہونے پر پورے شہر میں شٹر ڈاؤن ہڑتال کریں گے۔

(اعجاز اقبال)

جہدحق پڑھنے والوں کے خطوط

جماعت احمدیہ کے خلاف ملک گیر تحریک کے اعلان کا نوٹس لیا جائے

دبوہ ’تحریک لبیک یارسول اللہؐ‘ کے بانی پیر محمد افضل قادری اور سرپرست اعلیٰ خاص حسین رضوی کی طرف سے ڈالمیال ضلع چکوال کے سانحہ کے پس منظر میں ملک بھر میں ’تاجدار ختم نبوت‘ کے تحت 16 دسمبر سے افراد جماعت احمدیہ کے خلاف بے بنیاد الزامات عائد کر کے مظاہروں اور ملک گیر تحریک چلانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ امر قابل ازیں آپ کے علم میں ہے کہ 12 دسمبر، بارہ ربیع الاول کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ہزاروں افراد پر مشتمل ہجوم نے احمدیہ بیت الذکر ڈالمیال ضلع چکوال پر حملہ کر دیا۔ پتھراؤ اور فائرنگ کا سلسلہ کئی گھنٹے جاری رکھا۔ جس کے نتیجے میں ایک احمدی بزرگ جناب خالد جاوید صاحب بعمر پینسٹھ سال کی دل کا دورہ پڑنے سے وفات ہوگئی۔ مذکورہ جلوس نے پولیس کی موجودگی میں احمدیہ بیت الذکر میں داخل ہو کر تمام سامان کو آگ لگا دی اور وہاں موجود دیگر احمدی بمشکل جان بچانے میں کامیاب ہوسکے۔ اب اس گروہ کی بھرپور کوشش ہے کہ اس نوعیت کی کارروائیوں کو ملک بھر میں پھیلایا جائے۔ منسلکہ اشتہار بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اعلان کے مطابق مختلف شہروں میں افراد جماعت احمدیہ کے خلاف جلوس وغیرہ نکالنے کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ خدانخواستہ بہت بڑے طوفان کا سبب بن سکتا ہے اور کوئی بڑا سانحہ رونما ہوسکتا ہے۔ ان حالات میں پیش بندی کی غرض سے درخواست ہے کہ ان عناصر کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جائے اور اس احتجاج کو روکا جائے۔ (سلیم الدین)

سیوریج کا ناقص بندوبست

بصیرپور سٹی روڈ بصیرپور پر بارش کے دوران کئی کئی فٹ پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔ شہریوں اور ٹریفک کی آمدورفت معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور مقامی دکانداروں کا کاروبار بھی متاثر ہوتا ہے۔ مزید برآں، درس روڈ بصیرپور پر سیوریج لائنوں کی بندش کی وجہ سے سیوریج کا پانی سڑک پر بہتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ اس سڑک پر گزرنے والے شہریوں اور ٹریفک کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ مقامی شہریوں نے مذکورہ مسائل کے حلے کے لیے ڈی سی اوکاڑہ کو متعدد درخواستیں دی ہیں مگر تاحال معاملے کا نوٹس نہیں لیا گیا۔ (اصغر حسین حماد)

تنخواہوں کی ادائیگی کا مطالبہ

شہداد کوٹ 19 نومبر کو تحصیل میروخان کی یونین کونسل بھرام کے ٹیچرز کی تنظیم ’گسٹا‘ کی طرف سے اکاؤنٹ آفیسر قمبر شہداد کوٹ کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ مظاہرین نے شہر کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے پریس کلب کے سامنے بھوک ہڑتال کی جس میں شہریوں اور ٹیچرز نے بڑی تعداد میں شرکت کی، اس موقع پر ’گسٹا‘ رہنماؤں عنایت حسین بروہی، ڈی ایم بروہی اور حافظ نیاز حسین نے میڈیا سے باتیں کرتے ہوئے کہا ہے کہ قمبر شہداد کوٹ ضلعی اکاؤنٹ آفیسر نے ٹیچرز سے ان کی تنخواہوں کی ادائیگی کے عوض رشوت طلب کی ہے۔ رشوت نہ دینے پر ٹیچرز کی تنخواہ بند کر کے انہیں نوکری سے فارغ کرنے کی دھمکیاں دی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا متعلقہ آفیسر کی وجہ سے ان کے بنیادی حقوق متاثر ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مطالبات منظور ہونے تک احتجاج جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے۔ (ندیم جاوید)

لیڈی ہیلتھ ورکر کا احتجاج

صوابی صوابی کی رہائشی لیڈی ہیلتھ ورکر مسرت بیگم نے تنخواہ نہ ملنے پر خودسوزی کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ سروس ٹریبونل اسے انصاف کی فراہمی میں معاونت کرے بصورت دیگر وہ خودسوزی پر مجبور ہو جائے گی۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے گھر کی واحد کفیل ہے اور کئی سالوں سے تنخواہ نہ ملنے کے باعث فاقوں پر مجبور ہے۔ پشاور پریس کلب میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا کہ وہ دشمنی کے باعث ایک واقع میں شدید زخمی ہوگئی تھی۔ بااثر شخصیات کی جانب سے اس کے خلاف محکمانہ کاروائی کی گئی۔ انہوں نے صوبائی وزیر صحت شہرام ترکئی اور انسانی حقوق کی تنظیموں سے اپیل کی ہے کہ اس کی دادرسی کی جائے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

محکمہ ہیلتھ کے ملازمین کی تنخواہیں ادا کی جائیں

میرپور آزاد کشمیر نیوسٹی ٹیچنگ ہسپتال لاہور کے ملازمین کو گزشتہ سات ماہ سے تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں۔ منگلا ڈیم اپ ریزنگ پروجیکٹ جو کہ ڈیم کو توسیع دینے کے سلسلے میں نیوسٹی متاثرین کے لیے شروع ہوا۔ جس میں قائم نیوسٹی ٹیچنگ ہسپتال کا افتتاح 2011ء میں موجودہ وفاقی وزیر عابد شیر علی نے کیا۔ یہ ہسپتال چالیس ہزار آبادی کے لیے واحد ہسپتال ہے۔ جو کہ تقریباً بیس کنال رقبہ اور دو سو بیڈ پر مشتمل ہے اور چوبیس گھنٹے ایمرجنسی سروس فراہم کر رہا ہے۔ جس میں میڈیکل سپیشلسٹ، سرجیکل سپیشلسٹ ای این ٹی سپشلسٹ، چائلڈ سپشلسٹ، گائنا کالوجسٹ، ریڈیالوجسٹ اور کوالیفائیڈ سرجن چوبیس گھنٹے خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور وہاں تعینات 108 ملازمین سات ماہ سے تنخواہوں سے محروم۔ ہم جہدحق کی وساطت سے ارباب اختیار وزیر اعظم آزاد کشمیر، وزیر صحت، سیکرٹری صحت، اور ڈائریکٹر جنرل صحت، تک اپنے مطالبات پیش کرتے ہیں کہ ہسپتال کے ملازمین کو مستقل کیا جائے اور انہیں تنخواہوں کی ادائیگی کی جائے۔

(سجاد حسین ایکسرے ٹیکنیشن نیوسٹی ٹیچنگ ہسپتال، لاہور)

سڑک کی تعمیر کا مطالبہ

اوکاڑہ شہر کی اہم ترین سڑک بینظیر ایونیو روڈ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ سڑک پر جگہ جگہ گڑھے پڑ چکے ہیں جس کی وجہ سے ٹریفک جام رہتی ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو سڑک پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی مشکلات میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ شہریوں نے مسئلہ کے حل کے لیے ڈی سی او اوکاڑہ کو متعدد درخواستیں دی ہیں۔ تاہم سڑک کی مرمت کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔

(اصغر حسین حماد)

نادرا مرکز قائم کرنے کا مطالبہ

بصیر پور قصبہ منڈی احمد آباد کی آبادی ایک لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس قصبہ میں محکمہ نادرا نے اپنا کوئی کوئی مرکز قائم نہیں کیا ہے۔ مقامی شہریوں کو شناختی کارڈ بنوانے کے لیے دیپالپور یا حجرہ شاہ مقیم جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اضافی اخراجات بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ مقامی شہریوں نے منڈی احمدی آباد قصبہ میں شناختی کارڈ کے مرکز کے قیام کے لیے چیئرمین نادرا اسلام آباد کو متعدد درخواستیں دی ہیں۔ شوکت علی قادری نے بتایا کہ قصہ منڈی احمد آباد میں شناختی کارڈ کے مرکز کی عدم موجودگی کی وجہ سے مقامی شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ مقامی شہریوں کو شناختی کارڈ کے بنوانے کے لیے حجرہ شاہ مقیم اور دیپالپور کا رخ کرنا پڑتا ہے جہاں انہیں لمبی لمبی قطاروں میں لگ کر اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ انچارج ”نادرا“ دفتر دیپالپور محمد سمیع نے بتایا کہ قصبہ منڈی احمد آباد میں ’نادرا‘ کے دفتر کے قیام کی کوئی تجویز زیرغور نہیں ہے۔

(اصغر حسین حماد)

Recommendations for civil society organisations

1. Workers' organizations with a national reach and character should be more engaged with local level labor unions in high-risk industries to play their role in preventing disasters, by bringing pressing issues to attention of the authorities and the larger civil society.

2. CSOs must recognize their role in keeping the spotlight at the Gadani disaster with a view to ensure that perpetrators of all acts of commission and omission that contributed to the loss of life and injuries are held accountable.

3. Civil society organizations must play a more active role in preventing disaster by prioritizing their attention and advocacy efforts to ensure occupational health and safety. These efforts need to be collaborative and must take into account the fractures among the ranks of workers because of devolution of labor as a legislative subject to the provinces.

4. Civil Society organizations should take it upon themselves to regularly report on ship breaking activities at Gadani, especially with regard to occupational health and safety and the environment.

centre and one fire truck. All ambulances for the victims were sent from Karachi and fire trucks came from Hub and Karachi. There is no functional medical facility and no capacity in the area to treat burn injuries. The navy deployed two helicopters to combat the fire. Firefighters from Gadani, Hub and Karachi battled the flames for three days. It is unclear whether the fire subsided as a result of their efforts or after consuming all that it could burn on the vessel.

The disaster highlighted grave institutional and systemic deficiencies in the areas of environment, workers' health, working conditions and rescue capabilities. The fact-finding mission found that a number of measures could have averted the disaster or minimized its scale. The HRCP team formulated the following recommendations:

Recommendations for the federal government

1. Amid the challenges in establishing the whereabouts of victims of the disaster and their families, many of whom are not residents of Balochistan, federal authorities should coordinate efforts to identify and compensate the victims and their families.

2. The gaps that enable some industries to escape all meaningful regulation aimed at ensuring workers' rights and well-being must be addressed in consultation with the provinces in question.

3. The provincial authorities must be consulted on occupational health and safety issues where they think they lack the capacity and expertise and the same should be arranged for them. They should be assisted in ensuring that appropriate rescue and healthcare facilities commensurate with the level of risk in industries such as ship-breaking are in place.

4. Ship breaking must urgently be given a clear legal status as an industry and the ministry responsible for regulating the industry must be specified to prevent such disaster in the future.

5. The operations at Gadani should not be resumed until the legal status of the ship breaking industry is resolved and the Balochistan Government has developed and implemented a comprehensive occupational health and safety framework.

Recommendations for Balochistan government

1. The provincial authorities need to conduct an occupational health and safety audit of high-risk industries through independent and respected experts. Clear terms of reference must be developed and shared with all stakeholders to identify short- medium- and long-term disaster response strategies.

2. The required fire-fighting capacity and equipment must be provided at the Gadani shipyard on priority. Such measures must not be undermined by bureaucratic hurdles or on account of delay in sanction of resources.

3. A robust health facility, particularly one with a burn centre, should be established at Gadani on priority.

   Overall funds and capacity of the Balochistan Development Authority (BDA) and Balochistan Environment Protection Agency (BEPA) need to be improved. A properly equipped and resourced BEPA office should be opened at Gadani to facilitate oversight.

pressured into starting the work without delay. It appears that the workers agreed to do that because they feared loss of income. They believed that dismantling ships, irrespective of the working environment, was their only option to earn a living and they were not in a position to make demands about the working conditions.

The firefighters on the site, and other witnesses confirmed that the fire originated somewhere in the bottom chambers of the vessel, inside or near the fuel chambers of the oil tanker, where workers were using the welding torch, colloquially called gaslight, to dismantle the ship.

Shipbreaking workers, union leaders and two engineers explained to the HRCP team that if a ship was not cleaned properly before work began, oil sludge remained at the bottom of the ship, often emitting flammable, noxious gases. They explained that the welding torch uses purified oxygen to fuel the flame to pierce the metal of the ship. Although no one from the bottom chambers of the ship lived to tell the tale, the recurring conjecture was that the immediate blast was the result of a worker accidentally dropping a gaslight into the oil-water-gas sludge at the bottom of the discarded ship. There was no safety equipment or strapping that could prevent the gaslight from falling in.

Gaps in infrastructure

The disaster-related infrastructure at Gadani consists of one poorly equipped rural health

The process

The Balochistan Labor Department is responsible for inspection of vessels at Gadani in order to ensure that they are safe for the dismantling work to begin.

As per the managers of Balochistan Development Authority, corroborated by the Balochistan Environment Agency, the process through which a ship is approved for breaking after arriving in Pakistan usually takes around a month.

They explain the process as follows:

- The Customs Department must inspect and give an NOC to any vessel reaching Pakistani waters for dismantling at Gadani. The department's job is to ensure that no illegal substance is being brought into Pakistan aboard the vessels.

- After verifying the Customs NOC, the Balochistan Environment Protection Agency (BEPA) has to inspect the vessel and conduct various tests to ensure that there is no fire hazard or risk of other potential damage to the environment per Pakistani law before issuing an NOC.

- Both these NOCs have to be brought to Balochistan Development Authority, which determines and collects the requisite provincial and federal taxes and issues its own NOC, clearing the way for the ship-breaking work to commence.

recourse. Workers of Siraiki origin are mostly technicians and the Baloch are mostly munshis or serve on clerical posts. Since the workers come to Gadani without their families and are generally not regular residents of the area, the local social fabric has remained largely detached from the effects of the disaster, and the ship-breaking enterprise generally.

Ambiguity on numbers

There is no clarity even to this day about precisely how many workers were aboard the ship when the fire started. Many workers and police told the HRCP teams that a preliminary attendance of skilled workers had been taken by the contractor before they boarded the ship. According to that list, there appeared to be at least 100 workers on board. However, by most accounts, this was not an exhaustive list and there were other workers on the ship, including unskilled workers. Their attendance data was still on the ship when the fire erupted. Many workers called official casualty figures inaccurate; some stating that there might have been 80 fatalities, not 28.

Contractual arrangements

Ship breaking work at Gadani is organized on a contractual basis. The ship owner's management engages several contractors, each of whom is responsible for a particular job or area of work. The contractor hires the workers and sometimes further sub-contract the work. The contractor engaged for dismantling MT ACES had expired in the fire and his main assistant was not even sure about how many sub-contractors or teams were supposed to be working on the ship at the time when the fire started.

It appears that the contractor engaged to dismantle the vessel had been promised more work in the future if he could ensure that the ship was broken down within 45 days. The prescribed procedures for draining the vessel of fuel and other inflammable substances had not been followed and workers' attempt to cut though the fuel tank with a welding torch had started the fire. Many workers said the procedures for draining the vessel of fuel were usually ignored in the ship-breaking industry in Pakistan and there had been no attempt to enforce them at Gadani.

"They owners of the vessel called the contractor while he ate dinner at the dhabba with us. They said 'kisi bhi haal main kal batti lagao, warna nikal jao' (you either begin welding work to dismantle the vessel tomorrow or leave the premises)." – An elderly ship-breaking labourer at Gadani

The cause of the fire

The exact number of the workers killed, injured and unaccounted for has been difficult to establish because of a lack of proper record of the workers onboard when the fire started.

Many of the workers had died in the fire. Some had jumped in the water to escape the blaze but died because they did not know how to swim. Some of the surviving workers said that the vessel ship had not been properly cleaned, and that there was oil and gas inside the ship when the work was started.

Some of the workers narrated that they knew it was illegal (as per the Balochistan Environment Protection Act, 2012) to start dismantling a ship before it was properly cleaned of all possible fire hazards and granted a no-objection certificate (NOC). However, they said that they had been

ascertain what led to the disaster and what could have been done to prevent the disaster or minimize its impact. The visiting teams met representatives of ship owners, ship-breaking contractors, workers, union representatives, injured victims, their families, rescue workers, medical and technical experts, government representatives and security officials. Members of the fact-finding team also visited the hospitals where the casualties from the incident were taken. Some of the main findings based on interviews and other information received during related meetings are presented below.

Top ship-breaking destination

Pakistan is one of the five main ship-breaking destinations in the world; alongside Bangladesh, India, China and Turkey. Pakistan ranks fourth in the global comparison, in terms of scrapped volume as well as in absolute number of ships recycled. As per Pakistan Ship Breaking Association (PSBA), Gadani contributes an overwhelming proportion of scrap metal used by Pakistan's steel industry. According to the PSBA, the industry pays taxes in the vicinity of PKR 5 billion annually, out of which 30% go to the provincial government of Balochistan. According to Balochistan Development Authority (BDA) officials, on average 60 to 70 vessels are beached at Gadani. According to them, 130 vessels were beached at Gadani in 2016. The BDA officials state that the vessel in question had reportedly not gone through any of the requisite processes and obtained no clearance declaring the vessel fit for the breaking work to begin.

The workforce

Gadani's proximity to Karachi (51 km) and Hub (33 km), where there is a surplus of labour, translates into employment opportunities for workers in both cities.

Demographically, roughly 80% of the workers engaged in hard labor engaged in the Gadani ship-breaking industry are Pakhtun and around 10% are workers of Bengali origin, mainly irregular immigrants. Another 5% are workers from Siraiki-speaking areas of Punjab and the rest are from Balochistan. The Bengali workers are generally the most poorly paid and the worst treated because of their hazy legal status and general discriminatory practices towards them. This results in them having little social, political or legal

Horror stories from a ship-breaking yard

From the mining to the industrial sectors, the frequency of fatal and other serious work-related accidents has been a testament to the state of health and safety of workers in the country.

Workers' representatives and civil society organisations have consistently stated that these are anything but accidents. They blame businesses, preferring profit over workers' safety, and state mechanisms' failure to introduce and implement health and safety requirements in the workplace. This leads to workers dying or suffering serious injury in the work environment.

Although the loss of life because of unsafe working conditions is unfortunately far too common, sometimes disasters of a wholly different scale force people to look at workers' safety issues more closely.

The massive fire aboard a ship, being dismantled at Gadani Shipbreaking Yard, in Balochistan, in early November was indeed that disaster of a different scale.

The vessel in question, a midsized crude oil tanker named MT ACES, built in 1982, had arrived at Gadani on 22nd October 2016. On 1st November 2016, the first day of dismantling work on the vessel, a massive explosion occurred when workers were cutting the oil tanker. At least 28 workers were confirmed dead, and 58 were injured as a result. To this day, there is not a consensus on the final death toll. The fire raged for three days and despite much effort by the civilian and military firefighting machinery it has been suggested that the fire eventually died down after consuming all that could burn on the stricken vessel.

Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) fact-finding teams visited Gadani twice to

Ahmadi place of worship in Chakwal district by a Muslim mob. The team learned that the incident, which took place in village Dualoimal, Chakwal, had roots which date back to 1996 when a dispute regarding the place of worship first erupted. A Canadian-Pakistani who often visited Pakistan was alleged to be one actor instigating the Muslim villagers to take control of the Ahmadi worship place and use it as a mosque. A case regarding the disputed premises has been pending in the Lahore High Court (LHC) for nearly five years and the next hearing is due in January 2017.

On the day of the incident, December 12, a mob of hundreds of people, which later swelled to a couple of thousands, surrounded the place of worship with around 40 to 50 worshippers inside. The worshippers managed to leave the premises, after which a fire was started there and furniture destroyed. One of the worshippers died of a heart attack later.

The Ahmadi community has reported that a few days before the incident, appeals and provocative messages via mosque loudspeakers were made by Muslim clerics during a milaad conference in Dualoimal regarding the ownership of the disputed place of worship.

After these provocative announcements and a week before the incident occurred, the Ahmadi community had requested security and notified the Chakwal District Coordination Officer (DCO) and the Punjab Chief Minister in writing about their apprehensions of a possible attack on the Ahmadi community.

The letter mentioned the apprehension that on “December 12, 2016 the procession of Eid Milad un Nabi (Peace Be Upon Him) may endanger the life and property of Ahmadis. This would lead to a law and order problem in the village.”

The letter called for taking “adequate measures to protect the life and properties and worship places of Ahmadi community.”

THE HRCP fact-finding team noted that the First Information Report (FIR), lodged by a local police officer, stated that the place of worship was in possession of the Ahmadi community and the Eid Milad ul Nabi procession had deviated from the route that was permitted by the authorities and forcibly entered the worship pace. The FIR also stated that the police officers tried to stop the mob but failed because their numbers were no match for those of the mob. It was only when the army was deployed that the mob dispersed.

Whatever the reason, it is clear that despite the advance notice about security concerns, the local administration failed to take appropriate measures to protect the Ahmadi community from violence. Mob violence, following provocative appeals from mosque loud speakers, has not been an uncommon ploy to gain control of places of worship of Ahmadis.

The attack on the place of worship appeared to be pre-planned and the Eid Milad un Nabi procession appeared to have been used as a means towards an end. The premises has since been sealed by the order of the District Coordination Officer (DCO) and Section 144 of the PPC imposed.

The two incidents constitute a failure on the part of the authorities to ensure protection of citizens' rights enshrined in the Constitution and under international human rights law. It is doubly frustrating when such denial occurs at the hands of agents of the state. They also reflect the government's limited capacity and will to investigate or prosecute the perpetrators of violence against the religious minorities, which has allowed a climate of impunity and intimidation to continue.

It is vital that a full inquiry be conducted into the circumstance of the raid at Rabwa and ascertain whether the heavy-handed tactics employed were part of the directions from above or at the initiative of the raiding party itself.

A separate probe must look closely into the mob attack on the Chakwal worship place and determine why appropriate action could not be taken to prevent the attack despite prior alerts to the authorities.

Matters of faith and role of state and non-state actors

Incremental intolerance towards minority religious groups has unfortunately not been an uncommon occurrence in the country in recent years. Such intolerance has been exemplified by faith-based intimidation and downright violence against religious minority communities.

Some communities have been at the receiving end more than the others. Ahmadis constitute one such community. Two recent incidents in December, a raid on the offices of an Ahmadi publication in Rabwa and an attack on an Ahmadi place of worship in Chakwal, help understand how Ahmadi citizens are treated both at the hands of those tasked with their security as well as the zealots.

The raid

In early-December, Punjab Counter Terrorism Department (CTD) raided on the office of a publication for the Ahmadi community in Rabwa.

The raid was apparently connected with the publication of magazines printed by the Ahmadi community for Ahmadi citizens. As reported in the media, the Ahmadi magazines had been banned in December 2014 by the Punjab government and the Lahore High Court (LHC) had granted a stay order in June 2015, after which no new order had been made in this regard.

Around 16 heavily armed uniformed policemen, and another 12 in civil clothes came in three police vans and forced their way into the offices of the Ahmadi publication. They went to the publishing office on the second floor where they arrested four staff members. They also booked five others in an FIR registered under sections 298-B, 298-B(a), 298-C of the Pakistan Penal Code (PPC) and 9-II(w) of Anti-Terrorism Act. The security guard was reported to be beaten and had to be rushed to hospital for treatment.

The CTD raid appeared to be a violation of an LHC order, directing that “no coercive measures shall be adopted against the petitioner until the next date of hearing”. As far as the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) could gather no new order had been made in this regard.
Subsequent media reports have highlighted that although the raid was reportedly conducted on a complaint, the complainant party was not named. However, the Facebook page of a religious group claimed that the CTD had conducted a raid on its complaint.

HRCP has publicly expressed its concern over the manner in which the raid was conducted. HRCP noted that there was no reason to jostle and rough up four people who were arrested. The raiding party apparently had no warrant. In any case, none was shown despite specific requests. No receipt was given for laptop and desktop computers, mobile phones, office papers and books that the raiding team took away. The CTD team also disconnected several security cameras installed around the building.

HRCP has stated that it was for the CTD and the provincial authorities to explain why a raid against peaceful, unarmed citizens needed to be heavy-handed and why were those taken into custody were mistreated.

Attack on the worship place

An HRCP team conducted a fact-finding mission to investigate the attack on the

public sphere. He discussed how the state has been able to bar a great deal of information and curb potential dissent and critical thinking.

Dr. Mehdi Hassan talked about the evolution of media in Pakistan to its present stage where it was no more regulated by the required editorial controls and had thus declined into an institution that largely functioned on superficiality rather than in-depth analysis.

Ms. Asma Jahangir concluded the discussion by stressing the importance of an active role of every civil society member to ensure the protection of democratic rights. She also stressed the need for journalists to resist anti-democratic pressures and stand up for their civil rights.

The speakers stressed that intimidation and curbs on the media and civil society organisations in Pakistan today could deprive society of the benefits of civil society actions in the form of ensuring transparency, accountability and fighting corruption. They flagged demonsiation of non-governmental organisations and imposition of arbitrary and utterly unnecessary restrictions on their operations as clear attempts to gag them and prevent them from educating the people about their rights and highlighting problematic aspects of official actions.

At the conclusion of the discussion, the speakers and other civil society activists held a demonstration outside the Lahore Press Club to call for ending the curbs on freedom of expression and the right to know.

The HRCP Special Task Force in Multan organized a rally where lawyers, other civil society members and brick kiln workers marched from Allama Iqbal Park to the Multan Press Club to attract attention to the importance of freedom of expression and the right to know.
The HRCP office in Gilgit Baltistan held a demonstration outside Gilgit Press Club. One of the protestors at the rally said that now a large number of people, including different human rights organizations, come together to raise their voice against denial of rights, which was not the case 25 years ago.

The HRCP office in Islamabad held a demonstration in front of the National Press Club on the eve of Human Rights Day. Civil society activists attended in large numbers, in the hope of drawing the government's attention towards issues such as suppressing freedom of expression which compromises enjoyment of all human rights.

Demonstrations were also held by HRCP offices in Hyderabad, Sukkur, Peshawar, Quetta and Turbat.

Demonstration in Hyderabad

Demonstration in Islamabad outside the National Press Club

compromised despite constitutional guarantees. He pointed out the provisions in law and practice that negated the freedom of expression and also talked about the vagueness surrounding the implementation of the contempt of court law.

Mr. Ahmed Rashid shed light on the continuing decline of appropriate communication channels between the state and the media. He discussed how the rise in the importance and relevance of social media platforms has made it difficult for the government withhold information to the extent possible with the traditional channels of communication.

Mr. I.A. Rehman pointed out the grave issue of lack of dissent (from the popular narrative) in the

The Multan rally

No right without the right to freedom of expression

On Human Rights Day, HRCP organised a seminar on the theme – 'no right without the right to freedom of expression' at Lahore, which was followed by a demonstration. HRCP offices across the country held demonstrations, walks, vigils and talks in a campaign on the same theme.

Ahmed Rashid addresses the December 10 HRCP seminar at Lahore Press Club.

In the human rights calendar, no date holds more significance than December 10, Human Rights Day. On this day, in 1948, Universal Declaration of Human Rights was adopted, representing the universality, indivisibility and interdependence of human rights.

The day affords an opportunity every year to emphasise the important of all human rights for all. 2016 has been a year full of challenges for those calling for human rights of the citizens. This year, Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) considered it vital to highlight the escalating challenges to the freedom of expression, growing censorship and direct and indirect ways to clamp down on dissent and views critical of authority.

That was important because HRCP believed that the state of freedom of expression in Pakistan should be of great concern to citizens, not just on Human Rights Day but all around the year, because suppression of the freedom of expression compromised enjoyment of all human rights for everyone, not merely for the media or for the larger civil society.

On Human Rights Day, HRCP offices across the country held demonstrations, walks, vigils and talks in a campaign with the theme 'no right without the right to freedom of expression'.

HRCP organised the main discussion on the theme at a seminar at the Lahore Press Club. Key speakers at the event were HRCP Secretary General I. A. Rehman, former HRCP chairpersons Asma Jahangir and Dr. Mehdi Hassan, renowned journalist Ahmed Rashid and lawyer and Human Rights Watch representative Saroop Ijaz. The event was attended by a large number of civil society activists.

Mr. Saroop Ijaz discussed the many ways in which the freedom of expression was being

Human Rights Commission of Pakistan جہدحق Monthly **JEHD-E-HAQ**

Monthly JEHD-E-HAQ - January 2017 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 24...... شمارہ نمبر 01 ...... جنوری2017..... قیمت 5روپے

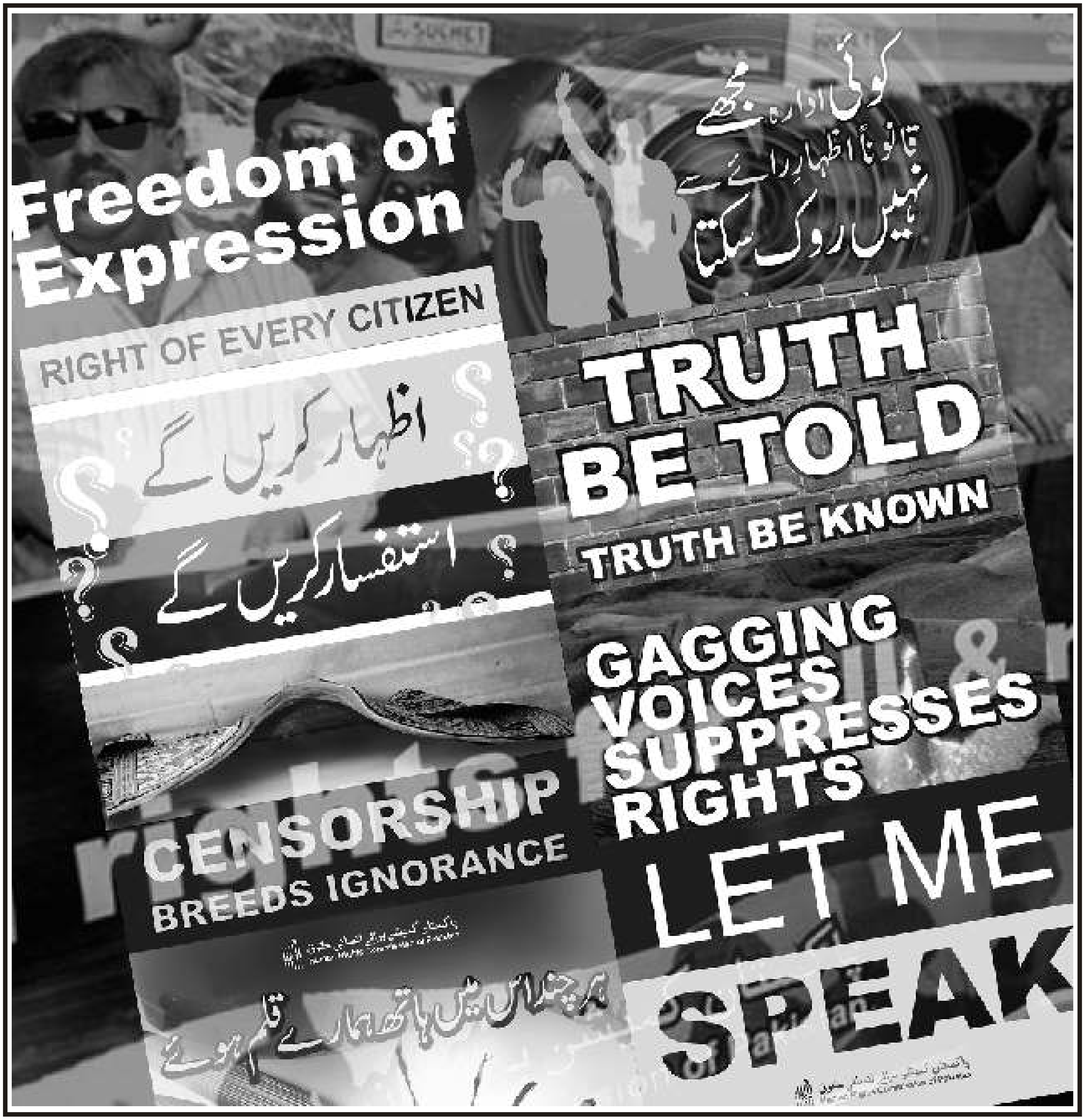

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15